

تاریخ و ہدی

# مقامات اولیاء

784

مصنف

صاحبزادہ سید افتخار الحسن



ملنے کا پتہ: مکتبہ رشیدیہ "طارق آباد" لاہور



# مقامات اولیا

مصنفہ

صاحبزادہ سید افتخار الحسن

مکتبہ رشاد و ہدایت

طارق آباد ، لال پور

# فہرست مضامین

53522

صفحہ	نام مضمون	نمبر شمار
۴	عرض مصنف	۱
۲۵	پیش لفظ	۲
۳۱	ذکر و فکر	۳
۵۳	مقام دل	۴
۶۳	مقامات اولیاء	۵
۶۰۱	معیت اولیاء	۶
۱۱۳	اولیاء شیطن	۷
۱۲۱	کرامات صحابہ	۸
۱۲۵	غوث اعظم	۹
۱۴۸	حضرت بایزید بسطامی	۱۰
۱۵۱	حضرت ابراہیم ادھم	۱۱
۱۵۵	حضرت سید علی ہجویری داماد صاحب	۱۲
۱۶۰	خواجہ اجمیری	۱۳
۱۶۵	پیر سید مہر علی شاہ	۱۴
۱۶۸	قاضی سلطان محمود	۱۵
۱۶۱	متفرقات	۱۶

## انتساب

مرشدِ لاثانی علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
روضہ اقدس کے سفید گنبد کے سنہری  
کلچ کے نام جو آج بھی سیدھی راہ سے بھٹکے  
ہوئے انسانوں کے لئے نشانِ منزل ہے۔  
اور جو آج بھی ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں  
میں مشعلِ مرشد و ہدایت ہے۔

گذائے کوچہ لاثانی  
افتخار الحسن

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## عرضِ مصنف

اللہ تعالیٰ جمہوریہ پاکستان میں جہاں کچھ ٹکڑے بے دین قبم کے لوگ اسلام کا  
لبادہ اوڑھ کر ملک میں الحاد و بے دینی پھیلا رہے ہیں۔ وہاں بد عقیدہ مولویوں، گستاخ  
و اعظموں اور بے ادب خطیبوں کے ریک جموں سے نہ تو ناموس رسالت ہی محفوظ رہ  
سکی ہے اور نہ ہی عظمت صحابہ۔ اور نہ شان اہل بیت پنج سکی ہے اور نہ ہی عزت اولیاء  
ہر دن نیافتہ اور ہر رات نئی شرارت۔ کبھی سنت رسول علیہ السلام سے مذاق ہے اور کبھی  
قسمتیں پاک کے کلام الہی ہونے کا انکار۔

اور پھر ایسے ٹکڑے بے دین لوگوں اور ایسے بے ادب مولویوں کی تقریروں اور تحریروں  
کے ذریعے نہ صرف یہ کہ ملک میں ضلالت و گمراہی پھیلتی جا رہی ہے، اور مذہبی نفرت و انتشار  
کو ہواں رہی ہے جو ملک و ملت کے لئے کسی وقت بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ بلکہ  
مسلمانوں کی متابع دین و ایمان تک ٹوٹی جا رہی ہے۔

در اصل یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان کی شدید مخالفت کی تھی، اور آج  
بھی یہ کانگریسی ملا ملک میں مذہبی انتشار پھیلا کر پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔  
بھلا وہ لوگ جو کسلی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار نہیں ہیں ملک کے  
وفادار کیسے ہو سکتے ہیں۔

لیکن یہ سب کچھ محض اس لئے ہو رہا ہے کہ تعزیرات پاکستان میں کسی سرکاری دفتر کے  
ایک چیپراسی اور پولیس کے ایک سپاہی کی عزت کی حفاظت کا قانون تو ہے مگر ناموس رسالت

کی حفاظت۔ عظمت صحابہ کی رکھوانی۔ آبروئے اہل بیت کی نگہداشت اور شانِ اولیاء کے تحفظ کا کوئی قانون نہیں ہے۔ اگر تعزیراتِ پاکستان میں ایسا بھی کوئی قانون ہوتا تو آج اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نہ تو ناموسِ انبیاء علیہ السلام پر سو قیاناہ گلے ہوتے اور نہ ہی شانِ اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم میں بازاری زبان استعمال کی جاتی ہے۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ حکومتِ پاکستان انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور اکابرین اسلام کی عزت و آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتی تو پھر ان بے ادب مولویوں کے بھرپور حملوں کی روک تھام کے لئے میں نے مکتبہ رشد و ہدایت کی بنیاد رکھی ہے تاکہ بد عقیدہ و اعظوں کے ہاتھوں سادہ لوح مسلمانوں کی جو دولتِ دین و ایمان کٹ رہی ہے اس مکتبہ کی تصنیفات کے ذریعے محفوظ رہ سکے اور دین و مذہب کی نشرو اشاعت اور عقائدِ حقہ اہل سنت و جماعت کی تبلیغ ہوتی رہے۔

اس لئے اگر سنی مسلمان میرے اس نیک مقصد کی حمایت کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کرتے رہے، تو پھر مجھے امید ہے کہ میرا یہ مکتبہ رشد و ہدایت صحیح معنوں میں چشمہٴ رشد و ہدایت بن کر اپنی تصنیفات کے آپ حیات سے لاکھوں انسانوں کے مردہ دلوں کو حیاتِ نو بخشا رہے گا۔ اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں چراغِ راہ بن کر رشد و ہدایت کی روشنی پھیلاتا رہے گا۔ اور سنیت کے سدا بہار گلشن کو تروتازہ رکھنے کے لئے آبیاری کرتا رہے گا۔

مقاماتِ نبوت - اللہ کے شیر اور خاکِ کربلا کے بعد مکتبہ کی یہ چوتھی پیش کش مقاماتِ اولیاء کی صورت میں قارئین کے پیش خدمت ہے جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے صحیح مقام کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ میرے سادہ لوح مسلمان بھائی جو بے ادب مولویوں اور بد عقیدہ و اعظوں کے ہاتھوں اپنی متاعِ دین و ایمان ٹار رہے ہیں ان کو اصل حقیقت کا پتہ چل جائے اور ان کے دلوں میں جو شکوک و شبہات کا غبار بیٹھا

چکا ہے۔ وہ دور ہو جائے۔ اور صحیح راستہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو سیدھی راہ مل جائے اور اولیائے عظام سے محبت و عقیدت رکھنے والوں اور بزرگان دین کے ماننے والے خوش نصیب مسلمانوں کے دلوں میں نور معرفت جگمگا اٹھے۔ ان کے سینوں میں حقیقت و عرفان کی شمع روشن ہو جائے۔ اور ان کے قلوب میں اولیاء اللہ کی عظمت کے ایسے چراغ روشن ہو جائیں کہ جو بد عقیدہ مولویوں کی بد عقیدگی کی تباہ کن آندھیوں سے بھی نہ بجھ سکیں۔ اور ان کے دلوں میں اولیائے کرام کی عزت و آبرو کے ایسے غیر فانی نقوش جم جائیں کہ جب بے ادب و غفلوں کے مٹانے سے بھی زمٹ سکیں۔

لیکن مجھے انتہائی افسوس ہے کہ ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ چند ایک ایسے غیر ذمہ دار مولویوں نے جو اپنے آپ کو اصلی سنیت کا واحد ٹھیکیدار سمجھتے ہیں انہوں نے علاوہ کسی کو مسلمان کہتے ہی مانتے میرے خلاف باقاعدہ ایک ہم چلا رکھی ہے۔ اور میرے ریکتبہ کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی سرگور کو کوشش کر رہے ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے مرشد اثنانی کا صدقہ ایسے ننگ دیں۔ ننگ وطن اور ننگ سنیت مولوی میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے خلاف زہر اگلنے والے ان اصلی سنیت کے ٹھیکیداروں کے حدود و بغض کے دامن میں کفر کی مشینوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں اور یہ اپنے آپ کو علامہ زمان بھنے والے دوسروں کی پگڑی اچھا لینے اور جماعت میں نفرت و انتشار پھیلانے میں ہی اپنے سستی ہونے کا کمال سمجھے اور درویش لاہور کے اس مصرعہ کے مصداق ہیں کہ۔ ع

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

اور سب سے بڑی چیز جس پر مجھے فخر و ناز ہے۔ اور جو میری زندگی کا آسرا ہے۔ جو میری شہرت کا اصل سبب ہے۔ اور جس کے بل بوتے پر میں ہر خطرناک سے خطرناک میدان میں بھی کود پڑتا ہوں۔ آگ کے دریا پھاند جاتا ہوں اور پہاڑوں سے بھی ٹکرا جاتا ہوں



وہ یہ ہے کہ ایک موقع پر قطب ربّانی غوث صمدانی شہبازِ لامکانی۔ قبلہ عالم حضرت پیر  
 سید جماعت علی شاہ مُرشدِ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجلس میں اپنے غلاموں  
 سے فرمایا تھا کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ مولوی محمد مسعود کی اولاد پر قیامت تک رحم فرمائے  
 اور پھر اس مردِ کمال نے تین بار یہ دعا فرمائی۔ یاد ہے کہ میں بھی اسی باپ محمد مسعود رحمۃ اللہ  
 علیہ کا ایک بیٹا ہوں جس کی اولاد کے لئے ایک غوثِ زماں دعا کر گیا ہوا ہے۔ اور جس  
 کے متعلق مُرشدِ پاک فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمد مسعود سے بڑھکر دنیا میں کوئی عالم نہیں ہے  
 اور پھر خیرت و خلافت بھی عطا فرمایا۔ اور پھر اسی مُرشدِ لاثانی کا صدقہ تھا کہ والد صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں میدانِ مناظرہ میں نہ مرزائی ٹھہر سکتے تھے اور نہ ہی عیسائی نہ کسی  
 نجدی کی دال گلتی تھی اور نہ ہی کسی آریہ کی۔ انہوں نے کبھی تاویان میں جا کر مرزا محمود کو للکارا  
 اور کبھی امرتسر جا کر وہابیوں کے امام مولوی ثناء اللہ کو دعوتِ مناظرہ دی۔ کبھی عیسائی  
 پادریوں کو اپنی صدائے حق سے لرزہ برآمد کیا اور کبھی شیعہ مولویوں کی کمر توڑی۔ کبھی سکھ  
 گنایوں کے سر پر اسلام کی تلوار بن کر چلے۔ اور کبھی آریہ پنڈتوں کو صداقتِ اسلام کی راہ  
 دکھائی۔ اور پھر اسی مردِ کمال کی نگاہِ پاک کا صدقہ تھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدائے  
 حق و صداقت سن کر ہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوشن اسلام ہوئے۔

الغرض میں جانتا ہوں اور مجھے پورا پورا یقین ہے کہ چونکہ میرے مُرشدِ لاثانی رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی دعا کا ان شہرِ پند مولویوں کے پاس کوئی تور نہیں  
 ہے۔ اس لئے مجھے ان دوستِ ندادشمنوں کی مخالفت کا ذرہ بھر بھی منکر نہیں ہے۔ میرے  
 خلافتِ اصلیٰ سنیت کے ان ٹھیکداروں نے اس وقت سے ہم چلا رکھی ہے۔ جس وقت  
 کہ میری کتاب "خاکِ کربلا" شائع ہوئی جس میں میں نے ام المومنین حضرت  
 عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھا ہے کہ (اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین بھی ہیں اور پاکیزہ بھی۔ زاہدہ بھی ہیں اور عابدہ بھی۔ حرمِ رسول



بھی ہیں اور بارگاہِ الہی میں مقبول بھی اور عتیقہ بھی ہیں۔ اور صدیقہ بھی لیکن حسبِ و نسب میں حضرت  
فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں اور حسبِ و نسب کے لحاظ سے حضرت فاطمہ اہل بیت  
میں شامل ہیں۔ اور حضرت عائشہ اہل بیت میں شامل نہیں ہیں۔ ص ۶۶

اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۰ پر میں نے یہ ملعون کو ایرے غیرے نحقو خیرے لکھا  
ہے۔ — اس لئے کہ خارجی مولویوں نے اپنی کتاب رشید ابن رشید میں یہ  
پلید کو بھی اہل بیت میں شامل کیا ہے۔ کتاب شائع ہوئی اور کچھ کتاب کی مقبولیت اور کچھ  
میری شہرت! بس پھر کیا تھا ان مولویوں کے سینوں میں حسد و بغض کی آگ بھراک اٹھی۔  
اور پھر انہوں نے اپنی اپنی کفر کی مشینوں کو چالو کر دیا۔ مشینوں کے پہلے پہلے تو آہستہ آہستہ  
اور پھر تیزی سے گھومنے لگے۔ کسی نے کہا افتخار پائل ہو گیا ہے۔ کسی نے کہا افتخار شیوہ ہو  
گیا ہے۔ ایک بولا افتخار کافر ہے۔ اور ایک مولوی نے تو یہاں تک فتویٰ دے دیا  
کہ افتخار کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اور اس کی تقریر سننی حرام ہے۔ اور اس ننگ  
سُنیت کی ایک وقت کی خوراک یہ ہے۔ پانچ سیرا بلا ہوا گوشت۔ دو تر بوز۔ چار سیر  
دودھ۔ پندرہ روٹیاں۔ اٹھارہ بوتلیں سیون اپ کی۔

کیوں؟ اس لئے کہ افتخار نے حضرت عائشہ صدیقہ کو اہل بیت سے خارج کر  
دیا ہے۔ اور نمود باللہ صحابہ کرام کو ایرے غیرے نحقو خیرے کہا ہے۔

مجھ پر شیوہ ہونے کا فتوے لگانے والے ان ننگ نظر مولویوں سے میں پوچھتا ہوں  
کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق شیعوں کا یہی بی عیقدہ ہے۔ جس کا  
اظہار میں نے کیا ہے۔ اور کیا شیوہ حضرات بھی حضرت عائشہ کو وہی القاب دیتے ہیں۔  
جو میں نے دئے ہیں۔ یعنی کیا وہ بھی ام المؤمنین۔ پاکیزہ۔ عابدہ۔ زاہدہ۔ عتیقہ۔ صدیقہ اور  
بارگاہِ الہی میں مقبول ملتے ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ ان کفر باز مولویوں کو اگر علم ہوتا  
تو مجھ پر شیوہ ہونے کا فتوے نہ لگاتے





فاضل اجمل دانا محمد سلیم صاحب سے گفتگو ہوئی تو میں نے مولانا محمد سلیم صاحب کی خدمت میں کتاب پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ اس کتاب کو اول سے لے کر آخر تک پڑھو اور جہاں جہاں آپ کو کوئی غلطی نظر آئے وہاں وہاں نشان لگا دو تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کو حذف کر دیا جائے۔ پھر ملتان کی آل پاکستان سٹی کانفرنس کے عظیم الشان اجتماع میں بھی اس کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ جامع رضویہ لاہور کے شیخ الحدیث جنی کاتب علی سنیوں کے لئے باعث فخر ہے نے بھی فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ والی عبارت بالکل ٹھیک ہے۔

ان تمام حقائق کے بعد بھی ان اصلی سنیت کے واحد ٹھیکیداروں کا میرے خلاف وادیر بلا کر ناشور مچانا۔ اور شیعہ ہو جانے کے فتوے لگانا حسد و بغض اور کسی ذاتی عناد کی بنا پر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔ ادھر کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ مشرقی پاکستان میں اس کا بنگالی زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

اور پھر مزے کی بات تو یہ ہے کہ کتاب کی مخالفت کرنے والے یہ اصلی سنی واعظ جب فضائل اہل بیت۔ و اہل بیت کے شہادت کے مقدس موضوع پر جب کبھی اور جہاں کہیں بھی تقریر کرتے ہیں تو اسی کتاب کا خاک کر بلا کو سامنے رکھ لیتے ہیں۔ بڑوں کی بڑی بڑی غلطیوں کو بھی محض اس لئے نظر انداز کر دینا کہ یہ ہمارے بڑے ہیں بددیانتی ہے۔ اور کسی چھوٹے کی کسی بات کو اپنی نا اہمی کی بنا پر غلطی سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑنا حماقت و جہالت ہے۔

پچھلے دو سال سے سنیت کے چند ایک نام نہاد ٹھیکیدار اور انتشار پسند مولویوں نے میرے خلاف جو ایک منظم تحریک شروع کر رکھی تھی آخر وہ بے نقاب ہو گئی ہے۔ اور ان سنگ سنیت مولویوں کے دلوں میں میری اور میری کتابوں کی بڑھتی ہوئی شہرت و مقبولیت کے پیش نظر میرے خلاف جو حسد و بغض اور تعصب و عناد کی چنگاریاں لگ رہی تھیں۔ آخر وہ

شہد میں کر بھڑک اٹھی ہیں۔ اور ان کے سینوں میں قہر و غضب کی جوبھلیاں چھپی ہوئی تھیں آخر وہ بڑی چمک دک کے ساتھ میدان میں آگئی ہیں۔ جب کہ مولانا محمد صادق صاحب نے اپنے غیر معقول غیر معقول اور غیر ناسندہ پزیرے "رضائے مصطفیٰ" علیہ السلام کی، دسمبر ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں پیرے خلاف وہ زہر اُگل ہی دیا۔ جو ایک عرصے سے اُن کو بے قرار و بے چین رکھے ہوئے تھا۔ لیکن مولانا صاحب نے ایسا کر کے نہ صرف یہ کہ اپنی شہر پسندی کا ثبوت دیا ہے بلکہ جماعت میں ایک نئے فتنہ کی بنیاد بھی رکھ دی ہے۔

مولانا محمد صادق صاحب وہی پرانے انتشار پسند اور فتنہ پرواز مولانا صاحب ہیں جو اس سے پہلے بھی کئی بار اہل سنت و جماعت کے اکابر علمائے کرام کو آپس میں لڑا کر اپنی شرانگیز لہروں اور فتنہ پرواز لہروں سے جماعت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر چکے ہیں۔ اور ۱۹۶۵ء کی اسلام و کفر کی جنگ میں جب کہ ملت اسلامیہ کا بچہ بچہ ملک و قوم اور دین و اسلام کی عظمت کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ اور ہمارے شہر وول مجاہدین اسلام دین کی سر بلندی اور ملک کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا چکے تھے اور میدان جہاد میں زخمی ہونے والے مجاہدین کے لئے قوم اپنا خون پیش کر رہی تھی۔ تو یہ وہی مولانا صاحب ہیں جنہوں نے فتویٰ دیا کہ ٹھیکوں کے نیچے آنے والے حرام موت مرتے ہیں۔ اور زخمیوں کو خون دینا حرام ہے۔ اور حکومت نے مولوی صاحب کے اس شرانگیز فتوے کے جرم میں گرفتار بھی کر لیا تھا، انہیں وجوہات کی بنا پر اہل سنت و جماعت کے بعض حلقوں میں مولانا صاحب ابو الفتنات کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ اور رضائے مصطفیٰ علیہ السلام کے مقدس نام کے ذریعہ جماعت میں فتنہ و فساد پھیلانا اور علمائے کرام کو آپس میں لڑانا اور دوسروں کی بگڑی اچھا لگا نہ صرف یہ کہ مولانا صاحب کی شان کے خلاف ہے بلکہ ان کے مصنوعی فتنہ کی پیشانی پر ایک بد نما داغ بھی ہے۔

میسرے خلاف یہ ناپاک تحریک چلانے والے وہی چند ایک غیر معقول غیر معروض



اور غیر نمائندہ مولوی صاحبان میں جی کی زندگیاں مسجدوں کی چار دیواری تک ہی محدود  
 ہیں۔ اور نہ ہی ملک و قوم میں ان کا کوئی وقار ہے۔ اور نہ ہی معاشرہ میں کوئی مقام۔ بلکہ یہ سنیت  
 کی سینہ چادر پر ایک سیاہ داغ ہے۔ اور برطویت کی مقدر پیشانی پر ایک کلنگ کا ٹیکہ۔  
 اور یہ لوگ کفر بازی، انتشار پھیلانے، بدزبانی اور منبر رسول علیہ السلام پر کھڑے ہو کر دوسروں  
 کی پگڑی اچھالنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ اور پھر ایسا کرنے میں ہی اپنے سنی ہونے کا  
 کمان سمجھتے ہیں۔ اور جو خود کو کوئی کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور جو کرتے ہیں۔ ان کو دیکھ  
 نہیں سکتے۔

میرے خلاف ان ننگ سنیت مولویوں نے اس وقت، اسے ہی واہلا کرنا اور شور  
 مچانا شروع کر دیا تھا۔ جب کہ میری کتاب "خاکِ کربلا" شائع ہوئی جس میں میں نے فضائلِ طہیت  
 واقعاتِ کربلا اور شہادتِ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پورے جذبہ ایمانی  
 اور بڑے ہی درد و سوز سے لکھا ہے اور ساتھ نیرید پلید یعنی اور کافر نیرید کے فسق و فجور  
 اور اس کے کفرِ ظلم کو بھی کھل کر بیان کیا ہے۔ بس پھر کیا تھا ان مخالفین اہل بیت کے سینوں پر  
 سانپ لٹنے لگے۔ اور ان سنی نماخارجی مولویوں کے دلوں میں حسد و بغض کی آگ بھراک اٹھی  
 اور پھر نیرید کو کافر نہ کہنے والے ان دشمنانِ آلِ مصطفیٰ علیہ السلام مولویوں نے میرے خلاف  
 کئی شیعوں کو بچا لیا اور پھیلے تو ان مشینوں کے پہیے آہستہ آہستہ اور پھر تیزی سے گھومنے  
 لگے۔ پہلے تو مجھے خلوں کے ذریعے قتل کی دھمکیاں دی گئیں جن کی نقلیں سلطان اور لائل پور  
 کے پولیس کپتانوں کو دی گئیں۔ پھر میرے خلاف منظم طریقے سے تقریروں کا پروگرام مرتب  
 ہوا۔ جو میرے ایک مولانا عنایت اللہ صاحب نے لائل پور میں تقریر کرتے ہوئے وہاں تک  
 کہہ دیا کہ افتخار کی تقریر سننی حرام۔ افتخار کے جیسے جمعہ پڑھنا حرام۔ مگر طوطی کی تقارن  
 میں کوئی گناہ ہے۔ اور میرے مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہ ہے کہ جوں جوں یہ لوگ  
 میری مخالفت تیز کرتے آ رہے ہیں تو ان میں توں میری اور میری کتاب کی شہرت و مقبولیت

بڑھتی جا رہی ہے۔ اور یاد رہے کہ اس مولوی صاحب کی ایک وقت کی خوراک حسب  
ذیل ہے۔

پانچ سیرا بلا ہوا گوشت، تین سیر دودھ، اٹھارہ بوتلیں سیون آپاکی۔ دو تر پورہ  
ایک مٹلتی کا۔ اور پندرہ روٹیاں۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب  
یہ تو جلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے  
اسے صیاد نے کچھ بلیں نے کچھ، اور گل نے کچھ سمجھا  
چمن میں کتنی معسنی خیز تھی اکت خاموشی میری

الغرض میرے غلاف یہ بیزیدین کے حاشی مولوی ہر قسم کا یہودہ سے بے ہودہ اور  
واہیات سے واہیات حربہ استعمال کر کے میری شہرت، مقبولیت کو نقصان پہنچانے  
کی سرگور کو شش کر رہے ہیں۔ اور میں یہ سب کچھ بڑے ہی صبر و تحمل سے برداشت کرتا چلا  
آ رہا ہوں۔ اس لئے کہ، چاہتا تھا کہ جماعت میں کسی قسم کا انتشار پیدا ہو۔ اور میری خاموشی  
کا سبب یہ بھی تھا کہ میں بانٹا ہوں کہ پھلدار درخت کو نادان بچے پتھر مارا ہی کرتے ہیں۔ اور کھوہ کا  
ایک ڈرو مندر کی وسعت پہنائی کو نہیں جانتا۔ اور ایک بلبل ناتوان شہباز کی بلند پروازی  
کو نہیں سمجھ سکتی۔ مگر اب چونکہ مولانا محمد صادق صاحب نے رشتے مصطفیٰ علیہ السلام کے  
ذریعے اس پیز کو کھلے میدان میں لا کر تصادم کی صورت پیدا کر دی ہے تو اس لئے اب میں  
بھی اپنی مدافعت کے لئے کوئی قدم اٹھانے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ اور اب اس سلسلے میں



کسی کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ اور اب اینٹ کا جواب تبھر سے دیا جائے گا۔ اور پتھر کا جواب  
قانون سے

جامعہ رضویہ لاہور کی بنیاد ایک مرد درویش حضرت مولانا سردار محمد صاحب رحمۃ  
اللہ علیہ نے رکھی جن کے دم قدم سے لاہور میں سنیت کے اجر سے ہوئے جن میں تازلی  
اور بہار آگئی۔ اور سارے ملک میں صحیح عقائد کی نشر و اشاعت کے دریا بہنے لگے۔  
اور جن کی بدولت عقائد باطلہ کے سیاہ بادل چھٹ گئے۔ اور سنیت کا حسن تاہاں نکھر کر عوام  
کے سامنے آگیا۔ اور جن کے خلوص و اخلاق حسن کی طفیل یہاں سنیت کا ایک مرکز قائم ہوگا  
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ فیض کے

طفین میں صحیح العقیدہ حنفی ہوں بستی ہوں۔ اور بریلوی ہوں۔ اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا  
فارغ التحصیل ہوں۔ اور اسی مسلک حقہ اور عقائد اہل سنت و جماعت کی پچیس سال سے  
تبلیغ و اشاعت کر رہا ہوں۔ اور جب بھی کبھی اسلام کی عظمت، دین کی مہندی، شریعت  
مصطفیٰ علیہ السلام کی آبرو اور نیت کی لاج رکھنے کا وقت آیا میں ہر خطرناک سے خطرناک  
میدان میں ڈٹ جایا کرتا ہوں۔ چند ایک واقعات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) دیوبندی مولوی غلام خاں نے لائل پور میں تقریر کرتے ہوئے سنی بریلوی عقائد حقہ  
پر فحش نکتہ چینی کی۔ اور خصوصاً حضرت بلکہ عالم محدث اعظم پاکستان مولانا سردار محمد  
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی پر گستاخانہ حملے کئے گئے۔ میں بھی اس جلسہ میں موجود تھا۔  
ہزاروں کا مجمع تھا۔ اور سارا ماحول میرے خلاف۔ مگر میں برداشت نہ کر سکا۔ اور کھڑے  
ہو کر میں نے مولوی غلام خاں کو لٹکارا کہ بلو اس بند کو رو یا مجھے بھی وقت ہو۔ بس پھر کیا تھا  
تمام دیوبندی مجھ پر نوٹ پڑے۔ پولیس نے مد اخلت کی۔ اور مجھے کو توالی سے جایا گیا۔  
صبح کو ضمانت پر چھوڑ دیا۔ کو توالی سے سیدھا محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس  
میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا صاحبزادہ صاحب رات آپ نے سنیت کی لاج رکھا

دیوبندی مولوی قاسمی نے سنیت و بریلویت کے خلاف ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت ناموس رسالت اور عظمتِ اولیاء پر بڑی بے باکی سے سوتیا نہ ملنے کرنے کے ساتھ ساتھ محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بھی بازاری زبان استعمال کرنی شروع کر دی۔ ہر رات نئی بکواس اور ہر روز نیا پمفلٹ، متاعی افسران نے چشم پوشی کی۔ اور شہر کی فضا مکدر سے مکدر تر ہوتی گئی۔ اور اصلی سنیت کے یہ نام نہاد ٹھیکے دار اور مولوی جھروں میں بیٹھ کر تماشہ دیکھتے رہے کسی کی اصلی سنیت کی ہنڈیا میں جوش نہ آیا۔ اور کسی کو بھی میدان میں آکر جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ نہ ہی رضائے مصطفیٰ علیہ السلام والوں کی غیرت ایمانی جوش میں آئی۔ کہ میدان میں آکر رضائے مصطفیٰ حاصل کرتے۔ اور نہ ہی غلامانِ رسول علیہ السلام کے عشق کی آگ بھڑکی۔ کہ آگے بڑھ کر اپنی غلامی رسول کا ثبوت دیتے۔ اور نہ ہی محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت رکھنے اور ہاتھ جوڑنے والوں کی رگِ حیات پھڑکی۔ کہ قاسمی کا گریبان پکڑ کر اپنی عقیدت اور شاگردی کا حق ادا کرتے۔ محدثِ اعظم پاکستان جن کی بدولت مذہبِ حق اہل سنت و جماعت کا چمن مہک اٹھا۔ سنیت کے اجر لے ہوئے گلشن میں تازہ بہار آگئی۔ اور بریلوی عقائد کی کشتِ ویراں میں تازگی اور سنیت کے مردہ جسم میں حیاتِ نو پیدا ہوگئی۔ نہ صرف یہ کہ ایک عالم دین ہی تھے، بلکہ ایک مردِ درویش اور عاشقِ رسول بھی تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ میں نے خود ان کے جنازے سے پر انوار و تجلیات کی بارش ہوتی دیکھی تھی۔ آپ ان دنوں بسترِ علالت پر تھے۔ میں سوچتا۔ دیکھتا اور انتظار کرتا رہا کہ ضرور کوئی نہ کوئی اصلی سستی عشقِ رسول علیہ السلام کا دعویٰ دار اور محبتِ اولیائے کرام کا مہجر نے والا اور محدثِ اعظم کے ہاتھ پاؤں جوڑنے والا شکر لگاؤ نہ کس کر میدان میں نکلے گا۔ مگر نہ ہونا تھا اور نہ ہوا۔ اور اصلی سنیت کے اکھاڑے کا کوئی پہلوان بھی مولوی قاسمی سے گشتی دلہنے کے لئے میدان میں نہ نکلا۔

آخر ایک دن حضرت مولانا علامہ محمد سلیم صاحب اور مولانا محمد رمضان صاحب



کے مہراہ محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کے بعد سینوں کی بڑھتی ہوئی بے چینی کا ذکر کیا، اور جوانی کا ردوائی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے میرے لئے دسے نیر فرمائی۔ پھر اسی رات محمد پورہ میں میری تقریر کا اعلان کر دیا گیا۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔ میں نے مولوی قاسمی اور دوسرے دیوبندی مولویوں کے ہر چیلنج کو قبول کرتے ہوئے مقامی افسران اور سی۔ آئی۔ ڈی کو بھی ڈانٹا۔ رات تقریر ہوئی اور صبح کو حالات بدیلے ہوئے تھے۔ پھر لائل پورہ کے ہر چوک، ہر بازار، ہر محلے اور ہر گلی میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے ہوئے، اور میری پچاس تقریریں ہوئیں، اور جن کا اثر یہ ہوا کہ شہر میں سنیت کی آبرو بچ گئی، اور محدث اعظم کی عزت محفوظ ہو گئی۔

۲ تحریک ختم نبوت میں پورے ایک سال کی نظر بندی کے بعد میانوالی جیل سے رہا ہو کر گھر آیا۔ تو مولانا تاج محمود صاحب نے ایک کانفرنس کا اشتہار شائع کر دیا جس کی صدارت صاحبزادہ سید نسیم الحسن صاحب نے کرنی تھی، لیکن وہ بوجہ علالت نہ آسکے۔ اور پھر یہ کانفرنس میری صدارت میں خالصہ کالج کے وسیع میدان میں ہوئی۔ میں نے اپنے صدارتی خطبہ میں اس وقت کی ختم نبوت کی غدار حکومت کو بھڑکلا کر، تقریر خلافت قانون قرار دے دی گئی، اور مجھے اپنے مکان میں تین مہینے کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔ خدا خدا کر کے یہ میعاد ختم ہوئی تو سید حسین شہید سہروردی مرحوم جو اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم تھے، انہوں نے غیر ملکی دورے میں ایک جاپانی لڑکی کے ساتھ ناپاچ کیا۔ میں نے اس کے خلاف تقریر کی، اور کہا کہ ایک اسلامی مملکت کا وزیر اعظم ایسا نہیں ہونا چاہیئے، جو غیر لڑکیوں کے ساتھ فعل گیر ہو کر ناپاچ پھرے۔ یہ اسلام کی توہین ہے، مذہب کی بدنامی ہے۔ پاکستان کی بے عزتی ہے۔ اور مسلمانوں کی تعزیر ہے، میری یہ تقریر بھی خلاف قانون قرار دے دی گئی، اور مجھے پھر تین ماہ کے لئے کیٹی سردور میں پابند کر دیا گیا۔ اور کے علاوہ تین بار میری تقریریں پابندی کی گئیں۔

۵۔ سکندر مرزا کا دور ایک مایوس کن دور تھا جس میں اور کئی خرابیوں کے ساتھ ساتھ مذہبی طور پر یہ عالم تھا کہ گورنر جنرل سکندر مرزا شیعہ پنجاب کا گورنر اختر حسین شیعہ پنجاب کا وزیر اعظم مظفر علی قزلباش شیعہ انسپکٹر جنرل پولیس سید عنایت علی شیعہ چنانچہ شیعوں نے اسی بل بوتے پر کہ اب تو حکومت ہی اپنی ہے کھلم کھلا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن و تشنیع کے دروازے کھول دیئے۔ اور پھر شیعہ اقتدار کے بل بوتے پر ہی شیعہ مولوی خادم حسین نے لائل پور میں ایک تقریر میں ناموس صحابہ کرام پر سو قیانہ حملے کئے اور خصوصاً واقف اسرار نبوت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں بڑی بکواس کی۔ خادم حسین کی اس گستاخی سے شہر میں آگ لگ گئی اور مسلمانوں کے دل تڑپنے لگے۔ ان اصلی سنیت کے ٹھیکیداروں کے سوا باقی شہر کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں نے مل کر صدائے احتجاج بلند کی جس کی قیادت مولانا تاج محمود صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب نے کی۔

میں ان اصلی سنیوں کا منہ دیکھتا رہا کہ کوئی ماں کا لال ناموس صحابہ کرام پر فدا ہونے کے لئے میدان میں آئے گا۔ مگر یہ سروں پر اپنی بیویوں کے دوپٹے لے کر تقریریں کرنے والے ننگ سنیت اور تنگ نظر اور بزدل مولوی سروں پر کفن باندھ کر باطل سے ٹکرانا کیا جاتیں۔

میں ان دنوں جامع مسجد نور طارق آباد میں خطیب تھا۔ جمعہ کے خطبہ میں میری غیرت ایمانی نے جوش مارا اور محبت صحابہ کرام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور پھر میں نے سکندر مرزا کو ملک کا غدار قرار دیا۔ قزلباش کو لاکار اور شیعوں کی معتبر کتابوں سے شیعہ مذہب کے پردے چاک کئے۔ میری یہ تقریر بھی باغیانہ قرار دے دی گئی۔ اور مجھے گرفتار کر کے گوجرانوالہ جیل میں بند کر دیا گیا۔

میری گرفتاری کے بعد پیرنگ بھڑک اٹھی۔ اور آج مجھ پر شیعہ ہونے کا فتویٰ لگانے



والے ان نام نہاد اصلی سینٹوں کے علاوہ شہر کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں نے میری گرفتاری کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جس کی قیادت بھی مولانا آج محمد صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب کر رہے تھے۔ البتہ صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب نے مسجد نور میں جمعہ میں ایک دلولہ انگیز اور ایمان افروز تقریر کرتے ہوئے حکومت کے اس ظالمانہ رویہ پر کڑی نکتہ چینی کی، اور پھر ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔

(۶) سکندر مرزا کا منحوس دور بھی گذر گیا۔ فوجی انقلاب آیا اور صدر پاکستان محمد ایوب خان نے حکومت کی ہاگ ڈور نبھال لی۔ ملک کا کھوٹا ہوا وقار بلند ہو گیا۔ سیاسی انتشار ختم ہو گیا۔ اور ایک مستحکم حکومت قائم ہو گئی پھر آہستہ آہستہ اسلامی مملکت پاکستان میں ایک ایسا طبقہ اور پر آتا گیا جو مذہب سے بیزاری چاہتا ہے۔

پنچ ۹۔ جنوری ۱۹۶۳ء کو لاہور صوبائی اسمبلی میں اسے ہی اسلام دشمن افراد نے ایک بل پاس کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی منکوحہ عورت سے زنا کرے اور اس عورت کا خاوند اگر اس زانی شخص کو معاف کر دے تو اس کو کوئی قانونی سزا نہیں دی جاسکتی۔

اسلامی مملکت میں یہ بل پاس ہوا، انجاردوں میں شائع ہوا جسے اصلی سنیت کے ان تنگ نظر ٹیکیدار مولویوں نے بھی پڑھا لیکن کسی کی غیرت ایمانی جوش میں نہ آئی اور کسی کی محبت اسلام نہ بچی۔ اور کسی کی اصلی سنیت کی ہنڈیا میں ابال نہ آیا، اور آتا بھی کیوں اس لئے کہ ایک طرف جبل کی اندھیری کوٹھڑی دکھائی دیتی تھی۔ اور دوسری طرف گورنر ملک محمد امیر خاں کی لمبی لمبی مونچھیں نظر آتی تھیں۔ میں نے ایک مہینہ انتظار کیا۔ اس لئے کہ میرا خیال تھا کہ چونکہ غیر اسلامی، غیر دینی، اور غیر شرعی ہے اس لئے اب کے ضرور کوئی مذکورہ اسلام کی تڑپ رکھنے والا عشیق رسول کی دہائی دینے والا اور نعرہ غوثیہ لگانے والا مجلس رضائے مصطفیٰ علیہ السلام کا کوئی رضا کار یا انجمن عاشقان رسول

کا کوئی رکن یا قدا یا ان رسول کا کوئی ممبر میدان میں آکر اس غیر اسلامی بل کی مخالفت کر کے اپنے اصلی سنی ہونے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کا ثبوت دے گا۔ مگر میرا خیال غلط نکلا۔ اور کوئی بھی اس پہاڑ سے ٹکرائے لے تیار نہ ہوا۔ اور کوئی بھی شیر بیسہ سنیت اس شیر کی مونچھوں کو پکڑنے کے لئے میدان میں نہ نکلا۔ نبی کے عشق کا دعویٰ کرنا تو آسان ہے۔ لیکن حضرت بلال کی طرح نبی کے عشق میں دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹ کر کلمہ حق سنانا مشکل ہے۔ سبلی کی محبت کے جھوٹے دعویدار تو سینکڑوں تھے۔ مگر اس کی محبت میں خون دیے والے مجنوں ایک ہی تھا۔

رمضان المبارک کا دوسرا محبوب تھا۔ اور عجیبی گھر کا وسیع میدان ! اخبار میرے ہاتھ میں تھا اور قرآن میری زبان پر۔ میں قرآن پاک پڑھتا گیا اور پیش آنے والے تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر اس غیر اسلامی بل کی دھجیاں بھیر دیں۔ مجھے ابھی تک یاد ہے۔ اور ہزاروں مسلمان اس بات کے گواہ ہیں کہ میں نے حکومت وقت کو لگا لگا اور گورنر اور صوبائی اسمبلی کے اراکین سے مخاطب ہو کر کہا کہ جس ملک کو تم نے اسلام کے مقدس نام پر حاصل کیا اب اسی ملک میں غیر اسلامی بل پاس کر کے اور اسلام کی توہین کر کے خدا تعالیٰ کے قہر و غضب کو آواز نہ دو۔ اور اور شریعت مصطفیٰ علیہ السلام کی حدوں کو توڑ کر عذاب الہی کو دعوت نہ دو۔ اور قرآن پاک کے قوانین کی مخالفت کر کے اللہ کے غضب کو نہ پکارو۔ اور جس مذہب کے پیارے نام پر تم اسلامی اسمبلی کے رکن بنے ہو اب اسی مذہب کی سبڑوں پر کلہاڑے چلا کر اپنے نبی کو ناراض نہ کرو۔ اور اپنے نبی کے دین کی آبرو بچھین کر دوزخ کی آگ کا ایندھن نہ بنو۔ اور یاد رکھو گورنر کی مونچھوں سے تو بغاوت ہو سکتی ہے۔ لیکن محمد علیہ السلام کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہو سکتی۔ میری اس تقریر کو بھی باغیانہ قرار دے کر مجھے گرفتار کر کے شاہی قلعہ لاہور میں نظر بند کر دیا گیا۔



اندھیری کوٹھڑی، نرفناک ماحول، ہر وقت جان جلنے کا ڈر اور سنگینوں کا پہرہ۔  
 (۷) حکمرانوں نے نصابِ تعلیم سے خلفائے راشدین کے سنہرے باب کو خارج کر کے ملتِ اسلامیہ پاکستان کے مذہبی جذبات کو پامال کیا، سارے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، اور ملک میں عظمتِ صحابہ کی رکھوالی کے لئے جلسے ہوئے، اور اس باب کو دوبارہ نصاب میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا، مگر آج نچھ پر شیوعہ ہونے کا فتویٰ لگانے والے اور میری سنیت میں شک کرنے والے اور منبرِ رسول علیہ السلام پر بیٹھ کر اپنے حسد و بغض کے زکھرے سے مجھ پر تیروں کی بارش کرنے والے اصلی سنیت کے نام نہاد مولویوں کے کانوں پر جوں تک نہریں گئی اور آج رضائے مصطفیٰ علیہ السلام کے مقدس نام پر جماعت میں انتشار و نفرت پھیلانے والے اور دوسروں کی پگڑھی اچھالنے والے مولانا محمد عابد صاحب بھی نونہرہ کبوتر کی طرح حجرے میں چھپے بیٹھے تھے۔ اور کوئی بھی اصلی سنیت کے اکھاڑے کا سوراخ عظمتِ صحابہ کی خاطر حکومت کے خلاف آواز بلند نہ کر سکا۔

آخر میں نے ہی کبریتت باندھی اور اللہ اور رسول کا نام لے کر صحابہ کرام ہی کے سہارے اٹھا، اور پھر اولپنڈی، بگرات، لاہور، ملتان، ڈیرہ غازی خاں اور دیگر مقامات پر جلسے کئے، اور اس فیصلے کے خلاف آواز بلند کی، آخر ملتان میں ایک کل پاکستان سٹی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔

مرزا محمد یوسف صاحب جو ملتان میں اصلی سنیت کے تمام علمائے کرام کے خادم عقیدے کے پکے، اسلام کے شیدائی، مذہب کے فدائی اور دین کے دیوانے ہیں، اور جن کے دل میں اسلام کی سچی محبت، سینے میں دین کی پکی نفی اور پہلو میں سنیت کا درد اور اسلام کی تبلیغ کا حقیقی شوق ہے، انہوں نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، نواں شہر کے زندہ دل، دین پرست، اور اصلی

سُنیت کے پرستار دوستوں کے ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل کی اور پھر انہیں اجاب کرام  
نے کانفرنس کے تمام اخراجات برداشت کئے۔ وہ کمیٹی ان اجاب پر مشتمل تھی؛  
مرزا محمد یوسف صاحب، حاجی شوکت علی صاحب، شیخ محمد شریف صاحب،  
صوفی قائم دین صاحب، اور سید فضل شاہ صاحب۔

تاریخ کا اعلان کر دیا گیا اور علمائے کرام کو دعوت نامے ارسال کر دئے گئے  
نواں شہر ملتان کے دین پرست اجاب کرام نے کانفرنس کے تمام اخراجات برداشت  
کئے۔ جی میں مرزا محمد یوسف صاحب، حاجی شوکت علی صاحب، شیخ محمد شریف  
صاحب، صوفی قائم دین صاحب اور سید فضل شاہ صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔  
۱۵ - ۱۶ - اکتوبر ۱۹۶۷ء کو باغ لانگے میں کانفرنس آب و تاب اور شان و  
شوکت سے شروع ہو گئی، مگر وعدے کرنے والے ہمارے اکابرین عین وقت  
پر جواب دے گئے۔ اور تشریف نہ لائے۔ اور بعد میں پتہ چلا کہ انہوں نے اس  
سستی کانفرنس کو ناکام کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔

آپ پوچھیں گے کہ آخر وہ کون تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اے دا اور محشر میرا نامہ اعمال نہ دیکھ

ان میں کچھ پر وہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

مجھے فکر ہو کہ اکابرین کے نہ آنے سے کہیں کانفرنس ناکام نہ ہو جائے۔ لیکن چھوٹوں کی

ایمان افزوں اور ولولہ انگیز تقریروں نے کسی کو یہ محسوس ہی نہ ہونے دیا کہ فلاں علامہ  
صاحب کہاں ہیں اور فلاں حضرت صاحب کیوں نہیں آئے۔

جناب مولانا علامہ محمد شریف صاحب شیخ الحدیث جامع منظر العلوم ملتان

صاحبزادہ سید حامد علی شاہ صاحب، مولانا علامہ محمد سلیم صاحب، مولانا محمد نصر اللہ

صاحب نیازی، مولانا محمد فاضل صاحب، مولانا سید عبدالرحمن شاہ صاحب۔

مولانا گامن شاہ صاحب۔ اور دیگر علمائے کرام غنیمت اصحابہ کے مقدس موضوع پر ایمان افروز اور باطل شکن تقریریں کیں۔ اور ایک قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ خلفائے راشدین سہری باب کو نصاب میں شامل کیا جائے۔ قرارداد اتنی وزنی تھی اور کانفرنس کا اثر تھا کہ حکومت نے اس باب کو نصاب میں شامل کرنے کا اعلان کر دیا۔

دوسری رات کو کانفرنس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شریف صاحب نے فرمائی۔ جنہوں نے پورے خلوص دل اور سنیت کے صحیح درد کے ساتھ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے ہمارا ساتھ دیا۔

(۸) میاں جنوں کے قریب ایک چک میں شیعہ مذہب کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں مولویوں نے صحابہ کرام کو بدنامی کا بیج بکھیرا۔ اس کے جواب میں مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۶۸ء میں سنی حضرات نے ایک جلسے کا انتظام کیا جس میں تردید شیعہ کے لئے مجھے دعوت دی گئی۔ میں مولانا سید منظور احمد صاحب کے ہمراہ اس چک میں پہچا اور رد شیعہ اور فضائل صحابہ کرام کے موضوع پر تقریر کی۔ کہ شیعہ دیک گئے۔ شاہ صاحب پوچھا جاسکتا ہے۔ اور صوفی اللہ رکھانعت خواں بھی میرے ساتھ تھے۔

(۹) مورخہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء پتوکی کے قریب علی پور میں شیعوں کے خلاف ایک جلسہ ہوا۔ مجھے بلایا گیا۔ میں نے شیعہ حضرات کی کتابوں سے شیعہ مذہب کا پردہ چاک کیا اور خلافت و امامت کے مسئلہ میں شیعہ حضرات کو قائل کیا۔ پتوکی کے مولانا صاحب بھی ساتھ تھے۔

(۱۰) مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء کو موضع بوسن ضلع ملتان میں میری تقریر کا موضوع فضائل صحابہ کرام اور تردید شیعہ تھا۔ صوفی محمد علی ملتانی نعت خواں۔ محمد یوسف بھٹائی نعت خواں صوفی اللہ نعت خواں اور سردار احمد شاعر بھی ساتھ تھے۔

53522



مولانا محمد صادق صاحب کو واضح ہوں کہ یہ جلسے کتاب خاک کر بلا کے بعد ہوئے ہیں مجھے تعجب اور حیرانی اس بات پر ہے کہ سبھی سنیوں کو تردید شیعہ کی ضرورت پڑتی ہے تو مجھے مسلمان اور پکاستنی سمجھ کر میری طرف دوڑتے ہیں۔ اور جو ب مطلب نکل جاتا ہے تو میری سنیت میں شک۔ اور پھر میں کافر کا کافر۔

اپنی مختصر تبلیغی سرگرمیوں کی مختلف سی بھلاک دکھانے۔ باطل سے ٹکرانے ہر میدان میں حتیٰ و صد اقت کی آواز بلند کرنے۔ اسلام کی عظمت۔ دین کی سر بلندی اور سنیت کی لاج رکھنے کی خاطر جیلوں میں جانے کا تذکرہ کرنے کا میرا مقصد صرف یہ ہے کہ عوام کو پتہ چل جائے کہ آج مجھ پر شیعہ ہونے کا الزام لگانے والے اور میری سنیت میں شک کرنے والے۔ اور میرے خلاف زہرا لگنے والے اصلی سنیت کے یہ تنگ نظر اور بزدل مولوی اپنے سروں پر مصنوعی تقدس کی چادر اور ٹھہ کر حجروں میں چھپ جاتے رہے ہیں۔ اور میں ہر میدان میں جان کی بازی لگا کر حتیٰ و صد اقت کی آواز بلند کرتا رہا ہوں۔ اور عوام کو یہ پتہ بھی چل جائے کہ اصلی سنیت صرف نعرہ غوثیہ لگانے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ باطل سے ٹکرانے کا نام بھی ہے۔ اور اصلی بریلویت صرف گیارہویں شریف کا علوہ کھانے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق سنانے کا نام بھی ہے۔ اور سروں پر بیویوں کے دوپٹے لے کر تقریریں کرنے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ اپنے سروں پر کفن باندھ کر دین کی عظمتوں کو بچانے کا نام بھی ہے۔ اور دوسروں پر غیر مہذب طریقے سے کھیڑا پھیلنے کا نام ہی نہیں ہے۔ اور کفر کی مشین چلانے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ محبت و پیار اور اخلاق و اخلاص سے غیروں کو اپنا بنانے کا نام بھی ہے۔

غرضیکہ میں نے دین کی سر بلندی۔ اسلام کی عظمت۔ اصحاب کرام کی آبرو اور سنیت کی لاج رکھنے کی خاطر ہر میدان میں کلمہ حق سنایا۔ قدم قدم پر باطل سے ٹکرایا

مجھ پر مصائب کے بہاؤ ٹوٹے۔ خونخاک طوفان بھی اٹھے۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت  
کیں۔ شاہی قلعہ میں بھی بند ہوا۔ اور پھانسی کی کوٹھڑی میں بھی بند رہا مگر میرے پاسے استقلال  
میں کبھی بھی لغزش نہ ہو سکی۔ اسی لیے کہ میں اصل سستی ہوں

میں طارق آباد کے سابقوں کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے قدم قدم پر میرا ساتھ  
دیا۔ اور جو ہر میدان میں سینہ سپر ہوتے رہے ہیں۔ اور جو میری خاطر اپنی طرف سے  
خروج کر کے میری ہر مصیبت میں میرے کام آتے رہے ہیں۔ یہ اصلی سستی تو میری گرفتاری  
کے بعد طارق آباد میں بھی ڈر کے بارے نہیں آتے تھے۔ کہ ہمیں ہم بھی نہ پکڑے جائیں۔

مولانا محمد صادق صاحب کو رمضان المبارک کا چاند جمعرات کو نظر نہ آیا تو گوجرانوالہ کے  
لوگوں کا جمعہ المبارک کا روزہ دن کو تڑوا دیا۔ اور دسمبر کے رغنائے مصطفیٰ کی  
اشاعت میں لکھدیا کہ جن مسلمانوں نے جمعہ کو روزہ رکھا ہے وہ گنہگار ہیں اور ان پر  
توبہ کرنی لازم ہے۔

پھر ایسے مولوی صاحب جو اپنے دامن میں حسد و بغض کے سوا اور کچھ نہیں رکھتے  
اور دوسروں کی پگڑی اچھالنے میں ہی اپنے سستی ہونے کا کمال سمجھتے ہیں اور جماعتی  
اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی تجاویز سوچتے رہتے ہوں۔ اور اپنی شربہ اندہ فطرت کی  
گراہ کن چالوں سے سنیت کے مقدس چہرے پر بدنام داغ لگائیں۔ اور قوم کو غلط  
فتوے دے کر پریشان کریں۔ پھر ایسے مولوی صاحب اہل سنت و جماعت کی پاک  
چادر پر ایک بدنام داغ نہیں تو اور کیا ہیں؟

افتخار الحسن



## پیش لفظ

کئے احسان فراموش ہیں یہ بد عقیدہ لوگ کہ انہیں بزرگانِ دین۔ اکابرینِ اسلام اور اولیائے عظام کی عظمت و تقدس پر سہ قیانا حملے اور انہیں کی شانِ پاک میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں۔ جن کی بدولت ہمیں دین و ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور ہم کی معرفت ہیں دامنِ اسلام ہاتھ آیا۔ اور جن کے صدقے ہم مسلمان ہوئے۔ اور جن کی طفیل متحدہ کفرستان ہند کے ظلمت کدہ میں اسلام کا نور پھیلا اور دین کی شمع روشن ہوئی۔

عمودِ غزنوی سے لے کر سراج الدولہ تک، خاندانِ غلاماں سے لے کر دورِ مغلیہ تک، اور قطب الدین ایبک سے لے کر محمد شاہ ظفر تک اس متحدہ ہندوستان میں سینکڑوں مسلمان بادشاہوں نے حکومت کی ان کے پاس لعل و جواہرات کے خزانے بھی ہوتے تھے۔ اور تخت و تاج بھی۔ شاہی جاہ و جلال بھی ہوتا تھا۔ اور شاہانہ شان و شوکت بھی۔

بابر کی ہیبت اور اکبر کے جلال کو کون نہیں جانتا۔ جہانگیر کی سلطوت اور شاہجہان کے تخت طاؤس سے کون واقف نہیں۔ شیر شاہ سوری کی فہمیت اور علاؤ الدین خلجی کی تلوار سے کس کو انکار ہے۔ اور اورنگ زیب کی قوت اور بہادر محمد شاہ ظفر کی بہادری میں کس کو شک ہے۔ اور یہ تو ٹھیک ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے راجوں اور



رانوں کو اسلام کی تیغ بڑال کے جوہر دکھائے۔ کسی نے رانا پرتاپ کو شکست دی اور کسی نے پرتھوی راجہ کے ہاتھوں کے لشکر کو پامال کیا کسی نے سیوا جی مرہٹہ کی گردن اڑائی اور کسی نے پانی پت کے میدان میں کفر کو شکست دے کر اسلام کا پرچم لہرایا۔

یہ سب کچھ ہوتا رہا اور ہندوستان کی تاریخ مسلمان بادشاہوں کے ایسے جنگی کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن تاریخ ہند میں یہ کہیں بھی نہیں بتاتا کہ کسی مسلمان بادشاہ نے کسی کافر کو مسلمان کیا ہو۔ اگر ہمارے مسلمان فرماؤں جنگی کارناموں کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ اور دین و مذہب کی نشر و اشاعت کی طرف بھی توجہ دیتے تو آج تقسیم ہند کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اور خیبر کے قلعہ سے لے کر اس کما ری تک سارا پاکستان ہوتا۔

اور آج جو ہندوستان اور پاکستان میں ہیں مہیں کر ڈر مسلمان نظر آتے ہیں یہ محمود غزنوی اور بابر کی تلوار کا نتیجہ نہیں ہے۔ اکبر و شاہ جہان کی قوت و طاقت کے طفیل نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان فقیروں کی پاک نگاہوں کا صدقہ ہے۔ ان درویشوں کی حق پرستی کی طفیل ہے۔ اور ان اولیاء اللہ کی تبلیغ اسلام کا مہون منت ہے جو اپنے دلوں میں توحید کی شان لے کر آئے۔ اپنے سینوں میں عشق مصطفیٰ لے کر آئے۔ ربی بعلوں میں قرآن اور اپنے ہاتھوں میں اسلام کی شمع لے کر آئے۔ اور جو شکر و سپاہ لے کر نہیں تیسع و مصطفیٰ لے کر آئے۔ جوشان و شوکت نہیں دین و ایمان کی قوت لے کر آئے۔ اور جو تخت و تاج لے کر نہیں بوریہ کے بستر اور کھدر کی ٹوپیاں پہن کر آئے اور پھر ان کی روحانی قوت و طاقت دین کے جاہ و جلال اور حق و صداقت کی ہیبت کے آگے ہندوستان کے سرکش انسانوں کی گردنیں جھک گئیں۔ اور کفرستان ہند کے ظلمت کدہ میں حق و اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ فصلاحت و گمراہی گئے و مذہبوں میں رشد و ہدایت کی شمع جل اٹھی۔ کفر و طغیان کی تاریکیوں میں نیکی و شرافت کے ستارے جگ اٹھے۔

پتھروں کے بجاریوں کے ذلوں میں رب کعبہ کی ہیبت پھیل گئی۔ اور سومات کے

بت نمانہ میں توجید و رسالت کے ڈنکے بجنے لگے

تلوار سے کسی کی گردن اڑا دینی کمال نہیں۔ محبت و اخلاق سے کسی کے دل پر حکومت کرنی کمال ہے۔ اور شکر و سپاہ سے کسی کو شکست دینی بہادری نہیں نگاہ فقر و درویشی سے کسی کے سر کو حق کے آگے جھکانا بہادری ہے۔ لاہور کے ایک سرکش راجے کے شاہی محلات میں اسلام کی شمع روشن کرنے والے داتا گنج بخش تھے۔ اور باطل پرست انسانوں کو حق کے آگے جھکانے والے حسن زنجانی تھے۔ اور اجمیر کے جوگی جے پال کی جادو کو اپنی لکڑی کی کھڑاؤں سے توڑ کر کلہ پڑھانے والے حضرت خواجہ معین الدین تھے۔ اسی لئے تو درویش لاہوری کہتا ہے۔ کہ:-

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

یہ تو ٹھیک ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان کے راجوں کو ہر میدان میں شکست دی اور قدم قدم پر کفر کے لشکرِ جزا کو تہ تیغ کیا اور یہ بھی درست ہے کہ وہ ہندوستان میں بڑی بڑی خوبصورت عمارتیں بنوا گئے۔ قطب مینار کی بلندی۔ دہلی کی جامع مسجد کے مینار اور شاہی قلعہ کے در و دیوار آج بھی مسلمانوں کے جاہ و جلال کے قیصدے پڑھ رہے ہیں۔ ہگرہ کے تاج محل کا ایک ایک حسین نقش آج بھی شاہ جہان کے ذوقِ سلیم کی داد دے رہا ہے۔ لاہور کی شاہی مسجد کی خوبصورت محرابیں آج بھی سلاطین اسلام کی شان و شوکت کا پتہ دے رہی ہیں۔ اور شالامار باغ کے چہکتے ہوئے پھول آج بھی مسلمان فرماؤں و افواہوں کی نفاستِ طبع کی خبر دیتے ہیں۔ یہ تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ مگر تاریخ ہند سے جب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ اس کفرستان میں اسلام کیسے پھیلا۔ تو جواب میں زخمود غزنوی کا نام آتا ہے۔ اور نہ بابر کا۔ نہ اکبر کا نام لیا جاتا ہے۔ اور نہ شاہ جہان کا۔ ہاں اگر نام آتا ہے تو حضرت شیخ حسن زنجانی کا۔ حضرت داتا گنج بخش کا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا۔ بہاؤ الدین زکریا ملتانی

کا اور حضرت مجدد الملت ثانی کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تو پھر میں ان اولیاء اللہ کی مقدس قبروں پر پھولوں کی پھاڑ کیوں نہ چڑھاؤں۔ جو بے سرو سامانی کے عالم میں آئے۔ بے سہارا آئے۔ بے وسیلہ آئے۔ تبسح و مصلیٰ کر آئے۔ اور اس کفرستان ہند میں اسلام کا پرچم لہرا گئے۔ باطل پرست انسانوں کو حق کے آگے جھکا گئے۔ اپنی پاک نگاہوں سے دلوں کو نور ایمان سے منور کر گئے۔ اور مورتیوں کے پجاریوں کو توحید و رسالت کی سیدھی راہ دکھا گئے۔ اور پھر میں خواجہ اجیری کے مزار اقدس کی چوکھٹا کو کیوں نہ چوموں جو اپنی دین و ایمان کی قوت سے نوے لاکھ انسانوں کو ملتہ بگوشیں اسلام کر گئے۔

اور ساتھ ہی ان بد عقیدہ مولویوں! بے ادب و اعظموں اور گستاخ خطیبوں کی جہالت و تعصب کا ماتم کیوں نہ کر دوں۔ جو اولیاء اللہ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں۔ اور بزرگان دین سے محبت و عقیدت رکھنے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں مقدس مہیسوں کے ذریعے اور انہیں اولیاء اللہ کی معرفت یہی دین و ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ تو پھر ان اولیاء اللہ کے اس احسان عظیم کو بھلا دینا احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ نبیوں میں سے کوئی نبی بھی ہندوستان نہیں آیا۔ خلفائے راشدین میں سے کوئی خلیفہ یہاں نہیں آیا۔ چار اماموں میں سے کوئی امام بھی نہیں آیا۔ تو پھر بھی آج اس خطہ ہند میں بیس کروڑ مسلمان نظر آتے ہیں۔ تو یہ بزرگان دین کی بدولت نہیں تو اور کس کی بدولت ہے؟

اگر نے تو ہندوستان میں ایک اپنے دین اکبری کی بنیاد رکھ کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی یہاں تک کہ پھر سورج کی پستش ہونے لگی تھی۔ اور دوسری کئی ایک رسومات کافرانہ جاری ہونے کے ساتھ ساتھ اکبر کو مسجد بھی ہونے لگا تھا۔



اور اگر اس نازک دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس ہستی فقر و درویشی کے لباس میں دین و ایمان کی قوت لے کر نہ اٹھتے تو بہت ممکن تھا کہ اولیاء اللہ کی سالہا سال کی تبلیغ دین و اسلام کی محنت خاک میں مل جاتی۔ اور ہندوستان کے وہ لوگ جو ان یقروں کے فیض روحانیت سے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے پھر مُرتد ہو جاتے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ ہمارے مسلمان بادشاہ شراب بھی پیتے تھے۔ اور رقص و سرود کی محفلیں بھی لگاتے تھے۔ ان میں شہنشاہی ٹھاٹھ باٹھ بھی تھی اور تخت و تاج کی شان و شوکت بھی۔ مگر ان میں دو صفات ایسی بھی تھیں کہ جن کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن ان کی نجات ہو جائے ایک تو وہ عادل و منصف تھے اور دوسرے یہ کہ وہ شرابی و ربابی اور کبابی تو تھے۔ مگر وہابی نہیں تھے۔

اکبر اگر وہابی ہوتا تو وہ ایک لڑکے کی آرزو لے کر ننگے پاؤں پیدل چل کر خواجہ سلیم چشتی کی قدم بوسی کے لئے فتحپور نہ جاتا۔ اگر سلطان حیدر علی دکن بد عقیدہ ہوتا تو ایک فرزند کی تمنائے کرسیا میں ٹیپو شاہ کی جو کھٹ نہ چومتا۔ اور پھر یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ شہزادہ سلیم جو بعد میں جہانگیر کے لقب سے مشہور ہوا حضرت خواجہ محمد سلیم رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے پیدا ہوا تھا۔ اور شیر دکن سلطان ٹیپو بھی سائیں ٹیپو شاہ رحمۃ اللہ کی دعا سے ہی پیدا ہوا تھا۔

اور پھر مولوی اشرف علی تھانوی بھی تو اپنے والدین کے مُرشد کی دعا ہی سے پیدا ہوا شمس الدین انیس حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا مرید تھا۔ اور حضرت خواجہ بختیار کاکی بھی قدم بوسی کیا کرتا تھا۔ اور ہفتہ میں دو دفعہ اپنے مُرشد کی زیارت کے لئے پیدل جایا کرتا تھا۔

(۱) تذکرہ مشائخ کرام تاریخ فرشتہ ص ۱۵۱

علاؤ الدین غلجی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے لنگر میں حصہ دیا کرتا تھا۔ اکبر حضرت خواجہ معین الدین کا معتقد تھا۔ اور آپ کے وصال پاک کے بعد آپ کے

مزارِ اقدس کی زیارت کے لئے پیدل جایا کرتا تھا۔

شاہِ رکنِ عالم ملتانى جب دہلی تشریف لے جاتے تو علاؤ الدین غلجی ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل آتا تھا۔ اور پانچ لاکھ روپے ان کی آمد سے پہلے اور پانچ لاکھ روپے ان کے جانے کے بعد غریبوں میں تقسیم کیا کرتا تھا۔

عمودِ نیرِ نوری نے سو منات کو فتح کرنے کی خاطر اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ابوالحسن ثرقانی کے قدم چومے۔

(۱) تذکرہ مشائخ کرام تاریخ فرشتہ ص ۱۵۷-۱۶۲

اور اپنے مرشد کا کرتہ بطور تبرک لے کر حملہ آور ہوا اور پھر اسی کرتے کی فیض فتح نصیب ہوئی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کی شانِ اقدس میں گستاخی دے ادبی کرتا ہے۔ اور ان کے روحانی فیوض و برکات اور باطنی کمالات و کرامات کا انکار کرتا ہے تو پھر اس میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے کہ ایسے بد عقیدہ لوگ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوًا وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ کی آیت پاک کا مسداق ہے۔

افتخار الحسن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ذکر و فکر

قرآن و حدیث نے ذکر و فکر کو ولایت و روحانیت کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ اور اس کو قربِ الہی کا ذریعہ بتایا ہے۔ تاکہ ایک طالب حق مسلمان ذکر و فکر کے ذریعے طہارتِ قلب، تزکیۂ نفس اور صفائیِ دل کر کے اپنی راہ سے وہ تمام کانٹے دور کرے جن میں اس کے ذہن کے اٹھنے کا ڈر ہو۔ اور پھر اسی ذکر و فکر کی معرفت وہ تمام مدارج طے کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

أُولَی الْأَلْبَابِ الذِّیْنَ یَذْکُرُونَ اللّٰهَ قِیَامًا وَرُقُوعًا وَآوَعَلَا  
جُنُوبِهِمْ وَبِتَأْفُکِهِمْ وَفِی مَخْلُوقِ السَّمٰوٰتِ وَآلِ الْأَرْضِ -

کہ وہ لوگ جو اٹھتے بیٹھتے اور کھڑے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور زمین و آسمانوں کی تخلیق کی حکمت پر غور و خوض کرتے رہتے ہیں۔ وہی لوگ صاحبِ بصیرت اور منزلِ حق کے متلاشی ہیں۔ اور پھر ارشادِ خداوندی ہے

أَلَا یَذْکُرُ اللّٰهُ تَطَهَّرَ مِنَ الْقُلُوبِ

کہ طینانِ قلب اور سکونِ دل کو دنیا کی عیش و عشرت میں۔ دنیا کے باغ و بہار میں۔ محلوں اور کونٹیوں میں۔ سوسے اور چاندی کے خزانوں میں اور تخت و تاج میں تلاش کرنے والا طینانِ قلب ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے۔ اور طینانِ قلب ہی ولایت

ہے۔



یہ ہم نے اپنا ذکر کرنے اور یاد کرنے والوں کے لئے انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

فَاذْكُرْ ذُنِي اَذْكُرْكُمْ — کہ اے بندو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور جب کوئی مسلمان اللہ کے ذکر کے ذریعے اس مقام پر پہنچ جائے کہ خود خدا تعالیٰ ہی اس کو یاد کرنے لگے تو پھر اس کے دل ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ بلکہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں۔

اللَّهُ اللَّهُ كُفْتُ اللَّهُمِّي شُور

اين سخن حق است باللہ می شود

کہ اے مسلمان تو اتنا اللہ اللہ کر کہ خود اللہ ہو جا۔ اور پھر مولانا تاج محمد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اللہ اللہ کرنے والا خود اللہ ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک طالب حق اور سالک راہ حقیقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ کے اتنا قریب ہو جاتا ہے۔ کہ خود تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان بن جاتا ہے۔ وہ انوں سے سنتا ہے۔ وہ اس کی آنکھیں بن جاتا ہے۔ وہ ان آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ وہ اس کے ہاتھ بن جاتا ہے۔ وہ ان ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ اور وہ اس کے پاؤں بن جاتا ہے۔ وہ اس کے پاؤں سے چلتا ہے۔ اور جب کوئی ایسا مقرب الہی خدا تعالیٰ سے کوئی سوال کرتا ہے۔ تو خداوند کریم اس کو وہ چیز عطا کر دیتا ہے

شکوٰۃ شریف ص ۱۹۷

فَمَا يَنْزِلُ عَبْدِي يُتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَابِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتَهُ فَكُنْتُ  
مَتَمِّعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَيُبْصِرُ بِهِ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَّ الْأَيْدِي  
يَبْطِشُ بِهِ وَيَسْجُلُهُ السَّمِيُّ بِهَا وَإِنْ سَأَلْتَنِي لِأَحْطِيتَهُ

اور یہ وہی مقام ہے جسے اہل تصوف فنا فی اللہ کا مقام کہتے ہیں، اور جس مقام پر شیخ منصور انا الحق اور حضرت ہائزید بسطامی صُبْحَانِي مَا أَعْظَمَ شَانِي پکار اُٹھتے ہیں، چنانچہ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَبْلَكَ اَنَا الْحَقُّ مِيْلُوْيد منصور کجا بود خدا بود خدا

کہ جس وقت منصور نے کہا تھا کہ میں خدا ہوں تو اس وقت منصور، منصور نہیں تھا، بلکہ خدا تھا۔ یعنی شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر خدا بول رہا تھا، اور کسی کی زبان پر خدا تعالیٰ کا بولنا قرآن و حدیث اور نقل و عقل سے ثابت ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عَصَا. کہ اللہ تعالیٰ عمر کی زبان پر بولتا ہے۔

پت سورة طہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی پلک کو ساتھ لے کر مدین سے مصر کی طرف واپس جا رہے تھے۔ رات اندھیری تھی۔ راستہ نظر انہیں آتا تھا۔ اور آتا بھی کیوں۔ جب کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنے سوا تمام راستے بند کر دئے تھے۔ اور پھر جس چیز کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ضرورت تھی اس چیز میں سے بول اٹھا۔ یعنی آگ سے

اِنِّیْ اَنَا نَبِیُّکَ۔ کہ تحقیق میں تو تیرا رب ہوں۔ پت سورة القصص  
من الشجرة ان ینمونی انی انا اللہ رب العالمین۔

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کبھی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں سے ہو کر کبھی درخت کی شاخوں میں سے بول سکتا ہے۔ اور کبھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر کلام کرتا ہے تو پھر اگر وہ کبھی کسی ولی کی زبان پر بھی بول سکتے تو کون سا تعجب ہے۔

مولانا دکنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پھول روا باشد انا اللہ از درخت

کے روا بود کہ گوید نیک بخت

کہ جب اللہ تعالیٰ کا درخت کی شاخوں میں سے کہنا کہ میں اللہ ہوں ثابت ہے،  
تو پھر اس کا کسی ولی اور اپنے مقبول بندے کی زبان پر سے انا الحق فرمادینا بھی درست  
اور ٹھیک ہے۔

ممكن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ فرعون نے بھی انا ربکم اولا علی  
کہا تھا۔ اور شیخ منصور نے بھی انا الحق فرمایا تھا۔ تو دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ کہ میں  
خدا ہوں۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بات فرعون کہے تو وہ کافر و بے دین اور  
وہی بات منصور کہے تو وہ ولی و غوث ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ فرعون و  
منصور کے کہنے میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ مگر دونوں کی نیتوں میں بڑا فرق تھا۔ وہ  
یہ کہ فرعون نے ..... جب یہ کہا تھا کہ میں خدا ہوں تو اس کی نیت یہ تھی کہ میں ہی  
میں ہوں۔ وہ نہیں ہے۔ اور شیخ منصور نے جب کہا تھا کہ میں خدا ہوں تو اس کی نیت  
یہ تھی کہ وہی ہے میں نہیں ہوں۔ اور اپنے آپ کو اپنے مالک حقیقی کے آگے نالود کر دینا  
ہی ولایت ہے۔

یہ دل تجھ پر خدا ہے میں نہیں ہوں

اسی کی سب خطا ہے میں نہیں ہوں

کہا میں نے کہ تو نے مار ڈالا کہا میری ادا ہے میں نہیں ہوں

مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۲۔ ابن ماجہ شریف ص ۲۶۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ فَإِذَا ذَكَرَنِي

فِي نَفْسِي ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِذَا ذَكَرَنِي فِي صَلَاةٍ ذَكَرْتُهُ فِي صَلَاةٍ



## خَيْرٌ مِنْهُمْ

اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے فرشتوں کی محفل میں یاد کرتا ہوں۔ جو انسانوں کی محفل سے بہتر محفل ہے۔

نزدہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۴۹۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا حَبِيبُ اِلٰى مَنْ دُنِيََا كَمَا تَلَّثَّ لِسَانُ ذَاكِرٍ وَ قَلْبُ شَاكِرٍ وَ جَسَدٌ عَلٰى الْبِلَاءِ صَابِرٌ۔ کہ مجھے دنیا کی تین چیزیں بہت پیاری ہیں۔ میرا ذکر کرنے والی زبان، میرا شکر کرنے والا دل، اور مصیبت میں صبر کرنے والا جسم۔

امام الانبیا علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں ایک انبیاء کے ساتھ گذرا مُغِيبٌ نِيْ تُوْبِ الْعَرْشِ کہ وہ عرش الہی کے نور میں چھپا ہوا ہے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہے؟ کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟ جواب ملا نہیں میں نے پھر پوچھا کہ کیا کوئی نبی ہے؟ جواب ملا نہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ پھر یہ خریہ کون ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا۔

هٰذَا سَاجِدٌ كَانَ فِي الدُّنْيَا لِسَانُهُ سَطْبٌ لِيَذْكُرَ اللّٰهَ وَ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ۔ کہ یہ ایک ایسا آپ کا اُمتی ہے کہ دنیا میں اس کی زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہتی تھی۔ اور اس کا دل ہر وقت مسجدوں کے ساتھ معلق رہتا تھا۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۹ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا بِكُلِّ شَيْءٍ صِفَا لَةِ الْقَلْبِ ذَكَرُ اللّٰهِ کہ ہر شے کو صاف کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے۔ اور دل کو صاف کرنے والی شے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۹ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم

علیہ السلام نے فرمایا۔

اِذَا صَدَرْنَا تَحْتِ بَدِيَا حَيْضِ الْجَنَّةِ فَانْتَعِمُوا۔ کہ جب تم جنت کے باغ سے گذرو تو اس کی طرف دوڑو۔ اور اس کی خوشبو سے لذت حاصل کرو۔ غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اس دنیا میں جنت کا باغ کون سا ہے۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا حَلَقُ الذِّكْرِ کہ اللہ کا ذکر کرنے والی مجلس جنت کا باغ ہے۔ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن فجر کی نماز پڑھ کر مسجد سے گھر آ رہا تھا۔ کہ میں نے راستے میں ایک حسینہ و جمیلہ اور جوان عورت کو دیکھا۔ جس کا لباس تو شاہانہ تھا۔ مگر سر اور پاؤں سے نشگی تھی۔ اور مستانہ وار چلی آ رہی تھی۔ اگر میں نے نورانی کامشاہدہ نہ کیا ہوتا تو اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر میں مفتون و مجنون ہو جاتا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ جب وہ عورت میرے قریب آئی تو میں نے اس سے کہا (اے زن سر بپوش) کہ اے عورت اپنے سر کو ڈھانپ لے۔ تو اس عورت نے جواب دیا (اے شیخ کی خوشترنگ سر نہی پوشد) کہ اے شیخ خوبصورت بھول کہی سر کو نہیں ڈھانپتا! شیخ فرماتے ہیں میں نے پھر اس سے کہا

(ہر کہ تو بیند فریفتہ شود) کہ جو بھی تجھے دیکھے گا فریفتہ ہو جانے گا۔ تو اس عورت نے جواب دیا۔

(شیخ دروغ میگوئی ہر کہ مارا بیند سوختہ شود) کہ اے شیخ تو بھوٹ کہتا ہے جو کوئی مجھ کو دیکھے گا جل جائے گا شیخ فرماتے ہیں کہ میں اس عورت کی عارفانہ گفتگو سنی کہ جذب و مستی میں پکارا تھا اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ تو وہ عورت اللہ کا نام سن کر گر پڑی۔ تڑپا اور خاکستر ہو گئی۔ اور پھر ہر طرف سے میرے کانوں میں یہ آواز آنے لگی۔ کہ (صد آفریں اے دامن پوش کہ جا کتر دستار بندارن سبقت بڑوی) کہ آفرین ہے تجھ پر اے اپنے درد سوز اور عشق حقیقی کو چھاننے والی تو بہت سے

مردوں پر بازی لے گئی۔

شیخ شبلی فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ الہی میں عرض کی کہ یا مولیٰ یہ کیا ماجرا ہے۔  
جواب ملا۔ اے شبلی اس عورت نے پہلی بار میرا نام سنا تو عاشق ہوئی۔ دوسری بار  
سنا تو بے ہوش ہو گئی۔ اور تیسری بار میرا نام سنا تو مجھ پر قربان ہو گئی۔

یہ ہے وہ درد و سوز! جذب و مستی اور عشق حقیقی کی آخری منزل۔ اور  
یہ ہے ذکرِ الہی کی تاثیر جس کو حاصل کرنے کے لئے عارف لوگ اور فقیرانِ بے نوا  
اپنی سازی زندگی گوشہ نشینی اور چٹکشی میں گزار دیتے ہیں۔ اور یہی وہ درد و سوز  
ہے جس کے لئے شیخ عطار بارگاہِ رب العزت میں التجا کرتے ہیں۔

کفر کافر اور دین دیندار را

قطرہ در دل عطار را

کہ اے میرے مولا کافر کو کفر اور دین دار کو دین دے دے اور شیخ عطار  
کے دل میں اپنے عشق کے درد کے دریا سے ایک قطرہ عطا کر دے۔

حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے۔ راستے میں  
انہوں نے دیکھا کہ ایک زاہد مصیبت پر بیٹھا ذکرِ الہی میں مشغول ہے۔ شیخ آگے گزر  
گئے۔ جب واپس آئے تو اس زاہد کو پھر ذکرِ الہی میں مشغول دیکھا۔ آپ نے اپنے  
مریدوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (اے زاہد) چہ بقی بقی و حق حق میکنند) مرید تو  
خاموش رہے۔ مگر وہ زاہد بھڑک اٹھا۔ اور کہنے لگا اے شبلی میں تو تجھے صالحین  
میں سے سمجھتا تھا۔ لیکن تو تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر تم کامل ہوتے تو ایسا بے ادبی کا کلر  
ہرگز نہ بولتے۔

شیخ شبلی نے فرمایا کہ تو کس کا ذکر کر رہا تھا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا۔ شیخ نے  
فرمایا کہ افسوس ہے تیرے اللہ اللہ کرنے پر۔ کہ بقی بقی کے لفظ سے تو بھڑک اٹھا ہے



مگر اللہ کے نام کی عظمت نے تجھے بے قرار نہیں کیا۔ اور تیرے دل میں اتنی عشق نہیں  
 بھڑکی۔ وہ زاہد شیخ شبلی کے قدموں میں گر پڑا۔ اور معافی مانگی۔ اور عرض کی یا شیخ  
 مجھے بھی یہ درد سوز اور عشق و مستی عطا کر دے۔ شیخ شبلی نے فرمایا۔ تین بار کہو اللہ  
 اللہ اللہ۔ اس زاہد نے کہا اللہ اللہ اللہ توجیبہ و دستار پھینک کر اور کپڑے  
 پھاڑ کر دیوانوں کی حالت میں صحرا میں اللہ اللہ کہتے ہوئے دوڑنے لگا۔ مولانا  
 رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ۵

منزلِ اویر نہ بانِ اولیاست  
 در دلِ او روز و شب یادِ خداست  
 چشمِ او بر غیر ہرگز و آنہ شد  
 قطرہٴ او جز سونے دریا نشد

ذکرِ الہی کی حقیقت! یادِ خداوندی کا سرور! اللہ اللہ کرنے کا پھل اور  
 شرابِ عشقِ دستی کے اس نشے پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی  
 ہے کہ ذکرِ الہی نہ صرف قربِ خداوندی کے ایک وسیلہ اور بارگاہِ ایزدی تک  
 رسائی حاصل کرنے کے لئے ایک قرینہ اور حریمِ کبریات تک پہنچنے کے لئے ایک  
 میسرھی ہے۔ بلکہ ہر دکھ کا علاج بھی ہے۔ اور ہر درد کا دوا بھی۔ اور ہر مشکل کا  
 حل بھی ہے۔ اور ہر مصیبت کا چارہ بھی۔ اور بے سہاروں کا سہارا بھی ہے  
 اور بے چاروں بے آسروں کا آسرا بھی ہے اور بے وارثوں کا وارث بھی۔  
 یہاں تک کہ میدانِ جہاد میں لڑنے والے مسلمانوں کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ اے  
 ایمان والو۔ جب تم کفر کے مقابلے میں جاؤ۔ تو ثابت قدمی سے لڑو۔ واذکر اللہ  
 کثیروا لعدتکم ثقلیون۔ اور میدانِ جہاد میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا  
 ذکر کرو۔ اور خدا کو یاد کرو۔ پھر فتح بہا رہی ہے۔

مسلمان تو رہا مسلمان۔ اگر کسی کافر کی زبان سے بھی چاہے بھول کر ہی اس کا نام نکل جائے تو اس کی رحمت و بخشش اور اس کا لطف و کرم اس کافر کو بھی جواب دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ منطق الطیر میں اور منزلت المجالس جلد ۱۹ میں علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

یک شبے جبریل اندر سدرہ بود

نیک لبیک ز حضرت می شنود

کہ ایک رات حضرت جبریل علیہ السلام اپنے مقام سدرہ پر بیٹھے تھے۔

کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز سنی

لَبَّيْكَ يَا عَبْدِي۔ کہ اے میرے بندے میں حاضر ہوں، حضرت جبریل

علیہ السلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خداوند کریم جس کو آوازیں دے رہا ہے شاید وہ کوئی ولی ہے یا نبی۔ پھر جبریل علیہ السلام کے دل میں اس بندے کو

دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو اس نے پر واز کی مسجدیں دیکھیں۔ کعبہ دیکھا۔ اور بیت المقدس

بھی دیکھا۔ مگر وہ بندہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔ پھر خدا تعالیٰ نے پوچھا اے جبریل آج

کس کی تلاش ہے؟ عرض کی۔ اے رب العالمین! میں تیرے اس بندے کو

دیکھنا چاہتا ہوں جس کو تو آوازیں دے رہا ہے۔ خداوند کریم نے فرمایا۔ جبریل

اگر میرے اس بندے کو دیکھنا چاہتے ہو تو ہندوستان کے فلاں بٹ خانہ میں

چلے جاؤ! جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ یا مولا بٹ خانہ میں کیوں؟ فرمایا

اس لئے کہ میرا وہ بندہ بٹ کے آگے سر جھکا کر فریاد کر رہا تھا۔ یا صَنَمِی

یا صَنَمِی۔ کہ اے بٹ۔ اے میرے بٹ۔ اور وہ پتھر کا بنا ہوا بٹ خاموش

تھا۔ لیکن غلطی سے اس کی زبان سے نکل گیا۔ یا صَمَدِی۔ اے میرے رب۔

تو میں نے فوراً اس کو جواب دے دیا ہے۔ لبَّيْكَ يَا عَبْدِي۔ کہ اے

میرے بندے میں حاضر ہوں۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کی اسے رب العالمین اس بندے نے ہزار بار  
اپنے بت کو پکارا تو وہ نہیں بولا۔ مگر تجھے غلطی سے ایک بار اس نے پکارا ہے۔  
تو تو بول اٹھا ہے؟ تو جواب آیا۔

گراں درگہ ماشو دیندرو

پس آنکہ چہ فسوقی صنم تا سمد

کہ اے جبریل اگر وہ ہمارے دروازے سے بھی مایوس ہو جاتا اور اگر میں  
بھی نہ بولتا تو پھر مجھ میں اور اس بت میں کیا فرق رہ جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا اس بندے کو جواب دینا اس لئے بھی ضروری تھا کہ وہ خود  
قرآن پاک میں اعلان کر چکا ہے۔ فَادْكُرْ ذُنُوبِي اَذْكُرْ كُذْمًا - کہ تم مجھے  
یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

نزہت المجالس میں اس طرح ہے۔ فَقَالَتْ الْمَلَائِكَةُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا  
صَمًّا ذَهْرًا اطْوِيْلًا فَلَمْ يُجِبْهُ وَدَعَاكَ مَرَّةً وَاحِدَةً فَاَجَبْتَهُ  
فرشتوں نے عرض کی یا اللہ العالمین اس بندے نے ایک طویل مدت تک اس بت کو  
پکارا تو اس نے جواب نہیں دیا۔ اور تجھے صرف ایک بار ہی پکارا ہے تو تو نے جواب  
دے دیا ہے تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے فرشتو۔ اگر اس کے پکارنے پر میں  
بھی جواب نہ دیتا قَاتِي الْقَدْحِ بَيْنَ الْعَتَمِ وَبَيْنَ الْعَمْدِ لَوْ بَعْرَ عَنَمٍ اور  
صد میں کیا فرق رہ جاتا۔ نہ دنیا محبت تو حضرت یوسف علیہ السلام سے کرتی  
تھی۔ مگر پوجا بت کی کرتی تھی۔ وہ مصر کے بادشاہ بن گئے۔ اور یہ جنگل میں  
ایک گلیا میں بیٹھی بت سے فریاد کرتا ہے۔ کہ مجھے یوسف سے ملا دے۔  
مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ دنیا محبت کیا۔ نہ بت کی۔ اور تانا



گیا اور راج گیا۔ حکومت گئی اور بادشاہت گئی۔  
 جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا مولا یہ کسی دنیا دار کی محبت میں نہیں۔ بلکہ  
 تیرے پیغمبر کی محبت میں اپنا سب کچھ لٹا بیٹھی ہے۔ اور تیرے رسول کے عشق میں فنا  
 ہو گئی ہے۔ اسے یوسف ملا دے۔

جواب آیا۔ جبریل! یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر یہ دعویٰ تو کرتی ہے یوسف کی محبت  
 کا۔ اور پوچھا کرتی ہے پتھر کی یوسف کیسے ملاؤں۔ زینجانے ایک بدت تک بت کو  
 سجدے کئے۔ اُسے پکارا۔ فریاد کی۔ مگر یوسف علیہ السلام نہ ملے۔ آخر ایک دن  
 غصے میں آ کر بت کو توڑ کر بارگاہِ رب العزت میں سر بسجود ہو گئی۔ اور عرض کی اے  
 حضرت یوسف علیہ السلام کے بنانے والے۔ تو سچا رب ہے۔ اور غفور رحیم ہے  
 تو حاضر و ناظر ہے۔ اور دکھیوں کی فریاد کو سننے والا ہے۔ تجھے واسطہ اپنی خدائی  
 کا۔ مجھے یوسف ملا دے۔ بس پھر کیا تھا ادھر زینجانے بت کو توڑ کر بارگاہِ خداوندی  
 میں سجدہ کیا۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری آگئی۔ اور جب سواری زینجا  
 کی کینا کے قریب آئی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ یا پیغمبر خدا کا حکم ہے کہ آج  
 زینجا کو مل کر جانا ہے۔ جب تک زینجا بت کو پوچھتی رہی اور اس کے آگے فریاد کرتی  
 رہی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نہیں ملے۔ اور جب بت کو توڑ کر اور معبودِ باطل سے منہ  
 موڑ کر بارگاہِ رب العزت اور معبودِ حقیقی کے حضور میں سر بسجود ہو گئی تو ایک ہی فریاد  
 سے حضرت یوسف علیہ السلام بھی مل گئے۔ آنکھوں کی بنیائی بھی لوٹ آئی۔ جوانی واپس  
 آگئی۔ اور تخت و تاج بھی مل گیا۔ اسی طرح جب تک کوئی گستاخِ ملامتِ عقیدگی کے بت کو  
 نہ توڑے گا۔ نہ خدا ہی مل سکتا ہے۔ اور نہ مصطفیٰ ہی۔

وہ بے نیاز مالک ہے۔ اگر رحمت و بخشش پر آجائے تو ایک کافر و بے دین  
 کی بھی ایک ہی فریاد سے اس کے دل سے کفر و بے دینی کے غبار کو مٹا کر اس میں دین و اسلام

کی شمع روشن کر دیتا ہے اور اگر قہر و غضب میں آجائے تو کسی مسلمان زاہد و عابد کی بھی ہزار سال کی عبادت فنا کر کے اس کو اپنے دروازے سے دور پٹھا دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بے نیاز مالک نہ تو کسی کے مال و دولت کو دیکھتا ہے۔ اور نہ ہی کسی کی شان و شوکت کو۔ نہ ہی کسی کی شکل و صورت کو دیکھتا ہے اور نہ ہی کسی کی ریاضت و عبادت کو۔ بلکہ وہ تو اپنے بندوں کے دلوں کی نیتوں کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ امام الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صَوْرِكُمْ وَلَا إِلَى أَمْوَالِكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَنْظُرُ  
إِلَى نِيَّةِ قُلُوبِكُمْ

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر جا رہے تھے۔ کہ راستے میں ایک چرواہے کو دیکھا جو زمین پر لیٹا ہوا ہے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہہ رہا ہے۔ کہ اے میرے اللہ تو اگر مجھے مل جائے تو میں تیرے بالوں میں کنگھی کروں۔ تیرے کپڑے دھوؤں۔ اور تیری جوتیاں صاف کروں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آگیا۔ اور اس چرواہے کو تھپڑ مار دیا۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ اور حالت غصہ تھی۔ وہ چرواہا خاموش رہا۔ مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر پہنچے اور خدا تعالیٰ کو پکارا تو کوئی جواب نہ آیا۔ عرض کی یا باری تعالیٰ آج اس خاموشی کا سبب کیا ہے؟ تو جواب آیا۔

وحي آمد سوئے موسیٰ از الہ

بندہ مارا چرا کردی جدا

کہ اے ہمارے کلیم تو نے اس چرواہے کو جو ہمارا ایک مقبول بندہ تھا اور جو مجھ سے باتیں کر رہا تھا ہم سے کیوں جدا کر دیا ہے۔ اور اسے تھپڑ کیوں مارا ہے۔

تو برائے وصل کردن آمدی  
 لئے برائے فصل کردن آمدی  
 کہ تجھے تو اس لئے بھیجا ہے کہ تو مجھ سے بچھڑے ہوئے میرے بندوں کو ملائے  
 نہ اس لئے کہ جو مجھ سے ملے ہوئے ہیں تو ان کو جدا کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا مولا وہ تو تیری شان پاک میں بے ادبی  
 اور گستاخی کر رہا تھا۔ تو بقول عارفِ رومی خدا تعالیٰ نے جواب دیا  
 عاشقان را ہر نفس سوزیدنی ست  
 بردہ ویراں خراج و عشر نیست

کہ اے کلیم اللہ وہ لوگ جو میرے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں ان کی قسمت میں ہر وقت  
 آتشِ عشق میں جلنا لکھا ہے۔ اس لئے ان پر آداب کی پابندی لازم نہیں آتی۔ عارفِ  
 رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی لطیف اور پیارے انداز میں مثال دے کر فرماتے  
 ہیں کہ جس طرح کسی اُجڑی ہوئی بستی پر خراج و عشر نہیں ہوتا۔ اسی طرح عاشقانِ الہی  
 غلبہٴ حال میں مرفوع القلم ہوتے ہیں۔ اور وہ احکام ظاہری کے مکلف نہیں ہوتے۔  
 خراج اور عشر میں یہ فرق ہے کہ خراج کافر رعایا سے بطورِ حق حکومت لیا  
 جاتا ہے۔ اور عشر مسلمان کا شتکار سے لیا جاتا ہے۔ جو زکوٰۃ کی طرح داخل عبادت ہے  
 عارفِ رومی پھر دوسری وجہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ

گر خطا گوئد و راحت طی ملو

گر شود پُر خوں شہیدالِ رامشو

خوں شہیدالِ رازآبِ اولیٰ تراست

این خطا از صد صوابِ اولیٰ تراست

یعنی اگر کوئی عاشقِ الہی کوئی غلط بات بھی کہدے تو اس کو خطا وار نہ کہو۔ جیسے کہ



حکم ہے کہ اگر شہید خون میں لت پت بھی ہو تو اس کو دھویا نہ جائے۔ اور جس طرح خون شہیدوں کے لئے پانی سے بھی بہتر ہے اسی طرح وہ خطا جو عاشق الہی سے سرزد ہو گئی ہو سینکڑوں صحیح باتوں سے بہتر ہے۔

مطلب یہ کہ خون اگرچہ نجس و ناپاک ہے۔ اور نجس و ناپاک کو پاک کرنے والا پانی ہے۔ مگر شہید کا رتبہ اس قدر بلند ہے کہ اس کا خون نجس و ناپاک ہونے کے باوجود پانی سے بہتر ہے۔ اسی طرح خطا اگرچہ خطا ہے مگر جب ایک اللہ کے عاشق سے سرزد ہو جائے اور وہ بھی غلبہ عشق میں اور جذب و مستی کی حالت میں ہو تو اس کا عشادل کی وہ کیفیت ہے جو عام کیفیات سے ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے یعنی عشق الہی اور جذب و مستی۔ لہذا وہ خطا بھی ہزاروں صحیح باتوں سے بہتر ہے۔

عارف رومی پھر ایک اور مثال دے کر اس جرواہے کی خطا کو رفع کرتے ہیں کہ :-

در درون کعبہ رسم قبلہ نیست

چہ غم از خواص را پا چیدہ نیست

مطلب یہ کہ حریم کعبہ سے باہر تمام روئے زمین پر نماز پڑھنے والوں پر فرض ہے کہ وہ کعبہ کی طرف رخ کریں، لیکن جو شخص کعبہ کی چار دیواری کے اندر داخل ہو جائے، اس پر جہت و سمت اور قبلہ رخ ہونا فرض نہیں ہے۔ اس کو اجازت ہے کہ جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کوئی دوست اور حریم یار سے باہر ہے وہ تو آداب و قواعد کا پابند ہے۔ لیکن جو حریم دوست میں داخل ہو جائے وہ کسی آداب و قواعد کا پابند نہیں ہے۔

..... ہوتی پہننے کا وہی پابند ہے جو زمین پر چلے، اور جو دریا میں ترق

ہو رہا ہو اس کو جوتی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح جو عشق الہی کے دریا میں غرق ہو دلا ظاہری آداب کا پابند نہیں ہے۔ ان تمام مثالوں سے عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اس چرواہے کی یہ گفتگو کہ اے اللہ تو اگر مجھے مل جائے تو میں تیرے کپڑے دھوؤں۔ تیرے سر پر کنگھی کروں۔ اور تجھے شربت پلاؤں۔ عشق الہی اور غلبہٴ حال میں تھی۔ اور وہ جذبِ مستی کے عالم میں تھا۔ اور دریائے وحدت میں گم ہو چکا تھا۔ اور معرفتِ الہی اور عشقِ خداوندی کے سمندر میں غرق ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کی یہ ظاہری خطا خطا نہیں تھی۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو صوفیا کرام سالک و مجذوب کہتے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی ہستی کو مٹا کر اور اپنی ذات و صفات کو عشقِ الہی میں فنا کر کے دریائے وحدت میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں کے متعلق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۶، مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۶۹۔ رَبِّ اشْعَثْ فَنُوعُ بِالْأَبْوَابِ نَسُوا قَسْحًا عَلَى اللَّهِ لَا بَدَاءَ۔ کہ میری اُمت میں کچھ ایسے درویشانِ مست اور فقیرانِ بے نوا بھی ہوں گے جن کے لباس پٹے ہوئے اور بال بکھرے ہوئے ہوں گے۔ لوگ ان کو گایاں دیں گے۔ پتھر ماریں گے اور اپنے دروازوں سے ٹھکرائیں گے اور ان کی ظاہری کیفیت خستہ حال ہوگی۔ مگر باطن میں وہ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوں گے اور بارگاہِ رب العزت میں اتنے مقبول ہوں گے۔ کہ اگر وہ کسی بات پر قسم بھی کھالیں گے تو خدا وید تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دے گا۔ یعنی اگر وہ قسم کھالیں گے کہ کل بارش ہوگی تو خدا ضرور بارش برسا دے گا۔ وہ قسم کھالیں کہ فلاں کے گھر لڑکا پیدا ہوگا تو خدا لڑکا ہی عطا کرے گا۔ اور اگر وہ جذبِ مستی میں آئے کہہ دیں تو بہاڑ پھٹ جائیں۔ دریاؤں کی روانی ختم جائے۔ آئی ہوئی موت ٹل جائے۔ مُردے جی اٹھیں۔ بیماروں کو شفا مل جائے۔ دکھیوں کے دکھ دور ہو جائیں۔ اور بلائیں دُور ہو جائیں۔

عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ مشنوی شریف میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک سارنگی بجانے والا تھا جو اپنی مسحور کن آواز اور سارنگی  
کی دلخیزبائی سے لوگوں کو خوش کر کے اپنی گزراوقات کیا کرتا تھا۔ جب وہ بوڑھا  
ہو گیا اور اس کی آواز میں درد و سوز اور سارنگی بجانے میں وہ خوش نوائی نہ رہی۔ اور  
بے روزگاری سے ایک ایک ٹکڑے کا محتاج ہو گیا تو پھر اس نے بارگاہِ رب العزت  
میں عرض کی۔

گفت عمر و مہلتم دادی بے

لطف ہا کردی خدا یا باخسے

کہ اے اللہ تو نے مجھ کو بہت عمر اور مہلت بخشی اور اس کیلئے کے ساتھ  
بہت ہی لطف و کرم فرمایا۔ یہاں تک کہ میں ستر سال تک برابر گناہ کرتا رہا۔ مگر  
تو نے ایک دن بھی میری روزی کو بند نہ کیا۔ اور اب میں  
نیست کسب امروز ہمان تو ام  
چنگ بہر تو زخم کاں تو ام

روزی کمانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اس لئے آج میں تیرا مہمان ہوں۔ اور  
آج تک تو تیری مخلوق کو سارنگی سناتا رہا ہوں مگر آج تیرے لئے بجاتا ہوں اور  
تجھے سناتا ہوں۔ اتنا کہہ کر

چنگ را برداشت و شد اللہ بو

سوتے گورستانِ طیبہ ۴۵ گو

اس نے سارنگی کو اٹھایا اور مدینہ پاک کے قبرستان کی طرف آہیں بھرتا ہوا  
چل دیا۔ اور یہ کہتا جاتا تھا کہ آج سارنگی بجانے کا انعام اپنے رب سے لوں گا۔  
کیوں کہ وہی ناکارہ چیزوں اور گنہگاروں کو معاف کرنے والا اور قبول کرنے

والا ہے اور پھر اسے بڑی دیر تک سارنگی بجائی۔ اور روتے روتے سارنگی کو سر ہانے رکھ کر ایک قبر پر گر پڑا۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحتِ خلافت پر بیٹھے ہوئے تھے کہ

بانگ آمد عمر را کای عشر

بندہ مار از حاجت باز نخر

بندہ داریم حاصی و محترم

سوئے گورستان تو رنجہ کن قدم

کہ ان کے کانوں میں یہ آواز آئی کہ اے عمر اٹھو اور ہمارے ایک بندے کی حاجت کو پورا کرو۔ یہ بندہ ہمارا خاص اور مقبول بندہ ہے۔ فوراً اٹھو اور مدینہ پاک کے قبرستان میں جاؤ۔

اے عمر! برجز بیت المال عام

ہنقصد دینار بر کف نہ تمام

اور اے عمر اٹھو اور بیت المال عام سے سات سو دینار لے لو اور میرے اس مقبول بندے کو دے کر کہو کہ تو ہمارا مقبول بندہ ہے۔ اور اس انعام کو قبول کر۔

پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدائے غیبی سے چونک پڑے اور اس خدمت کو سرانجام دینے کے لئے سات سو دینار لے کر قبرستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ قبرستان میں سوئے اس بوڑھے سارنگی بجانے والے کے اور کوئی بھی نہیں ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیران ہوئے کہ مجھے تو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا وہ بندہ میرا خاص و محترم ہے۔ بھلا یہ سارنگی بجانے والا بوڑھا کیسے برگزیدہ اور مقبول ہو سکتا ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ



پھر یہ سوچ کر کہ جب خداوند تعالیٰ اپنی رحمت و بخشش سے اپنے کسی بندے کو عزت عطا کر دے۔ تو کسی کو کیا عذر ہو سکتا ہے۔ اٹھے اور بعد ادب و نیاز اس بوڑھے کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ وہ محویت کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے مالکِ حقیقی سے ٹوٹتے بٹھاتا تھا۔ اور دریائے حیرت و استعجاب میں غوطے لگا رہا تھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھینک آگئی۔ وہ پھینک کی آواز سن کر چونک پڑا۔ اس نے حضرت عمر کو دیکھا تو ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ اور ارادہ کیا کہ بھاگ جاؤں۔ تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے دیکھا کہ وہ خوف کے مارے لرزہ بر اندام ہے۔ اور شرم سے منہ کو چھپائے ہوئے ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خوف مت کر اور تجھ سے مت بھاگ۔ کیونکہ میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت و انعام لے کر آیا ہوں۔

حق سلامت میکند می پرست

جوئی از رنج و غم ان بیدست

اور فرمایا کہ اللہ نے تجھ کو سلام بھیجا ہے۔ اور پوچھا ہے کہ اس رنج و غم میں تیرا کیا حال ہے۔ اس بوڑھے سارنگی والے نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے جب خداوند تعالیٰ کی اس رحمت و بخشش کی خوشخبری سنی تو مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔ اور سر بسجود ہو کر عرض کی۔

اے خدا نے با عطاے باون

رحم کن بر عمر رفتہ در جفا

کہ اے میرے اللہ تو ہی اپنے گنہگار بندوں پر اپنی رحمت و بخشش کرنے والا

ہے۔ اور اے میرے مالکِ حقیقی میری اس عمر پر رحم فرما جو تیری نافرمانی میں

گزری ہے۔

اس سبق آموز قصے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نہ ہماری ظاہری شان و شوکت کو دیکھتا ہے۔ اور نہ ہی ہمارے عارضی مال و متاع کو اور نہ ہی وہ ہمارے شانہ جاہ و جلال کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تخت و تاج کو۔ البتہ وہ دیکھتا ہے تو ہمارے دلوں کی پاک نیتوں کو۔ ہمارے خلوص کو عجز و نیاز کو اور تواضع و انکساری کو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی انسان اگر عمر بھر گناہ و نافرمانی کرتا رہے۔ مگر بہ خوری وقت بارگاہِ رب العزت میں سرسجود ہو کر ایک بار کہدے کہ مولا میں گنہگار ہوں۔ تو اس کی رحمت پکارا عظمیٰ ہے کہ گھبرا نہیں میں غفار ہوں۔

اگر وہ مالکِ حقیقی ستر سال تک سارا نگی بجانے والے ایک گویے کو اس کے توبہ کرنے پر اس کو معاف کر کے اس پر اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول سکتا ہے تو وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ ایک گنہگار کی توبہ قبول کر کے اس کے دل میں دین و ایمان کی شمع روشن کر دے۔ اور اس کے سینے میں اپنی محبت پیدا کر کے اس کی نگاہوں میں ایسا اثر پیدا کر دے کہ وہ جس طرف بھی دیکھے اس کی تقدیر بدل سکے۔ ان دنوں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ضروریاتِ زندگی کی مہنگائی سے عوام بے حد پریشان ہیں۔ اور ہماری حکومت ملک کی اقتصادی و معاشی حالت کو بہتر بنانے کی سر توڑ کوشش کر رہی ہے۔ اور اپنے ملک کو نوراک کے مسئلے میں خود کفیل بنانے کے لئے ہر ممکن طریقے سے سعی کی جا رہی ہے۔ عوام جب غلے کی قلت کا سبب پوچھتے ہیں تو حکومت ان کو یہ کہہ کر ٹال دیتی ہے کہ چونکہ ملک میں مردم شماری بڑھتی جا رہی ہے۔ اس لئے غلہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے خاندانی منصوبہ بندی یعنی ضبطِ تولید کر وڑوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ اور رقوم سے مذاق ہے۔ اور عوام سے دھوکہ و فریب

ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک کا فیصلہ یہ ہے کہ ا۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشِيَةَ مِنْ إِمْتَاٍ نَحْنُ نَنزِلُكُمْ فِي آيَاتٍ

کہ اے دنیا میں بسنے والے انسانوں اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ اس لئے کہ تمہاری اولاد کے بھی رازق ہم ہیں۔ اور تمہارے بھی قرآن پاک کے اس فیصلے کے باوجود بھی خاندانی منصوبہ بندی پر کروڑوں روپے خرچہ کرنے کا مطلب پھر یہ ہوا کہ ہماری حکومت اپنے پروردگار عالم اور رب العالمین کا اپنا رازق ہی تسلیم نہیں کرتی۔ اور اس خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعے جو کہ عیاشی بد معاشی کے لئے ایک چور دروازہ ہے۔ امت محمدیہ علیہ السلام میں کمی کرنے کی ناکوشش کر کے اپنے ملک کی دفاعی قوت کو کمزور کر رہی ہے۔

اس ہنگامی اور قلت کا سبب مردم شماری میں زیادتی نہیں ہے بلکہ اس کا سبب جو قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وَ مَنِ اعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ قوم جو میرے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے اور میرے ذکر سے روگردانی کرتی ہے۔ تو اس جرم کی سزا میں ہم اس قوم کی روزی تنگ کر دیں۔ غلے کی قلت پیدا کر دیتے ہیں۔ اور ضروریات زندگی میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ذکر سے روگردانی کر چکے ہیں۔ اس یاد سے غافل ہو چکے ہیں۔ اور اس کا نام لینا چھوڑ چکے ہیں۔ اور اس کے قہر و غضب سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ کم توں اور کم ناپنا ہمارا اشعار تجارت میں دھوکا اور لیس دیا میں فریب۔ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ۔ اور غلے کی ذخیرہ اندوزی۔ نہ غریبوں سے ہمدردی ہے اور نہ مفلسوں سے پیار۔ نہ یتیموں پر رحم ہے اور نہ محتاجوں پر شفقت۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ ہم نفس پرست ہیں۔ اگر ہم آج بھی اپنے

ہوں سے توبہ کر لیں۔ اپنی بد اعمالیوں کی معافی مانگیں۔ غریبوں سے سہاروی اور  
 بھوکوں سے پیار کر لیں۔ محتاجوں کا خیال رکھیں۔ اور مفلسوں کی دستگیری۔ اللہ کے قہر و غضب  
 سے ڈریں۔ اور دلوں میں خوفِ خدا پیدا کریں۔ اور یادِ خداوندی اور ذکرِ الہی میں محو ہو جائیں۔  
 اس کی رحمت کے دروازے آج بھی کھلے ہیں۔ اس کی بخشش آج بھی پکار رہی ہے۔ اس  
 لیے لطف و کرم کا دریا آج بھی موجزن ہے۔ اور اس کی عنایت و بندہ پروری کا میدان  
 آج بھی وسیع ہے۔

غریبیکہ ذکرِ خدا نہ صرف یہ کہ ظہارتِ قلب، تزکیۃِ نفس اور صفائیِ دل پیدا کرتا  
 ہے۔ بلکہ اس میں ہر ڈکھ کا علاج بھی ہے۔ اور ہر بیماری کی دوا بھی۔ اور رزق میں فراخی  
 کا سبب بھی ہے۔ اور روزی میں کشادگی کا ذریعہ بھی۔ اور یہ غریبوں کی غربت کا مداوا  
 بھی ہے اور مفلسوں کے افلاس کا چارہ بھی۔ اور ملک و ملت کی اقتصادی الجھنوں کا  
 حامل بھی ہے۔ اور معاشی مشکلات کا علاج بھی۔

اور ذکرِ الہی نہ صرف یہ کہ ہر ڈکھ کا علاج۔ ہر درد کا مداوا۔ ہر مصیبت میں  
 کام آنے والا اور اقتصادی مشکلات کا حل ہے۔ بلکہ روح کی غذا اور  
 بے قرار دل کا چین بھی۔ اور قلب و نظر کا سرور بھی ہے۔ اور جان و جگر کی راحت  
 بھی۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کلمہ طیبہ یعنی  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اذکار سے افضل  
 ہے۔ اس لئے کہ اس سے ظہارتِ قلب و نظر، تزکیۃِ نفس و جگر، صفائیِ دل اور  
 عفتِ نگاہ پیدا ہو کر حسد و بغض، کینہ و کدورت اور عداوت و نفرت کے  
 وہ تمام عوارضات قبیحہ دور ہو جاتے ہیں۔ جو ایک سرِ مومن کے لئے حقیقت و  
 معرفت کی منزل تک پہنچنے کے لئے حجاب بن جاتے ہیں۔ اور جب کوئی سرِ مومن



اللہ تعالیٰ کے ذکرِ پاک کی کثرت سے گناہ و معصیت کے تمام خطرات کو ٹھکرا کر محویت کے عالم میں گم ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کا قلب بھی جاری ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زبان ہی نہیں بلکہ اس کے بدن کے ہر ایک بال سے اللہ اللہ کی صدا آنے لگتی ہے اور اس کی نس نس اللہ ہو پکارنے لگتی ہے اور اس کے ہر سانس سے بوٹے یار آنے لگتی ہے۔

میرے مُرشد لاشانیؒ نے مجھے توبہ کرا کے اور اپنے دامنِ پناہ میں لینے کے بعد مغرب کی نماز کے بعد ایک سو دفعہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

كَلِمَاتٍ خَفِيفَاتٍ عَلَى اللِّسَانِ وَثَقِيلَاتٍ عَلَى الْمِيزَانِ -

کہ دو کلمے ایسے ہیں جو پڑھتے وقت زبان پر تو آسان ہیں مگر قیامت کے

دن میزان پر بہت بھاری ہوں گے۔ وہ کلمے یہ ہیں :-

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقامِ دل

وہ میرا رونقِ محفل کہاں ہے  
میری بجلی میرا حاصل کہاں ہے  
مقامِ اس کا ہے دل کی خلو توں میں  
خدا جانے مقامِ دل کہاں ہے

قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ذکرِ الہی اور یادِ خداوندی سے انسان کا دل پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے دل سے بغض و حسد کا غبار مٹ جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے غفلت و شقاوت کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ ضلالت و گمراہی کے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔ فسق و فجور کی گرد اڑ جاتی ہے۔ بدی و نافرمانی کی تاریکیاں مٹ جاتی ہیں۔ اور خواہشاتِ نفسانی اور حرص و ہوا کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور جس کسی انسان کے دل سے یہ تمام عوارض گناہ و معصیت مٹ جاتے ہیں۔ تو پھر اس کا دل نورِ دین و ایمان سے منور ہو جاتا ہے۔ اس کے سینے میں حقیقت و معرفت کی شمع روشن ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر ایقان و عرفان کے چراغ جل اٹھتے ہیں۔ اور پھر اس کا دل تجلیاتِ الہی کا مرکز بن جاتا ہے۔ کسی انسان کے ایمان و کفر کا دار و مدار بھی زبان و دل پر ہے۔ زبان اقرار کرتی ہے۔ اور دل اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی لئے تو خداوند تعالیٰ نے کافروں کے حق میں فرمادیا ہے :- **خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ** کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے

دلوں پر مہر لگا دی ہیں۔ کہ اب کوئی حق بات ان کے دلوں میں نہیں جاتی اور مومنوں کے حق میں فرمایا اِنَّهَا لَمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْز کہ ایمان والوں کے پاس جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دلوں پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور وہ خوفِ الہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔ اور محبتِ خداوندی میں تراب جاتے ہیں۔ اور پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اٰتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ کہ قیامت کے دن کسی کا مال و دولت اور بال بچے کام نہیں آئیں گے۔ مگر اس عرصہِ محشر میں وہی نجات پائے گا جو قلبِ سلیم رکھنے لگا۔ اور قلبِ سلیم وہی دل ہے جو حسد و بغض، حرص و ضواء، گناہ و معصیت، طمع و لالچ اور خواہشاتِ نفسانی سے پاک ہو، محبتِ خداوندی سے بھرپور اور عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام سے لبریز ہو۔ نورِ دین و ایمان سے منور ہو۔

غرضیکہ قرآن و حدیث میں انسان کے دل کی مختلف کیفیات بیان کی گئی ہیں یعنی کہ ایمان و کفر کا مرکز بھی دل ہے، نیکی و بدی کا سرچشمہ بھی دل ہے، حق و باطل کا مخزن بھی دل ہے۔ اور عشق و محبت کا منبع بھی یہی ہے۔ اور نفرت و عداوت کی کان بھی یہی ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ بقولِ رومی

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ہے

کہ لاکھوں کعبہ سے انسان کا ایک دن بہتر ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ

دل گذرگاہِ خلیل آفر است

فِيْ اَنْفُسِكُمْ۔ کہ دل انسان اللہ کی گذرگاہ ہے۔ اور وہ خود فرماتا

ہے کہ میں تمہارے اندر ہوں۔ اور بقولِ درویشِ لاہوری

وز دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است

النَّبِيِّ اَوْ لِيْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کہ ہر مسلمان کے دل میں مکلی کے

۳ قاصی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ عشق کا مقام بھی دل ہے۔ اور عقل کا مقام بھی دل۔  
لیکن عشق والا دل مقبول ہے اور عقل والا دل مردود۔

عشق والا دل پاک و صاف ہے۔ اور عقل والا دل نجیث و پلید عشق والا دل اپنے محبوب حقیقی کی ہر ادا سے پیار کر کے اس کے قدموں میں اپنا سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ اور عقل والا دل انگلی کے اشارے سے سے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دکھ کر انکار کر کے اکڑ جاتا ہے۔ عشق والا دل غار ثور میں زہریلے سانپ کے ڈنگ پر ڈنگ کھاتا ہے اور جنبش تک نہیں کرتا کہ کہیں محبوب پاک کے آرام میں خلل نہ آجائے اور عقل والا دل اپنی ٹٹھی میں کنکروں سے کلمہ بڑا صھنے کی آواز سن کر بھی نہیں مانتا۔ عشق والا دل کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں اپنے محبوب حقیقی کی رضا پر اپنے بچے قربان کر کے خود بھی نیزے پر چڑھ جاتا ہے۔ اور عقل والا دل قربان ہونے والے پر تنقید کر کے دنیا و آخرت کی لعنت خرید لیتا ہے۔ درویش لاہوری کہتا ہے۔ ۵

صبح ازل مجھ سے کہا ہے یہ جبرائیل نے

جو عقل کا غلام ہو دل نہ کر مقبول

غرضیکہ عشق والے دل میں نور ہوتا ہے۔ اور عقل والے دل میں فتور! اور عشق

حضور ہوتا ہے اور عقل والا دل دور۔

پارہ ۲۳ - سورۃ زمر - آیت ۲۲ - ۲۳

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِإِسْلَامٍ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ شَرِيحِهِ

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ سَيِّئَتْ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أَذِلَّةٌ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔

بھلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو وہ اپنے رب کی طرف سے

اجائے میں ہے۔ اور خرابی اور ہلاکت ہے ان لوگوں کی جن کے دل اللہ کی یاد کرنے پر

سخت ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے۔ اور وہی لوگ ہیں کھلی گمراہی میں۔



یہ تو کفار و مشرکین کے متعلق ہے۔ کہ ان کے دل ان کے کفر و شرک اور گناہ و معیبت کی وجہ سے اتنے سخت ہو چکے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے۔ اور ایمان والوں کے متعلق ارشاد فرمایا۔

تَقشَعْرُ مِنْ دَجَلٍ وَ الذِّیْنَ یُخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنَ حَبْلَهُمْ  
وَقُلُوبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ۔

اور جن کے دل اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں ان کی حالت تو یہ ہے کہ ان کی کھالوں کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے جسم کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر نرم ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک کی اسی آیت پر غور کرو کہ خداوند تعالیٰ نے کس انداز سے مومنوں اور کافروں کے دلوں کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔ یعنی ایمان و کفر دل کی نرمی و سختی پر بھی موقوف ہے۔ یعنی کہ مومن کا دل نرم اور کافر کا دل سخت ہوتا ہے۔ ایک دوسری آیت میں بھی کافروں کے دلوں کو پتھروں سے بھی سخت کہا گیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۹ بخاری شریف

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا  
الشَّيْطَانُ سَجَانٌ عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ خَشِيَ وَإِذَا  
غَفَلَ وَ شَوَّسَ۔

کہ شیطان ہر وقت ہر انسان کے دل میں بیٹھا رہتا ہے۔ اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ ڈوڑ جاتا ہے۔ اور جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسے ڈال کر اس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۴، حضرت ابو صریرہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذُنُكَ كَانَتْ مُكْتَبَةً سَوَدَ عِنْفِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ  
وَاسْتَغْفَرَ صَفَحَ قَلْبُهُ وَإِنْ زَادَ حَتَّى تَعْلُو قَلْبُهُ

کہ جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ آجاتا ہے  
اور پھر اگر وہ توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ اس کے دل سے مٹ جاتا  
ہے۔ اور اگر وہ زیادہ گناہ کرتا رہتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ بھی زیادہ ہوتا جاتا  
ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دل کو ڈھانپ لیتا ہے۔

دل محرم بھی ہے اور مجرم بھی۔ اگر نقطہ آگیا تو مجرم۔ اگر نقطہ نہ آیا محرم۔ مجرم کے  
لئے سزا ہے۔ اور محرم کے لئے انعام ہے۔ مجرم سے پردہ ہوتا ہے۔ اور محرم سے  
کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ مجرم کے لئے قید خانہ ہے۔ اور محرم کے لئے دوزخ سے بھی  
رہائی ہے۔ دل عین بھی ہے اور عین بھی۔ نقطہ آگیا تو عین ہے۔ نقطہ مٹ گیا تو عین  
ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ طہارت قلب۔ تزکیۃ نفس اور صفائی دل کی ایک مثال  
دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چینیوں کا نقشہ ما نقاش تر

رومیاں گنفتند ما را کتر و فہ

کہ ایک دفعہ چینیوں اور رومیوں میں مقابلہ ہو گیا۔ چینی کہتے تھے کہ نقش و  
نگاری میں ہم باہر ہیں۔ اور رومی کہتے تھے کہ اس فن میں ہم جیسا کوئی نہیں ہے۔ بادشاہ  
وقت نئے دونوں کا امتحان لیا۔ اور حکم دیا کہ اپنے اپنے فن کا کمال دکھاؤ۔ چینیوں نے  
بادشاہ سے سینکڑوں قسم کے رنگ و روغن طلب کئے۔ اور پھر بادشاہ وقت نے  
رومیوں سے پوچھا کہ تمہیں بھی چیز کی ضرورت ہو تبلاؤ۔ تاکہ تمہیں بھی دے دی جاوے۔  
رومیاں گنفتند نے نقش و رنگ۔ در خور آمد کار را۔

تو رومیوں نے جواب دیا کہ ہمیں کسی رنگ و روغن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تو صرف  
 رنگ و میل ڈور کریں گے۔ چنانچہ چینی اور رومی دو دیواروں پر اپنے اپنے فن کا کمال  
 دکھانے لگے۔ درمیان میں ایک پردہ لٹکا دیا تھا۔ چینی تو دیوار پر نقش و نگار کرنے لگے  
 اور رومی دیوار کو صقل و صاف کرنے لگے۔ اور اتنا صاف و صقل کیا کہ دیوار شیشے  
 کی طرح چمکنے لگی۔ جب دونوں اپنے اپنے کام سے فارغ ہو گئے، تو بادشاہ وقت  
 دیکھنے کے لئے آیا۔ پہلے چینیوں کے فن کو دیکھا تو ان کی نقاشی و گلکاری دیکھ کر بہت ہی  
 خوش ہوا۔ پھر رومیوں کی طرف آیا۔ تو انہوں نے درمیان سے پردہ اٹھا دیا۔ بس پھر  
 کیا تھا۔ ہر چہ آبخا دید اینجا بہ نمود

کہ جو کچھ چینیوں کی دیوار پر دیکھا تھا۔ اس سے بہتر اور خوبصورت رومیوں کی دیوار  
 پر دیکھا۔

مورانا فرماتے ہیں کہ اے مسلمان تو بھی اپنے دن کو اللہ کے ذکر سے اس قدر صقل و  
 صاف کر لے کہ وہ شیشے کی طرح چمکنے لگے۔ اور حرص و ہوا اور خواہشات نفسانی کا غما  
 مٹ جائے۔ فسق و فجور سے اندھیرے دور ہو جائیں۔ گناہ و معصیت کی سیاہی دھل  
 جائے۔ ضلالت و گمراہی کے بادل چھٹ جائیں۔ اور باطنی حجابات اٹھ جائیں۔ اور تیرا  
 دل بھی رومیوں کی اس دیوار کی طرح معرفت الہی کا آئینہ بن جائے۔ انوار و تجلیات  
 خداوندی کامرکز بن جائے۔ اور پھر ساری کائنات تیرے اندر سما جائے اور پھر تو جہر  
 بھی دیکھے تجھے جلوہ شین یار نظر آئے۔

جب کسی کا دل ذکر الہی سے پاک و صاف ہو کر آئینے کی طرح روشن ہو جاتا  
 ہے، تو پھر اس کی کوئی حد نہیں رہتی۔ پھر وہ نور ایمان اور معرفت کی روشنی سے زمین و  
 سین کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ فرش و عرش کا مشاہدہ کرتا ہے۔ لوح و قلم اس  
 کے سامنے اور خودہ طبق اس کی نظر میں۔ درویش لاہوری کافر و مومن کے

مقام کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے اور ۵

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے

مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

کہ کافر وہ ہے جو کائنات میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ اور اسے صحیح راستہ نظر نہیں

آتا۔ اور مومن وہ ہے جس کے اندر ساری کائنات ہے۔ مومن کے اسی مقام کے متعلق نبی

کریم علیہ السلام نے فرمایا اَتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّكَ تَنظُرُ بِنُورِ اللَّهِ

کہ مومن کی فیراست سے ڈرتے رہو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے کائنات

کی ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ اور یہی مقام ہے جہاں پر شہنشاہ بعد ادیگار اُٹھتے ہیں

نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا

كُنْتُ دَلِيَّةً عَلَى أَحْكَمِ أَصَابِي

کہ میں رُوئے زمین کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسے مُٹھی میں رانی

کے ایک دانے کو۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مرد مومن کے اسی مقام کو بیان کرتے

ہوئے فرماتے ہیں ۱۱

گفت پیغمبر صباھے زید را

کَيْفَ أَصْبَحْتَ اے رفیق باصفا

ایک صبح امام الانبیاء علیہ السلام نے اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

پوچھا کہ آج رات تو نے کیسے گزاری تو حضرت زید نے جواب دیا ۵

گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا

شب نہ خفتہ ام ز عشق و سوز ہا

اے کملی والے! تو سارا دن تو میں روزے سے رہا اور ساری رات تیرے

عشق کی آگ میں جلتا رہا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ اس کے صلے میں تیرے



انعام بلا ہے وہ بھی بیان کر تو حضرت زید نے عرض کی۔

گفت خلتاں چوں بہ بند آسماں

من با بنیم عرش را با عرشیاں

کہ اے بند اکے محبوب علیہ السلام دنیا والے میں طرح آسماں کو بے پردہ دیکھتے ہیں میں نے اس طرح عرش اور عرش والوں کو بے حجاب دیکھا ہے۔ اور

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من

اور آٹھوں بہشت اور ساتوں دوزخ بھی دیکھے ہیں۔ — اور

کے بہشتی کیست و بیگانہ کے ست

پھر میں نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ جنق کون ہے اور دوزخی کون ہے۔

و انما یم حوض کوثر را بپوش

اور میں نے حوض کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا بھی دیکھا ہے۔ — اور

یا رسول اللہ بگویم مہر مشر

اور یا رسول اللہ علیہ السلام اگر اجازت دو تو ابھی روزِ حشر کے تمام حالات

بتا دوں۔

لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

لیکن حضور علیہ السلام نے حضرت زید کو منع فرما دیا۔

اسی لئے علامہ اقبال کہتے ہیں

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دو بارہ

کہ یہی ہے امتوں کے مرنے کہن کا چہارہ

کہ اے مسلمان تو اپنے مردہ دل کو ذکیر الہی سے پھر زندہ کر اس لئے کہ مردہ

دل کوئی دل نہیں ہے۔ کیونکہ دل کی زندگی میں ہی ساری قوم کی زندگی ہے۔ اسی میں

ہی امت مسلمہ کی مشکلائی ہے۔ اس میں ہی مسلمانوں کے دکھوں کا علاج ہے۔ اس میں ہی ملت اسلامیہ کی راہنمائی ہے۔ اسی سے ہی حق و صداقت کی راہ ملتی ہے۔ اسی سے ہی نیکی و پاک دامنی کے چراغ جلتے ہیں۔ اسی سے ہی حق پرستی کی شمع روشن ہوتی ہے۔ اور اسی سے ہی رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور پھر علامہ اقبال مرحوم

بارگاہِ رب العزت میں التجا کرتا ہے کہ اے خالق کائنات

دلوں کو مرکز مہر و دفا کر

حسرتیم کبیریا سے آشنا کر

اور پھر وہ مسلمان کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

تو اگر میرا نہیں بنانا نہ بن اپنا تو بن

اسئلے کہ

من کی دنیا ہاتھ آ جائے تو پھر جاتی نہیں

تن کی دنیا چھاؤں ہے، آتا ہے دھن جاتا ہو دھن

کہ اے مسلمان یہ دنیا کا ساز و سامان، مال و دولت، عیش و عشرت، اور شان

و شوکت تو ایک عارضی اور فانی چیز ہے۔ اور تیرے تن کی دنیا ہے جو کبھی آ جاتی

ہے اور کبھی چلی جاتی ہے۔ مگر من کی دنیا یعنی دل میں عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام کی دنیا

در دوسوز کی دنیا اور کیفیتِ مستی کی دنیا جب کسی کو حاصل ہو جاتی ہے تو پھر جاتی

نہیں ہے۔ مٹی نہیں ہے۔ اور فنا ہوتی نہیں ہے۔ اور پھر وہ مرد قلندر دل کی

کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

دل بیدار و فاروقی دل بیدار کرا ری

میں آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

کہ اے مسلمان تیرا دل اگر زندہ و بیدار ہو جائے۔ تو پھر وہ دل عمر فاروق اور  
 حیدر کزار کا دل ہو جائے گا۔ جس کی بدولت تو اس خطبہ ارضی سے کفر و شرک کو مٹا کر توحید  
 و رسالت کے ڈنکے بجاسکتا ہے۔ اس بہان سے فسق و فجور کو نیست و نابود کر کے حق و  
 صداقت کا پرچم لہرا سکتا ہے۔ دینا سے ظلم و ستم کے اندھیروں کو دور کر کے عدل و  
 انصاف کے چراغ جلا سکتا ہے۔ سوکھے ہوئے دریا ٹے نیل کو ایک پینچا م سے چلا  
 سکتا ہے۔ اور خیبر کے قلعے کو اپنے دل کی روحانی قوت سے ہلا سکتا ہے۔  
 الغرض اللہ کے ذکر سے دل و نگاہ کو پاک و صاف کرنا یہ فقر و درویشی کی پہلی  
 منزل ہے۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# مقاماتِ اولیاء

قرآن پاک کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ حق و باطل - ایمان و کفر - نور و ظلمت - توحید و شرک - نیکی و بدی اور اعمالِ صالحہ اور اعمالِ سیئہ کے اختلاف کے لحاظ سے دو متضاد و مخالف گروہ اس دنیا میں ہمیشہ سے چلے آئے ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔ اور جب بھی کبھی اس نقطہ ارضی پر حق و باطل کی جنگ نیکی و بدی کی لڑائی اور نور و ظلمت کا تصادم ہوتا ہے۔ تو انہیں دو جہاتوں کی قطاریں شکروں کی صورت میں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوتی ہیں۔

اور قرآن پاک ان دونوں گروہوں کا ذکر مختلف ناموں سے کیا ہے اور جاہلان کے آثار و علائم، خواص و اعمال، بطریق کار اور طرز عمل کی تشریح کی ہے۔

قرآن پاک نے کئی مقامات پر ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے جس کے دلوں میں نور معرفت، سینوں میں محبت خدا اور عشقِ مصطفیٰ اور آنکھوں میں شربِ وحدت کی مستی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی تمام بشری قوتوں کو حق و صداقت اور رشد و ہدایت کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں مستعد رکھتی ہے۔ اور وہ ہمیشہ احکامِ الہی اور شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام کی پابند رہتی ہے۔ اور وہ دنیا کے ہر رشتے سے منہ موڑ کر صرف خدا اور رسول سے محبت کرتی ہے۔ اور اسی مقدس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنا لیا ہے۔ اور اسی نورانی و روحانی جماعت کو خداوند کریم نے اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ



کے پیارے لقب سے پکارا ہے۔ اور پھر اسی مقدس جماعت کو کبھی صالحین کا خطاب دیتا ہے۔ اور کبھی متیقن کا کہیں اس گروہ کو مخلص کہہ کر پکارتا اور کہیں عباد الرحمن کہہ کر پکارتا ہے۔ اور کہیں اس جماعت کو حزب اللہ کا لقب دے کر آوازیں دیتا ہے۔ اور کہیں اصحاب الیمین سے خطاب کرتا ہے۔ اور یہی وہ جماعت ہے جس کا ایک ایک فرد اپنے اپنے مقام پر بیٹھا مخلوقِ خدا کو اپنے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے مستفیض کرتا رہتا ہے۔ اور تشنگانِ راہِ حقیقت و معرفت کو اپنے چشمہٴ روحانیت سے پیالے بھر بھر کر پلاتا رہتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ان بندوں کو جو ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں صحیح راستے سے بھٹک چکے ہوں۔ رُشد و ہدایت کے چراغ جلا کر ان کو سیدھی راہ دکھاتا رہتا ہے۔ اور ذکرِ الہی یا خداوندی اور عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام سے بیگانے انسانوں کے دلوں میں اپنے جذبِ مستی اور اللہ ٹھوکی ضربِ قلندری سے محبتِ الہیہ اور عشقِ رسول علیہ السلام کی ایک ایسی شمع روشن بھی کر دیتا ہے کہ جو فسق و فجور اور فتنہ و فساد کی آندھیوں سے بھی نہیں بجھتی۔

اور اس مقدس جماعت کے مقابلے میں قرآنِ پاک نے ایک دوسری جماعت کا ذکر بھی اکثر مقامات پر کیا ہے۔ جو اپنے اعمال و افعال۔ طرزِ عمل اور طریقِ کار اور خواص و آثار کے لحاظ سے اس روحانی جماعت سے بالکل مختلف ہے۔ اور یہ وہی شیطانی جماعت ہے۔ جو ہمیشہ حق و صداقت کی مخالفت۔ شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام سے بغاوت اور احکامِ خداوندی کی بے حرمتی کرتی رہتی ہے۔ اور اس منحوس جماعت کے ایک ایک فرد کے دل و دماغ میں فتنہ و فساد اور فسق و فجور کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور خدا کے بندوں کو سیدھی راہ سے ہٹا کر گمراہ کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ کے ہر حکم کی خلاف ورزی اور ہر نیکی سے عداوت رکھتا ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جس کو قرآنِ پاک نے اَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ سے تعبیر کیا ہے۔ اور پھر اسی منحوس جماعت کو حِزْبُ الشَّيْطَانِ

بھی کہتا ہے اور اصحاب التماس بھی۔ اور کبھی اس جماعت کو فاصِقُونَ کہہ کر پکارتا ہے اور کبھی اصحاب الشمال کا ذلت آمیز لقب دیتا ہے۔

میں نے اپنی اس کتاب "مقامات اولیاء" میں انہیں دو جماعتوں کا قرآن و حدیث کی روشنی میں تجزیہ کر کے دونوں جماعتوں کے اعمال و افعال۔ خواص و آثار۔ طریق کار اور طرز عمل کی تشریح و وضاحت کر کے ان کی جان پہچان کرانی ہے۔ تاکہ مسلمان حق و باطل میں تمیز کر کے۔ نیک و بد کی پہچان کر کے جس و قبح میں امتیاز کر کے اچھے اور بُرے کو سمجھ کر اور صبح اور غلط عقیدے کو پہچان کر اپنی عاقبت سنوارنے اور آخرت میں خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش اور کسلی والے آقا علیہ السلام کی شفاعت کے حق دار بننے کی کوشش کریں۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء اللہ کی شان پاک کو دیکھ کر اپنے دامن کو کسی مرد کال سے وابستہ کر کے اپنے لئے وسیلہ نجات بنالیں اور اپنے دلوں میں اولیائے کرام کی محبت و عقیدت پیدا کر کے قیامت کے دن اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچالیں اور اولیاء اللہ کے گستاخ مولویوں اور لے ادب و اعظموں کی پھیلائی ہوئی بد عقیدگی کے سمندر کی طوفانی موجوں میں ڈگمگاتی ہوئی اپنی کشتی حیات کو کسی مرد کال کے دامن کو تھام کر صحیح سلامت کنارے پر لے جائیں۔

پارہ ۱۱۔ سورۃ یونس - آیت نمبر ۶۲ - ۶۳

الَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

خبردار! تحقیق وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے دوست۔ ساتھی اور پیارے ہیں۔

ان کو نہ کوئی خوف اور نہ کوئی حزن و غم!

اللہ تعالیٰ نے اس آیت پاک میں اپنے ولیوں یعنی اپنے دوستوں۔ ساتھیوں اور مقبول بندوں کی شان پاک کو بیان فرما کر جہاں با ادب عقیدت مندوں اور نیاز مندوں اور خوش عقیدہ سنیوں کے دلوں کو نور معرفت سے متور کیا ہے۔ وہاں گستاخ۔ بے ادب اور بد عقیدہ لوگوں کو صلاحت، دگر اہی کے اندھیروں سے نکالنے کے لئے ایک نغمہ بھی جلائی ہے۔ اور یہ آیت پاک خوش عقیدہ سنیوں کے لئے باعث

راحت دل و جاں اور حاصل روحانیت ہے۔ اور بد عقیدہ لوگوں کے لئے تازیانہٴ عبرت! آیت پاک میں خداوند تعالیٰ کے انداز بیان کو دیکھو۔ غور کرو اور سمجھو کہ پہلے ایک ایسا حرب آلا لایا گیا ہے جو تمبیہ کے لئے آتا ہے۔ یعنی کسی سونے ہونے کو جگانے کے لئے آتا ہے۔ اور کسی کو عبرت دلانے کے لئے بولا جاتا ہے۔

بلا تشبیہ و مثال! ہم ہر رات کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ کہ جب مخلوق خدا سوجاتی ہے۔ تو ایک چوکیدار رات کی تاریکی میں شہر کے محلہ محلہ میں بازار بازار میں اور گلی گلی میں آدازیں دیتا ہے۔ کہ خبردار! — جاگو — اس آواز سے اس چوکیدار کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اے سونے والو ہوش کرو اور جاگو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری خواب غفلت سے فائدہ اٹھا کر کوئی چور اور ڈاکو تمہارا سامان لوٹ لے۔ اس لئے جاگو اور اپنے سامان کے چوروں سے بچو۔ خداوند کریم بھی قد آن پاک میں پکار پکار کر آدازیں دے رہا ہے۔ کہ خبردار! ایمان والو جاگو۔ اور سنیوں ہوش کرو کہ کہیں تمہاری غفلت کی وجہ سے ایمان کے چور اور ڈاکو تمہارا ایمان نہ لوٹ لیں۔ اس لئے جاگو اور اپنے ایمان کے ڈاکوؤں سے بچو!

اور اسی آیت پاک کے دوسرے رُخ کو دیکھا جائے۔ تو یہ بد عقیدہ لوگوں کے لئے ایک تازیانہٴ عبرت بھی ہے۔ کہ اے میرے ولیوں اور میرے مقبول بندوں کی مخالفت کرنے والو اور ان کی شانِ پاک میں گستاخیاں کرنے والو۔ اور میرے ولیوں سے محبت و عقیدت رکھنے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے والو۔ . . . خبردار! ہماری گلی میں ایک دفعہ دو لڑکے آہٹیں میں لڑ پڑے۔ گلی والے اکٹھے ہو گئے۔ پتہ کرنے پر معنوم ہوا۔ کہ لڑائی کا سبب شیشے کی ایک دوات ہے۔ ایک کہتا تھا کہ دوات میری ہے۔ اور اس نے میرے بستے سے چرائی ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ میں نے کل فلاں دوکان سے خریدی ہے۔ ابھی یہ فیصلہ ہو ہی رہا تھا کہ دوات کس کو دی جائے کہ اتنے میں ایک لڑکے کا باپ باہر سے آگیا۔ اور ہتے ہی دوسرے لڑکے کا کان پکڑ کر کہنے لگا خبردار! — جو پھر کبھی میرے لڑکے کو ہاتھ لگایا تو —

حق پرستوں اور باطل پرستوں میں اور خوش عقیدہ اور بد عقیدہ لوگوں میں ادیاء اللہ کے متعلق لڑائی ہو رہی ہے۔ اور یہ فیصلہ تو خدا جانے کب ہوگا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔ مگر فی الحال اتنا تو ضرور ہے کہ خداوند تعالیٰ حق پرستوں کے ساتھ لڑنے والے باطل پرستوں کو اور خوش عقیدہ لوگوں سے ادیاء اللہ کے بارے میں جنگ کرنے والے بد عقیدہ لوگوں کو یہ ڈانٹ ضرور دے رہا ہے کہ خبردار! — یہ فروری ۱۹۵۳ء کی بات ہے۔ اور ان دنوں لائل پور کے پولیس کپتان راجہ جہاں داد خاں صاحب تھے۔ اور میں جامع مسجد نور طارق آباد میں خطیب تھا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں ختم نبوت کے موضوع پر ایک ایمان افروز تقریر کی۔ جو اس وقت کی حکومت کی پالیسی کے خلاف تھی۔ (اس لئے کہ ان دنوں حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ تھے۔ اور وہ مرزائی تھے) کوئی چار دن کے مجھے پولیس کپتان نے اپنی کوٹھی پر بلایا۔ میں نے سمجھا کوئی نجات ہوگا۔ یا کوئی خاص دعوت ہوگی۔ اور یا کسی بچے کے کان میں آذان دینی ہوگی۔ میں طارق آباد کا ایک دوست ساتھ لیا۔ جو آج بھی موجود ہے۔ اور راجہ صاحب کی کوٹھی جا پہنچا۔ راجہ صاحب نے بڑی عزت سے کرسی پر بٹھایا۔ اور اس وقت کے پنجاب کے گورنر کا ایک لمبا چوڑا نوٹس پڑھ کر سنایا۔ اور پھر ذرا پولیس افسر کے لہجے میں کہنے لگے۔ صاحبزادہ صاحب..... خبردار! جو پھر کبھی ایسی تقریر کی۔

خدا تعالیٰ بھی ادیاء اللہ کی شان پاک میں گستاخانہ تقریریں کرنے والے بد عقیدہ و غلطوں اور بے ادب مولویوں کو فرما رہا ہے کہ..... خبردار!..... اس لئے کہ یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔

مگر نہ ہی میں باز آیا اور نہ ہی یہ لوگ باز آتے ہیں۔ آخر مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اور قیامت کے دن ان کی بھی خیر نہیں۔ اور خدا کی شان مجھے گرفتار بھی اسی پولیس کپتان نے کیا جس نے دو مہینے پہلے مجھے تنبیہ کی تھی۔ کہ خبردار! پھر کبھی ایسی تقریر نہ کرنا مجھے سالار والہ اسٹیشن سے گرفتار کر کے اور کار میں بٹھا کر جب واپس لاہور جیل میں بند کرنے کے لئے



آ رہے تھے تو مجھے راجہ صاحب کہنے لگے۔ صاحبزادہ صاحب میں نے دو بیٹے پہلے  
آپ کو تنبیہ نہیں کی تھی۔ کہ خبردار! پھر کبھی ایسی تقریر نہ کرنا۔ مگر آپ باز نہیں آئے۔  
اور اب جاؤ ایک سال کے لئے جیل میں۔

قیامت کے دن خدا تعالیٰ ان مولویوں کو گرفتار کر کے فرمائے گا کہ میں نے  
تمہیں قسر آن شریف کے ذریعے یہ تنبیہ نہیں کی تھی کہ خبردار میرے ولیوں کی شان میں  
گستاخیاں کرنی چھوڑ دو۔ مگر تم باز نہیں آئے۔ اور اب جاؤ ہمیشہ کے لئے جہنم میں!  
ہم ہر روز سڑکوں پر چلتے پھرتے بجلی کے کھمبوں پر سرخ رنگ کی تختیوں پر یہ لکھا  
ہوا پڑھتے اور دیکھتے ہیں کہ خبردار! — خطرہ — خبردار!

حکیمہ بجلی کے عقل مند افسروں نے جہاں برقی قوت جمع ہو کر مختلف سمتوں میں تقسیم ہوتی  
ہے۔ وہاں سرخ رنگ سے یہ لکھ کر عوام کو آگاہ کر دیا ہے کہ یہاں برقی قوت جمع ہے  
اس لئے خبردار! اس کو ہاتھ نہ لگائیں۔ ورنہ بجلی کی قوت تمہاری جان لے لیگی۔ خدا تعالیٰ  
نے بھی اپنے ولیوں کی روحانی اور ایمانی قوت کے پیش نظر آلا — یعنی خبردار کی تختی  
لگا کر بد عقیدہ اور گمراہ لوگوں کو آگاہ کر دیا ہے۔ کہ خبردار! میرے اولیائے کرام  
کو گستاخی سے ہاتھ نہ لگانا۔ اور ان کی طرف بے ادبی سے انگلیاں نہ اٹھانا، ورنہ  
تمہارے دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کی شان پاک یہ ہے کہ ان کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ خوف  
اپنے لئے ہوتا ہے۔ اور غم غیر کے لئے۔ خوف کا تعلق دنیا سے ہے اور غم کا تعلق قیامت  
سے۔ مطلب یہ کہ اللہ کے مقبول بندوں کو نہ اپنے لئے اس دنیا میں کوئی خوف ہے۔  
اور نہ ہی قیامت کے دن اپنے ماننے والوں کا کوئی غم ہوگا۔

شہنشاہ بغداد جناب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آپکا  
ایک مرید حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ یا حضرت میں گنہگار ہوں۔ آپ نے فرمایا  
مُرِيدِي لَا تَخَفُ اللَّهَ سَابِقِي۔

کہ اے مرید کوئی خوف نہ کر میں رب کا ہوں اور رب میرا — اور میں

جانوں اور میرا خدا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کو دنیا و آخرت میں کوئی خوف و غم کیوں نہیں ہے۔ تو اس کا جواب خدا تعالیٰ نے خود ہی قرآن پاک میں دے دیا ہے

فَنَحْنُ أَوْلِيَاءُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

کہ ہم ان کے دنیا و آخرت میں ساتھی و مددگار ہیں۔ اور فرمایا :-

پارہ ۲۱۵ - سورۃ البقرہ ۲۰۰ آیت نمبر ۱۹۴۔

وَاعْتَمِدُوا عَلَى اللَّهِ مَعَ الْمُتَّقِينَ - کہ اے لوگو! جان لو کہ تحقیق اللہ

تعالیٰ متقین یعنی اولیاء اللہ کے ساتھ ہے۔

تو دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ خود جن کا ساتھی و مددگار ہو اور وہ خود جن کے ساتھ رہے پھر ایسے مقبول بندوں کو کسی قسم کا دنیا و آخرت میں کوئی خوف و غم ہو تو نہ صرف یہ کہ قرآن پاک کی آیت تھوٹی ہوتی ہے۔ بلکہ تو بین خداوندی بھی ہے۔

اولیاء اللہ کی شان پاک بیان فرمانے کے بعد خدا تعالیٰ نے اس مقدس جماعت اور نورانی گروہ کے تقدس و اتقا، ریاضت و عبادت، اطاعت و فرمانبرداری، اعمال صالحہ، طہارت قلب اور ان کے مجاہدہ نفس پر عطا کردہ انعام و اکرام، لطف و عنایت اور اپنے نفس و کرم کا ذکر کر کے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کی خود ہی وضاحت فرما کر اس روحانی جماعت کے دنیا و آخرت میں بے خوف و غم اور بے نیاز ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

وَالْآخِرَةِ -

کہ یہ اولیاء اللہ اور میرے مقبول و برگزیدہ بندے پکتے اور سچے مومن و متقی ہیں۔ اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں ہر قسم کا آرام و چین، راحت و قرار اور رحمت و بخشش کی خوشخبری ہے۔ اور پھر آیت کے آخر میں اولیاء اللہ کی شان میں کتباخی کرنے والوں کے تمام شکوک و شبہات کا جواب بھی دے دیا ہے۔

## لَا تَبْدِلُ كَلِمَاتِ اللَّهِ

کہ اللہ تعالیٰ نے اولیائے عظام کی جو شان بیان فرمائی ہے اور ان کے مقام کا جو ذکر کیا ہے اور ان کی صفات اور ان کے انعام و اکرام کی وضاحت کی ہے اب قیامت تک اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۰ - ابن ماجہ شریف ص ۲۹۶

مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ذُنُ عَادِیْنَا وَ لَبِیْنَا فَقَدْ اَذْنُکَ بِالْحَرْبِ

کہ جو شخص نبی میرے زمیوں کے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھتا ہے میں اس کے

ساتھ جنگ کرتا ہوں۔ ابن ماجہ شریف کے الفاظ یہ ہیں :-

بَادِذَ اللَّهِ بِالْمُعَاسِرَةِ اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْاَنْبِرَ السَّالِطِيْنَ

کہ خدا تعالیٰ اولیائے کرام کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے متقی و صالح اور مقبول و برگزیدہ بندوں سے محبت کرتا ہے۔

مَصَايِحُ الْهُدَى يُخْرِجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءٍ مَظْلَمَةٍ

کہ اللہ تعالیٰ کے یہ ولی و مقبول بندے رُشد و ہدایت کے چراغ ہیں۔ اور

جب دنیا میں ضلالت و گمراہی کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ اور فسق و فجور کا اندھیرا مستطاب ہو

جاتا ہے اور جب کفر و باطل کی ظلمت حق و صداقت کے چہرے کو ڈھانپ لیتی

ہے تو یہ اولیاء اللہ اپنے دین و ایمان کی روشنی اور حق و ہدایت کے نور سے

اجالا کر دیتے ہیں۔ اور جب اس عالم فانی پر فرعونیت و یریدیت کے گھاٹوں

اندھیرے چھا جاتے ہیں۔ تو یہ مقدس جماعت عصائے کلیم اور جذبہ حسینی کی شمع جلا

کر بھٹکتے ہوئے بندگانِ خدا کو سیدھی راہ دکھاتے ہیں۔ اور جب اس خطہ ارضی

پر باطل پرستی کے طوفان اٹھتے ہیں۔ اور ظلم و ستم کی آندھیاں چلتی ہیں اور دخت و

بربریت کے سیاہ بادل چھا جاتے ہیں۔ اور احکامات الہیہ کی مخالفت اور شریعت مصطفیٰ علیہ السلام سے بغاوت ہونے لگتی ہے تو یہ مقدس جماعت اپنی روحانی قوت باطنی طاقت اور خدا داد صلاحیتوں سے حق و صداقت اور رشد و ہدایت کا علم لے کر اعلیٰ کلمۃ الحق کہتے ہوئے میدانِ عمل میں آ کر ہر قسم کے فسق و فجور سے ظلم و ستم اور کفر و شرک کو مٹانے کے لئے کسی بڑی سے بڑی طاقت اور ظالم و جاہل حکومت سے برسرِ پیکار ہو کر رشد و ہدایت۔ حق و صداقت اور انسانیت و آدمیت کے پرچم کو بلند کرتے ہیں۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضرت شیخ سرسندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مغل اعظم اکبر کی پھیلائی ہوئی لعنت جو دیں اکبری کی صورت میں مخلوقِ خدا پر مسلط کی جا رہی تھی بے سرو سامانی کے عالم میں محض اپنی روحانی قوت اور باطنی طاقت لے کر..... اور فقر و درویشی کی تلوار لے کر نہ اٹھتے اور جہانگیر کے سجدہ کرانے کی مشرکانہ روش کے خلاف حق و ہدایت کا علم لے کر ظاہری طور پر بے سہارا ہونے کے باوجود بھی اگر جہانگیر کی حکومت سے ٹکر نہ لیتے اور سلیم شاہی حکومت کی رسم مشرکانہ کے خلاف برسرِ پیکار ہو کر گویا راکے قلعے میں قید نہ ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ آج ہمارے سر بھی اپنے معبود حقیقی کے علاوہ اپنے حکمرانوں کے سامنے بھی جھکے ہوئے ہوتے۔

حالانکہ شیخ جانتے تھے کہ میں تنہا ہوں۔ اکیلا ہوں۔ بے سہارا ہوں۔ بے وسیلہ ہوں۔ اور بے سرو سامان ہوں۔ اور میری ٹکر ایک حکومت سے ہے۔ میرا مقابلہ ایک بادشاہت سے ہے۔ میری جگہ جہانگیر کی تلواروں سے ہے۔ اور میری لڑائی سلیم شاہی لشکر سے ہے۔ مگر پھر بھی وہ حق و صداقت کی حمایت میں اور رشد و ہدایت کی دستیگری کرنے کے لئے اور ہندوستان میں رسوماتِ مشرکانہ کو توڑنے کے لئے اور دینِ اکبری کے قلعے کو پاش پاش کرنے کے لئے اللہ و رسول کا نام لے کر تنہا میدانِ عمل میں کود پڑے۔ اور پھر فقر و درویشی کی خدائی آواز جہانگیر کے شاہی محلات کا دیواروں سے ٹکرانی..... کہ..... خدا کے سوا کسی انسان



کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ شیخ سرہندی بنظر بے ہوشی و سامان تھے۔ بے وسیلہ تھے۔ اور بے  
 ہمت تھے۔ لیکن باطن میں دین و ایمان کی لازوال قوت۔ فقر و درویشی کی روحانی طاقت۔  
 اللہ و رسول کی مدد اور مردانِ کامل کا جاہ و جلال قدم قدم پر ان کے ساتھ تھا۔  
 درویش لاہوری شیخ سرہندی کی خدمتِ اقدس میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے  
 ہوئے کہتا ہے۔

حاضر ہوا میں شیخ مجتہد کی لحد پر  
 وہ خاک کہ ہے زیرِ زمین مطلع انوار  
 اس خاک کے ذروں سے یہ شرمندہ ستارے  
 اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ سرار  
 گردن نہ بھلی جس کی جہا نیگر کے آگے  
 جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار  
 وہ ہند میں سرمایہٴ بخت کا نگہبان  
 اللہ نے بروقت کیا جس کو خبر دار

الغرض حدیثِ معظفہ علیہ السلام نے بڑے ہی پیار سے انداز میں ادیبانے کرام  
 رحمۃ اللہ علیہم کی صفات و عادات۔ ان کے خصائص و کمالات اور ان کے طرزِ عمل کو بیان  
 کرنے کے ساتھ ساتھ عبرتِ ناک لہجہ میں ادیبان اللہ کے دشمنوں اور گستاخوں کے ساتھ اللہ  
 تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ فرمایا ہے۔ حقیقت شناس دلوں اور حق بین نگاہوں کے  
 لئے تو قرآنِ پاک کی یہ ایک آیت اور معظفہ علیہ السلام کی یہ ایک حدیثِ پاک ہی کافی ہے  
 کہ ادیبان اللہ کی مخالفت اور ان کی بے ادبی کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے مترادف  
 ہے۔ اور ایک مسلمان چاہے وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو ادیبانے عظام کی مخالفت کر  
 کے کبھی بھی خدا تعالیٰ کے کئے ہوئے اس اعلانِ جنگ کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا  
 مگر خدا جاننے پاکستان کے بدعقیدہ مولویوں اور گستاخ و اعظموں میں اتنی جرأت کہاں  
 سے آگئی ہے کہ وہ ادیبان اللہ اور بزرگانِ دین کی مخالفت اور ان کی شان میں کٹناخی

کر کے اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ شاید ان کو یقین ہے کہ ہم جیت جائیں گے  
حالانکہ یہ حقیقت بد عقیدہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ شیطان کی قوت باطلہ عند اللہ  
طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اولیاء اللہ کے معنی ہیں اللہ کے دوست۔ اللہ کے ساتھی اور اللہ کے یار۔ مگر  
یہ بد عقیدہ لوگ اللہ کے یاروں کو غیر اللہ کہتے ہیں۔ چلو ایک وقت کے لئے میں مان  
لیتا ہوں کہ یہ اللہ کے غیر ہیں۔ تو پھر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ اولیاء اللہ غیر اللہ  
ہیں۔ تو پھر اولیاء اللہ کون ہیں۔ جن کا ذکر قرآن و احادیث میں بار بار آیا ہے۔  
اور اگر ان بد عقیدہ لوگوں کی یہ بات مان لی جائے کہ یہ غیر اللہ ہیں تو پھر اس  
مقدس جماعت کی وہ تمام صفات اور ان کے وہ تمام انعامات جو خداوند تعالیٰ نے ان  
کو عطا فرمائے ہیں بالکل لغو ہو کر رہ جائیں گے۔ مثلاً ان اولیاء اللہ کو کوئی غم و خوف نہیں  
ہے۔ نہ ہی دنیا میں اور نہ ہی قیامت میں۔ اور نہ اپنا اور نہ اپنے ماننے والوں کا۔ اور  
یہ بچے مومن اور متقی ہیں۔ اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں میری رحمت و بخشش اور لطف و  
کرم کی خوشخبری ہے۔ بھلا غیروں کو بھی کبھی کسی نے خوشخبری دی ہے۔ اور ان پر بھی ایسے  
ایسے انعامات کی بارش کی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! غیروں کے لئے تو غصہ و ناراضگی  
ہوتی ہے۔ عذاب و عتاب ہوتا ہے۔ اور رنج و غم اور حزن و ملال ہوتا ہے۔ لیکن  
ان پر تو لطف و کرم کی بارش ہے۔ رحمت و بخشش کے وعدے ہیں۔ اور بے خوف و  
غم ہونے کا مشردہ ہے۔

اور پھر غیروں کی تو کوئی بات بھی نہیں مانتا مگر اولیاء اللہ کے متعلق تو نبی کریم علیہ  
السلام نے فرمایا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۲۹ مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔

رُبَّ اشْعَثٍ مَدَّ فَوْعَ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَدَأَ بِهِ مِثْرِي

امت میں کچھ ایسے فقیروں درویش بھی ہوں گے۔ جن کی ظاہری حالت یہ ہوگی کہ ان کے لباس پھٹے ہوئے ہوں گے۔ بال بکھرے ہوئے۔ اور حالت خستہ ہوگی۔ اور لوگ ان کو اپنے دروازوں سے ٹھکرائیں گے۔ لیکن باطل میں وہ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوں گے اور وہ خداوند کریم کو اتنے پیارے ہوں گے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم بھی کھائیں گے تو خدا ان کی قسم کو پورا کرے گا۔ یعنی اگر وہ قسم کھالیں گے کہ کل بارشیں ہوگی تو خدا تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرنے کے لئے ضرور بارش برسا دے گا، اور اگر وہ قسم کھالیں گے کہ فلاں شخص کے گھر کا پیدا ہوگا تو اللہ کریم ان کی قسم کو پورا کرنے کے لئے ضرور اس کو لڑکا عطا کر دے گا۔

پارہ ۱۹۵ - سورۃ الفرقان آیت ۶۷ - ۶۸ - ۶۹

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا الَّذِينَ يُبَيِّتُونَ بِرِجْوَاهُمْ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ  
اور رحمن یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے خاص بندے بھی ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرتے ہیں۔ تو وہ ان کی سلامتی مانگتے ہیں۔ اور وہ لوگ وہ ہیں جو راتوں کو اپنے رب کے لئے قیام و سجد میں گزار دیتے ہیں۔

قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ بھی شانِ اولیاء میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو عباد الرحمن فرمایا ہے۔ اور پھر ان کے فضائل و فضائل کی تعریف کی ہے۔ اور ان کی عادات و صفات کی مدح و ثنا فرمائی ہے۔ کہ جب اللہ کے ولی زمین پر چلتے ہیں تو ایسی عاجزی و انکساری سے چلتے ہیں کہ زمین دکھتی نہیں۔ اور جب جاہل لوگ اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ ان کے حق میں برے الفاظ بولتے ہیں۔ اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ تو پھر بھی وہ ناراض نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کے حق میں کہہ دیتے کہ خدا تمہارا بھلا کرے۔

غور کرو کہ اولیاء کرام کے حق میں طعنہ زنی کرنے والوں اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں اور ان سے عداوت رکھنے والوں کو خدا تعالیٰ نے جَاهِلُونَ

فرمایا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ عَلِيمًا بِالذَّاتِ الصُّدُوسِ ہے۔ اور اس کو علم تھا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ کچھ لوگ جو اپنے آپ کو مولوی اور عالم سمجھیں گے وہ میرے اولیائے کرام پر طعنہ زنی کریں گے۔ ان کے حق میں بڑے الفاظ کہیں گے۔ ان سے عداوت رکھیں گے۔ اور ان کی شان میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کریں گے اور ان کے نیاز مندوں۔ عقیدت مندوں اور ان کی عزت و تکریم کرنے والوں اور ان کے قدم چومنے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگائیں گے۔ اس لئے اس نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی ایسے لوگوں کو جَاہِلُونَ فرلایا۔

اب اگر کوئی مولوی بھی بن جائے۔ اور عالم بھی اور اپنے آپ کو شیخ الحدیث بھی کہلائے یا شیخ القرآن بھی۔ مگر فرماؤ خداوندی کے مطابق وہ جَاہِلُونَ ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کی مقدس جماعت کی صفات اور ان کے طرز عمل کو بیان فرمایا ہے۔ کہ جب ساری دنیا خواب غفلت میں محو ہو جاتی ہے تو اللہ کے دوست اور یار اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے ساری ساری رات کبھی سجدے میں اور کبھی کھڑے ہو کر گزار دیتے ہیں۔ اس آیت پاک میں اللہ کریم نے فقر و درویشی اور روحانیت و ولایت کے معیار کو بھی بیان فرمادیا ہے۔ کہ جو صحیح معنوں میں فقیر و درویش اور اللہ کے ولی ہوتے ہیں۔ وہ ساری ساری رات عبادت و ریاضت اور مجاہدہ و مراقبہ میں گزار دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ تہجد گزار اور شب بیدار ہوتے ہیں۔ اور جب مخلوق خدا سو جاتی ہے تو یہ اٹھ کر اللہ اللہ کرتے ہیں۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر کا ہی (اقبال)

ابن ماجہ شریف ص ۲۹۰۔ حضرت عبداللہ ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ وَالَّذِي نَفْسِي حُسْبِي بِبَيْتِ حَرَمَةِ الْمُؤْمِنِ اعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حَرَمَةٌ مِنْكَ۔ کہ اے خانہ کعبہ نبیہ ان ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ



قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کی عزت و حرمت  
تیری عزت و حرمت سے زیادہ ہے۔

اگرچہ ہر مومن ولی نہیں ہوتا۔ مگر ہر ولی مومن ضرور ہوتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ !

تو جب امام الانبیاء علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ایک ولی کی شان و عزت  
خانہ کعبہ سے افضل ہے۔ تو پھر ان کی عزت و توقیر کی کیا حد۔ ان کی تعظیم و تکریم کا کیا  
ٹھکانہ۔ ان کے ادب و احترام کا کیا مقام۔ اور ان کے فضائل و کمالات میں کون سا  
شک باقی رہ جاتا ہے۔ اور پھر ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والے گمراہ  
اور باطل پرست نہیں ہیں تو اور کیا ہیں۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی  
رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے پیدل جا رہے تھے۔ کہ ایک صحرا میں انہوں نے دیکھا کہ ایک  
درویش خستہ حالت میں بیٹھا ہوا ہے اور جب حضرت بایزید بسطامی اس فقیر کے  
قریب سے گزرے تو اس نے پوچھا اے بایزید کہاں جا رہے ہو۔ تو انہوں نے  
جواب دیا کہ میں حج کرنے جا رہا ہوں۔ تو اس فقیر نے فرمایا کہ اے بایزید کہے جا  
کہ تم صرف کعبے کا طواف ہی کرو گے۔ تو

گفت طوافی بگردم بہفت بار

وین نکوتر از طواف حج شمار

کہ تم میرا ہی طواف کر لو۔ اور یہ یاد رکھو کہ میرا طواف کعبے کے طواف سے  
افضل ہے۔ اور کعبے جا کر تو تم صرف کا گھر ہی دیکھو گے۔ مگر ا۔

چوں مرادیدی خدا را دیدہ ای

کہ جب تم نے مجھے دیکھا لیا تو سمجھو خدا کو دیکھ لیا۔ اس لئے کہ ا۔

کعبہ را یک بار بتی گفت یار

گفت یا عبیدی مرا ہفتاد بار

اس لئے کہ اس نے کعبہ کو صرف ایک بار اپنا گھر کہا ہے۔ اور مجھے ہر روز ستر بار کہتا ہے۔ کہ اے میرے بندے!

مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۰ بروایت بخاری شریف۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

إِنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ نَظَرَ فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهِ حِينَ فَرَغَ لَا تُبَصِّقُوا لَكُمْ۔

کہ ایک آدمی نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ اور پھر نبی کریم علیہ السلام نے دیکھا

کہ وہی شخص جماعت کرا رہا ہے۔ جب نماز سے لوگ فارغ ہوئے تو حضور علیہ السلام

نے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ اس امام نے ایک دفعہ قبلہ کی طرف منہ کر

کے تھوکا تھا۔ اور پھر نبی کریم علیہ السلام نے اس کو فرمایا۔ إِنَّكَ قَدْ أَذَيْتَ اللَّهَ وَ

رَسُولَهُ کہ تو نے قبلہ کی طرف تھوک کر اللہ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچایا ہے۔

تو جو شخص کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکے نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اس کے

پیچھے تو نماز جائز نہیں ہے۔ اور اولیاء اللہ کی شان تو کعبے سے بھی افضل ہے۔ پھر جو

اولیاء اللہ کا بے ادب و گستاخ ہو اس کے پیچھے نماز کیسے ہو سکتی ہے۔

اور اگر کعبے کی طرف منہ کر کے تھوکنا اللہ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچانا ہے۔

تو کعبے سے تو ایک ولی کی شان زیادہ ہے۔ پھر ان کی بے ادبی و گستاخی کرنی بھی ضلالت

و گمراہی ہے۔

عارف رومی فرماتے ہیں :- ۵

بچوں خدا خواہی کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پا کاں زند

کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو بدنام و بے پردہ۔ بے دین و گمراہ اور دنیا و آخرت

میں رسوا کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ شخص اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کرنے لگ جاتا ہے۔ اور

بزرگان دین اور فیقروں اور ورولیشوں کے حق میں طعنہ زنی شروع کر دیتا ہے۔ اور

فرماتے ہیں۔

حسب درویشیاں کلید جنت است

و دشمنی ایشیاں مزارے لعنت است

کہ فقروں اور درویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے۔ اور ان کا دشمن و مخالفت اور ان سے عداوت و بغض رکھنے والا لعنت کا مستحق ہے۔ نہیں نہیں بلکہ عذاب و عتاب کا مقدار ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۲

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بنی کریم علیہ السلام سے سنا ہے

آپ نے فرمایا

الْأَبْدَانُ يَكُونُ نَوْمًا بِالشَّامِ وَهَمًّا أَوْ بَعْوًا وَجَلَدًا كَلَّمَاتٍ  
رَجُلٌ أَبَدَّ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يَسْتَقِي بِهَمِّ الْغَيْثِ وَيَنْصِرُ بِهَمِّ عُلَى  
الْأَعْدَاءِ وَيُصَيِّرُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهَمِّ الْعَذَابِ

کہ ملک شام میں ہرزمانے میں چالیں ابدال موجود رہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بنا دیتا ہے۔ اور ان کے کام یہ ہیں کہ بارش برساتے ہیں۔ دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتے ہیں۔ اور شام والوں پر سے عذاب کو روکتے ہیں۔

پاکستان کے گستاخ اور بد عقیدہ مولویوں کو امام الانبیاء علیہ السلام کی اس حدیث پاک پر غور کرنا چاہیے کہ حضور علیہ السلام نے کس انداز اور کھلے الفاظ میں اولیاء اللہ کے تعزیرات کو بیان فرمادیا ہے۔ کہ یہ بارش برساتے ہیں۔ دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی امداد کرتے ہیں۔ اور عذاب الہی کو روکتے ہیں۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اولیاء را بہت قدرت از الہ

بیرحبتہ بازگرداند ز راہ

کہ ان اولیاء اللہ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی اتنی قدرت ہوتی ہے کہ کمان سے

نکلے ہوئے سر کو بھی واپس لا سکتے ہیں۔ اور مولانا آگے فرماتے ہیں :-  
گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب

تا ازاں نے سیخ سوز دینے کی باب

کہ یہ اویا نے کرام ان ہونی بات کو سہلی اور ہونی کو ان ہونی کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہگ پر نہ سیخ کو جلنے دیں اور نہ ہی کی باب کو اور ان کا یہ تقرب و اختیار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ خداوند کریم ان پر اپنی رحمت و بخشش اور قبول دعا کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور یہ باذن الہی اس پر قادر ہوتے ہیں۔ کہ آثار کو اسباب پر مرتب نہ ہونے دیں۔ اور اپنی دعا و قدرت سے کسی کے دکھ کو سکھ میں بدل سکتے ہیں۔ کسی بیمار کو شفا دے سکتے ہیں۔ کسی کی مشکل میں مدد کر سکتے ہیں۔ کسی کی تنگدستی دور کر سکتے ہیں۔ اور کسی بے کس و لاپچار کی دستیگری کر سکتے ہیں۔ کسی کی ڈوبی نہیں چلا سکتے ہیں۔ اور کسی کی ڈوبتی کشتی کو کنارے پر لگا سکتے ہیں۔ اب اس واضح حقیقت کے بعد بھی بد عقیدہ لوگوں کا یہ شور مچانا اور بے ادب و مغضول کا یہ واویلا کرنا بالکل فضول ہے۔ کہ یہ اولیاء اللہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے اختیار میں کوئی چیز نہیں ہے۔ ان کو پکارنا گمراہی ہے۔ اور ان سے مدد مانگنا شرک ہے۔ اور ان کے آستانوں پر جانا بدعت و بے دینی ہے اور یہ من و دین اللہ یعنی غیر اللہ ہیں۔ اصل میں اولیائے کرام رحم اللہ علیہم کے یہ دشمن اور قرآن پاک کی ان آیات کو جو بتوں کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں انبیاء اور اولیاء پر چسپال کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی اسٹ دھرمی پر قائم رہ کر قرآن و حدیث کی مخالفت اور اولیاء اللہ سے دشمنی کر کے خدا تعالیٰ سے جنگ کرتے رہتے ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۶۳ میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الْوَلِيُّ لَهُوَ الْقَرِيبُ فِي الدُّفْعَةِ كَمَا وَلى كَمَا لَعْنَى قَرِيبٍ كَمَا فِي - فَإِذَا  
كَانَ الْعَبْدُ قَرِيبًا مِّنْ حَضْرَتِ اللَّهِ بِسَبَبِ كَثْرَةِ طَاعَتِهِ وَكَثْرَةِ إِخْلَاصِهِ  
وَكَانَ الرَّبُّ قَرِيبًا مِّنْهُ بِرَحْمَتِهِ وَبِفَضْلِهِ وَاحْسَانِهِ كَمَا جَبَّ كَوْنًا بِنَدِهِ



اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری۔ ریاضت و عبادت اور اخلاص و مجاہدہ نفس کے سبب اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت و بخشش اور لطف و کرم سے اس بندے کے قریب ہو جاتا ہے۔ فَمَهْنَاكَ حَصَلَتِ الْوَلَايَةُ بِسِ اس طرح اس بندے کو درجہ ولایت حاصل ہو جاتا ہے۔

۴۶۶ اِنَّ الْعَبْدَ لِرَبِّهِ وَالرَّبُّ لِرَبِّهِ وَاللَّهُ لِرَبِّهِ  
اللَّهُ وَرَبِّ الْمُنِئِقِينَ وَاللَّهُ وَرَبِّ الْمُنِئِقِينَ  
وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ

سورۃ آل عمران - جاثیہ - البقرہ - اعراف -

کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ اور اللہ بندے کا دوست ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ اور اللہ متیقن کا ساتھی ہے۔ اور اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔ اور وہ صالحین سے پیار کرتا ہے۔ فَثَبَّتْ اِنَّ الرَّبَّ وَرَبِّي الْعَبْدُ وَالرَّبُّ وَرَبِّي الْعَبْدُ وَالرَّبُّ حَبِيبُ الْعَبْدِ وَالْعَبْدُ حَبِيبُ اللَّهِ -

پس یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ بندے کا ولی ہے۔ اور بندہ اللہ کا دوست ہے۔ اور رب تعالیٰ بندے کا پیار اور حبیب ہے۔ اور بندہ رب تعالیٰ کا حبیب اور پیار ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم نے فرمایا :-

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ - وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ -  
اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ - وَ اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ -

کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ متیقن سے محبت کرتا ہے۔ اور جب یہ سب کچھ قرآن پاک سے ثابت ہے تو پھر جب اللہ کا کوئی بندہ اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے اور جس چیز کا وہ حکم دیتا ہے وہ کرتا ہے۔ اور جس شے سے وہ منع کرتا ہے رک جاتا ہے۔

فَكَيْفَ يَبْعَدُ أَنْ يُفْعَلَ الشَّرْبُ الرَّحِيمِ الْكَبِيرُ مَرَّةً وَاحِدَةً  
 مَا يُرِيدُ الْعَبْدُ — تو پھر یہ کیوں کر بعید اور ناممکن ہے کہ ایک بندہ عاجز و  
 بے اختیار ہو کر بھی جو خدا کہتا ہے۔ وہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ اور خالق  
 کائنات اور رحیم و کریم ہو کر جو بندہ کہے وہ نہیں کر سکتا۔  
 یعنی یہ ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہی نہیں بلکہ ثابت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بھی اپنے بندوں  
 کی بات مان لیتا ہے۔ اور جو وہ کہتے ہیں وہ کر دیتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس ایمان افروز اور حقائق سے بھر پور مدلل اور مفصل  
 تقریر کے بعد اب اولیائے کرام رحم اللہ علیہم اجمعین کے فیوض و برکات اور کمالات  
 و تصرفات میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اور پھر جس دلائل قرآنیہ سے  
 انہوں نے فقر و درویشی اور ولایت و روحانیت کو کھل کر بیان کیا ہے۔ اور اولیائے  
 کرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو تعلق اور ان سے جو محبت ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اولیائے  
 عظام کو جو تعلق اور محبت ہے ان تمام چیزوں کو قرآن پاک کی روشنی میں جس حسن طریقے  
 سے واضح کیا ہے۔ وہ حقیقت شناس لوگوں کے لئے نورِ بصیرت ہے۔ اور نصف مزاج  
 لوگوں کے لئے چراغِ ہدایت اور خصوصاً اولیائے کرام کو ماننے والے۔ عقیدت و محبت  
 رکھنے والے اور ان کی چوکھٹ پر اپنی جبینِ نیاز جھکانے والے سنیوں کے لئے دین و  
 ایمان کو تازگی اور دل و جان کو راحت بخشنے والی ایک واضح حقیقت ہے۔ اور اولیائے  
 عظام کے مخالفوں اور ان سے بغض و عداوت رکھنے والے بد عقیدہ لوگوں کے لئے درس  
 عبرت بھی ہے۔ اور سبق آموز مضمون بھی۔

پارہ ۲۵۱۵، سورۃ زخرف - آیت ۶۷

أَلَا خَلَاءُ يَوْمَئِذٍ أَبَعَضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوًّا لِّلْآٰمِنِّتِيْنَ —

کہ قیامت کے دن اور میدانِ حشر کی ہیبت و ہولناکی سے گھبرا کر جب مخلوق  
 خدا ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دے گی اور جب کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں  
 مہنے گا۔ باپ اپنے بیٹے سے بھاگ جائے گا اور بیٹا اپنے باپ سے بھائی کو

جواب دے دے گا۔ اور یار یار کو۔ اور جب تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو یہ اولیائے کرام قیامت کے دن اپنے سہاراوں کو سہارا بن کر بے چاروں کا چارہ بن کر دکھیوں کے دستگیر ہو کر گنہگاروں کی شفاعت اور بے یار اور بے مددگاروں کی امداد کریں گے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۴ - حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد جب خداوند تعالیٰ مخلوق کے حق میں آخری فیصلہ کر دے گا۔ اور جنتیوں اور دوزخیوں کی پشتوں پر مہریں لگا دیں گی تو فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ پہلے جنتیوں کو جنت میں لے جاؤ۔ چنانچہ جنتی بڑی خوشی و مسرت سے جنت کی طرف چلے جائیں گے۔ اور دوزخی حسرت و یاس کے دریا اور شرمندگی و سوالی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ان کو دیکھتے ہوں گے۔ اور پھر جب اولیاء اللہ کی صف دوزخیوں کے پاس سے گزرے گی تو ایک دوزخی جس کی پشت پر تھپیر الہی کی مہر لگ چکی ہوگی ڈر کر اللہ کے ایک ولی کے پاؤں پکڑ لے گا۔ اور عرض کرے گا اَمَا لَعَسَ فَنِي - کہ کیا آپ مجھے پھینکتے ہیں۔ اور پھر خود ہی کہے گا۔ اَنَا الَّذِي نَسَقَيْتُكَ شَرًّا كَمَا نَسَقَيْتُنِي حَسَنًا۔ آپ کو ایک دفعہ پانی بلایا تھا۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَنَا الَّذِي نَسَقَيْتُكَ لَكَ وَضَوُّهُ - اور کوئی کسی ولی کو کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ وضو کرایا تھا۔ فَيَسْتَفْعِمُ لَدَا فَيَدْخُلُهَا بِنِعْمَةِ رَبِّهِ الَّذِي دَلَّ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَخْرُجُ مِنْهُ الْوَضْوُءُ۔ اور وہ اولیائے کرام کی شفاعت و مدد کے صدقے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ خدا کا غضب رحمت میں تبدیل ہو جائیگا۔ ان کی مشکل حل ہو جائے گی۔ ان کے دکھ دور ہو جائیں گے۔ اور ان کی بگڑی ہوئی تقدیر بن جائے گی۔ اسی لئے تو اقبال کہتا ہے۔ کہ

اندازہ کون کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جائیں ہیں تقدیریں

اولیاء اللہ رحمہم اللہ علیہم کی امداد و شفاعت اور ان کے وسیلہ و صدقے پر شکر و

برعت کے فتوے لگانے والے بد عقیدہ مولوی غور کریں کہ قرآن پاک کی یہ آیت پاک

نبی کریم علیہ السلام کی یہ حدیث مبارکہ کیسے واضح الفاظ میں اولیاء اللہ کی شفاعت و استعانت اور ان کی امداد اور ان کے وسیلے کا اعلان کر رہی ہے۔

حشر کے میدان میں جہنمیوں کا اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے پاس جا کر فریاد کرنی اور پھر امداد و شفاعت طلب کرنی اس بات کی دلیل ہے کہ اولیائے کرام کے مقدس آستانوں پر جا کر ان کی قدم پوسی کرنا اور ان کی چوکھٹ کو چوم کر ان سے اپنے دکھوں کا علاج۔ بیماری کی شفا۔ مشکلوں کے حل اور گناہوں کی معافی کے لئے مدد مانگنی اور دعا کرانی نہ شرک ہے اور نہ بدعت۔ بلکہ جائز و مستحسن ہے۔ اور اگر بیچ پوچھو تو عین شریعت ہے۔ اس لئے بھی کہ وہ چیز جو قیامت میں اُٹھ خیرت میں جائز و درست ہے۔ وہ اس دنیا میں کیوں نا جائز و غلط ہے۔

روزِ حشر اور قیامت کے دن کے وہ درزخی دربارِ خداوندی میں حاضر تھے۔ اس لئے ان کا حق تو یہ تھا کہ وہ دربارِ خداوندی میں فبیرا ذکر تے اور اپنے رب تعالیٰ سے مدد مانگتے۔ اور براہِ راست اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار ہوتے۔ مگر نہیں انہوں نے دیکھا کہ آج خدا تعالیٰ قہر و غضب اور پورے جاہ و جلال میں ہے کسی ایسے مردِ کامل اور اللہ کے دوست کا وسیلہ تلاش کر جس کی شفاعت و سفارش وہ قبول کرے اس لئے انہوں نے خدا تعالیٰ کے دربار میں فریاد کرنے کی بجائے اولیاء اللہ کے دامن کو پکڑ کر التجا کی اور پھر ان کے وسیلے سے خداوند کریم کے ان کو معاف کر دیا۔ اور ان کی تقدیر بدل گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان خیر الیہ کیوں کیا گیا۔ اور ایسا کیوں ہوا؟ تو جواب یہ ہے کہ صرف اس لئے کہ وہ بد عقیدہ لوگ اور اولیائے عظام سے عداوت و دشمنی رکھنے والے گستاخ و اعظا اور ان سے مدد مانگنے پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے والے بے ادب مولوی یہ جان جائیں کہ اولیاء اللہ کی شان کیا ہے اور آج بھی بزرگانِ دین گنہگاروں کے کام آ رہے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے دوست میں جن کو تم دنیا میں غیر اللہ سمجھتے تھے۔ اور بھولے بھالے مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے رہے



ہو کہ اولیاء اللہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے۔ کسی کے کام نہیں آ سکتے۔ کسی کی فریاد نہیں سن سکتے کسی کو شفا نہیں دے سکتے۔ اور ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ اور ان کے استانوں پر جانا اور ان سے مدد مانگنی شرک و بدعت ہے۔ اور پھر اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فقیر و درویش اور اپنے پیرو مرشد کی کی ہوئی خدمت منافع نہیں جاتی۔ ایک نے پانی پلایا تھا اور دوسرے نے وضو کر لیا تھا۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی  
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

پارہ ۱۶۵۔ سورۃ مریم۔ آیت ۶۳

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُودَتْ مِنْ بِعَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔

کہ ہم نے اپنی جنت کا وارث اپنے اولیاء کو بنا دیا ہے۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کا وارث ہم نے اپنے متیقن بندوں کو بنا دیا ہے۔ اور متیقن ہی اولیاء اللہ ہیں۔

رِانُ اَوْلِيَاءِ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ) الفعّال آیت ۳۴

کہ یہ متیقن ہی اس کے ولی و دوست ہیں۔ اور جب فرمان خداوندی کے مطابق یہ اولیاء اللہ جنت کے وارث ہیں تو پھر قیامت کے دن ان کا کسی کو جنت عطا کر دینا کون سی مشکل بات ہے۔

ترجمہ: المجلس جلد ۲ ص ۲۱۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن عرش الہی سے منادی ہوگی کہ میرے محبوب پاک علیہ السلام کے اصحابی کہاں ہیں۔ پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ:

يَا اَبَا بَكْرٍ قِفْ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاَدْخُلْ مِنْ سِتِّتِ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ  
وَاَمْنَعُ مَنْ سِتِّتِ بِعِلْمِ اللّٰهِ۔

کہ اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور اللہ کی رحمت سے جس کو چاہو جنت میں داخل کر دو۔ اور جس کو چاہو اللہ کے

علم سے روک دو۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہو گا کہ  
 يَا عُمَرُ قِفْ عَلَى الْمِيزَانِ فَثَقِيلُ مَنْ شِئْتَ وَخَفِيفُ مَنْ شِئْتَ  
 کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میزان پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کے چاہو اعمال  
 زیادہ کر دو اور جس کے تم چاہو کم کر دو۔ اور جس کا تم چاہو پتہ بھاری کر دو اور جس کا  
 چاہو ہلکا کر دو۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا جائے گا کہ۔ قِفْ عَلَى الصِّرَاطِ  
 کہ اے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پل صراط پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو تم چاہو بازو سے  
 پکڑ کر پار کر دو۔ اور جس کو تم چاہو دوزخ میں پھینک دو۔ اور پھر حضرت علی المرتضیٰ  
 کو حکم ہو گا کہ :-

يَا عَلِيُّ قِفْ عَلَى الْحَوْضِ فَاسْتِغْوِ مَنْ شِئْتَ وَاصْرِفْ مَنْ شِئْتَ -  
 کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حوض کوثر پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو تم چاہو پانی پلا دو  
 اور جس کو چاہو پیاسا رکھو۔ اس روایت پر غور کرو کہ جنت کے دروازے پر حضرت  
 ابوبکر صدیق ہیں۔ اور میزان پر حضرت عمر فاروق اور پل صراط پر حضرت عثمان غنی ہیں  
 اور حوض کوثر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور یہ سب کملی و اے آقائے  
 دو عالم علیہ السلام کے اصحابی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ اور تمام اولیاء اللہ  
 کے پیشوا و امام ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ منبع ولایت ہیں۔ مگر بد عقیدہ لوگوں کے باطل عقیدے  
 کے مطابق یہ غیر اللہ ہیں۔ اور غیر اللہ کے آسمانوں پر جانا اور ان سے مدد مانگنا اور  
 مشکل کشائی کے لئے فریاد کرنا اور ان کے آگے حاجت روائی کے لئے ہاتھ پھیلانا ان کے  
 نزدیک شرک اور بدعت ہے۔ اس لئے بد عقیدہ سولولیوں۔ گستاخ و اعنکوں اور  
 اولیاء اللہ کے بے ادب لوگوں کے لئے قیامت کے دن سوائے جہنم کے کوئی ٹھکانہ  
 نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ جب یہ لوگ جنت کی طرف دیکھیں گے تو وہاں بھی غیر اللہ  
 میزان کی طرف دیکھیں گے تو وہاں بھی غیر اللہ۔ پل صراط سے گزریں گے تو وہاں بھی غیر اللہ  
 اور پھر شدت پیاس سے تنگ ہو کر حوض کوثر کی طرف دوڑیں گے تو وہاں بھی غیر اللہ  
 جن کو یہ لوگ مشکل کشا ہی نہیں مانتے۔ تو چتر حیران ہوں اور سوچتا ہوں کہ ان بد عقیدہ

لوگوں کا قیامت میں کیا بنے گا۔ اگر یہ میری بات مان لیں تو آج بھی اپنے باطل اور لغو عقیدے سے توبہ کر کے کسی مرد کامل کے دامن کو تھام لیں۔ کسی درویش با خدا کے قدم چوم لیں۔ اور کسی مرشد پاک کے آستانے پر سر نیا زجھکا دیں۔

اگر بھٹوں پھگوتتا ہوں کہ ان لوگوں کا قیامت میں کیا بنے گا جو اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن و تشنیع اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں۔ اور نعوذ باللہ من ذالک ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اس لئے اگر اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بغض و عداوت رکھنے والے لوگ بھی اگر چاہتے ہیں کہ ہماری نجات ہو جائے۔ تو ان کو بھی چاہیے کہ اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے اصحابہ کرام کے نیاز مندوں میں اپنا نام لکھوائیں اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اصحابہ کرام کے غلام بن جائیں۔ خدا بڑا ہی رحیم و کریم اور ستار و غفار ہے اور اس کی رحمت و بخشش کے دروازے آج بھی کھلے ہیں۔ انشاء اللہ وہ اپنے دوستوں اور اصحابہ کرام کے صدقے سے ان کو ان کی غلطیاں معاف کر دے گا۔

غور کرو کہ جنت کے دروازے پر حضرت ابو بکر صدیق ہیں اور میزان پر حضرت حضرت عمر فاروق اور پل صراط پر حضرت عثمان غنی ہیں اور حوض کوثر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خداوند تعالیٰ کا اصحابہ کرام کو قیامت کے دن یہ منصب عطا کرنا اس کی شانِ کریمی ہے۔ اور بندہ نوازی ہے۔

بلا تشبیہ و مثال اگر کوئی بادشاہ اپنے ملک کے مختلف محکمے و وزیروں کے سپرد کر دے تو کون سا کفر و شرک ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس بادشاہ سے پوچھے کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے۔ اگر صدر پاکستان محمد ایوب خاں صاحب نے کسی کو وزیر خارجہ اور کسی کو وزیر قانون بنا دیا ہے تو اس میں کون سا کفر و شرک ہے۔ اور پھر ہمیں کیا حق ہے کہ ہم صدر پاکستان کے اس فیصلے پر نکتہ چینی کریں۔ ہاں اگر یہ یاد دوسرے وزراء اپنے اپنے فرائض کو پوری دیانت و صلاحیت سے انجام نہ دیں۔ تو ان کو بدلا جاسکتا ہے۔ مگر یہ اصحابہ کرام اور اولیائے عظام اللہ تعالیٰ کے ایسے وزیر ہیں کہ جن کے متعلق یہ شبہ کرنا

بھی کفر ہے کہ یہ لوگ اپنے فرض منصبی میں کسی قسم کی بددیانتی یا کوتاہی کرتے ہوں گے  
اس لئے یہ وزیر بدے بھی نہیں جاسکتے۔ کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے وزیر نہیں ہیں  
بلکہ حبیب بھی ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ

اور وزیر تو بدلتے رہتے ہیں۔ مگر حبیب کبھی نہیں بدلتے۔

نبوت کے بعد اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولایت و طریقت۔ حقیقت و  
معرفت اور رشد و ہدایت کے امام و پیشوا ہیں۔ اور طریقت کے چاروں سلسلوں  
نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، اور سہروردیہ کے سردار و سر تاج اور منبع و مخزن  
ہیں۔

لائپسوس کے آٹھ بازار ہیں جن کے نام یہ ہیں:-

پکھری بازار، ریل بازار، کارخانہ بازار، امین پور بازار، منگھری بازار  
چنیوٹ بازار، بھوانہ بازار اور جھنگ بازار۔ اور شہر کے وسط میں گھنٹہ گھر ہے۔ اور  
ایک گول بازار ہے جو شہر کے ارد گرد اس طرح گھومتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس بازار کی  
کسی دوکان سے چل پڑے تو تھوڑی دیر کے بعد تمام شہر کا چکر لگانے کے بعد پھر اسی  
دکان پر آجائے گا۔ اگر لائل پور شہر کی بناوٹ اور اس کے نقشے پر غور کیا جائے تو یہ سید  
پوری طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اگر کسی مسافر نے گھنٹہ گھر جانا ہو تو وہ شہر کے ان آٹھوں  
بزاروں میں سے جس بازار میں بھی داخل ہوگا گھنٹہ گھر سامنے نظر آجائے گا۔ اور وہ مسافر  
بڑی آسانی سے گھنٹہ گھر پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر غلطی سے کوئی گول بازار میں داخل ہو جائے  
گا تو پھر وہ ساری زندگی شہر کے ارد گرد چکر لگاتا رہے گا۔ مگر گھنٹہ گھر نہیں پہنچ سکے گا۔  
بلاشبہہ و مثال! جس طرح لائل پور شہر کے مرکز تک پہنچنے کے لئے کسی بازار  
میں داخل ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ اسی طرح مرکز رسالت اور خدا تک پہنچنے کے  
لئے طریقت کے کسی بازار میں داخل ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ مگر یہ بد عقیدہ لوگ  
تو گول بازار میں پھنسے ہوئے چکر لگا رہے ہیں۔ اس لئے قیامت تک ان کو منزل مقصود  
نہیں مل سکتی۔ اور ملے بھی کیوں کہ جب کہ خداوند کریم نے ان کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا



ہوا ہے۔

پارہ ۱۵۔ سورۃ کہف۔ آیت ۷۱۔

وَمَنْ يُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا

کہ وہ شخص جو گمراہ ہو گیا پس نہ پائے کسی ولی یا مرشد کو یعنی مددگار رہا ہوا کو۔ یہ آیت پاک بھی اولیائے کرام رحمہ اللہ علیہم سے بغض و عداوت رکھنے والوں اور ان کی شان پاک میں گستاخی کرنے والوں کے لئے تازیانہ عبرت بھی ہے۔ اور ان کی ضلالت و گمراہی پر ایک خدائی مہربانی ہے۔ اس لئے کہ یہ بدیہہ لوگ کسی ولی و مرشد کے طالب نہیں ہیں اور نہ ہی کسی پیر و فقیہ کو مانستے ہیں۔ اور نہ ہی اولیاء اللہ اور کسی مرشد کامل کے تصرفات و کمالات کے قائل ہیں۔ اور نہ ہی اس دنیا کے خطرناک جنگل سے صحیح و سلامت گزرنے کے لئے کسی مددگار و راہنما کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اور نہ ہی گناہ و معصیت کے سمندر کی طوفانی موجوں سے اپنی کشتی حیات کو بحفاظت کنارے پرے جانے کے لئے کسی ملاح کی تلاش کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اس ظلمت کدہ جہاں میں یہ بھڑے راستے پر چلنے کے لئے کسی مرد کامل کے نور معرفت سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اور نہ ہی خدا اور رسول تک پہنچنے کے لئے کسی فقیہ و درویش کے وسیلے کی جستجو کرتے ہیں۔

اور قدآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ضلالت و گمراہی سے بچنے کے لئے فسق و فجور کے اندھیروں میں روشنی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ و رسول تک پہنچنے کے لئے کسی ولی و مددگار اور کسی مرشد و راہنما کا دامن پکڑنا ضروری ہے۔

اگر کسی وزیر یا کسی افسر کو ملنا ہو تو نہرا روں وسیلے تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ اسی کے دستوں کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ تو خدا و رسول تک پہنچنا کوئی آسان تو نہیں ہے۔ پھر ان کو ملنے کے لئے بھی کسی مرشد کامل کا وسیلہ تلاش کرنا پڑے گا۔ جب کہ خداوند کریم نے خود ہی فرما دیا ہے کہ یہ میرے دوست ہیں۔ میرے پیارے ہیں۔ اور مجھے ملنے والے ہیں جس طرح بغیر تیل کے چراغ نہیں جل سکتا۔ اور بغیر پانی کے درخت نہیں پھل سکتا۔ اسی

طرح بغیر مرثد کے خدا نہیں بنا سکتا۔ اسی لئے تو درویش لاہوری کہتا ہے۔ کہ

کیمیا پیدا کن از مُشتے بگلے

بوسہ زدن برہستان کاٹے

کہ اے مسلمان اگر تو اپنی مُشتِ خاک کو سونا بنا نا چاہتا ہے تو کسی مردِ کمال کے آستانے  
کی مقدس چوکھٹ کو چوم

دریا پہاڑوں کے چشموں سے نکلتے ہیں۔ اور پھر سارے پاکستان کو سیراب کرتے  
ہیں۔ اور سوکھی ہوئی کھیتیاں سرسبز و شاداب کرتے ہیں۔ مگر نہ تو ضلع لاہور کی زمین براہ  
راست کسی چشمے سے سیراب ہوتی ہے۔ اور نہ ہی ضلع ساہیوال کا کوئی خطہ۔ مگر ان چشموں سے  
بہر علاقوں اور بارانی زمین کو سیراب کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ چشموں سے  
دریا نکلیں۔ اور دریاؤں سے بڑے بڑے نہریں نکالی گئیں اور نہروں سے سووے اور  
تسووے سے کھلے اور پھر کھالوں سے نالیاں۔ اور ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ یہ نالیاں  
زمین کو سیراب کرتی ہیں۔ اور ہرنالی کے پانی کا تعلق بالواسطہ چشموں کے پانی سے ہے۔  
نہیں نہیں۔ بلکہ ہرنالی کا پانی چشمے کا ہی ہے۔

نبوت کے سرچشمہ سے ولایت و روحانیت کے چار بڑے دریا نکلیں پھر ان دریاؤں  
سے سینکڑوں نہریں نکلیں۔ پھر ان نہروں سے ہزاروں کھاتے اور کھالوں سے لاکھوں  
نالیاں نکلیں۔ جن کے ذریعے کروڑوں انسانوں کی دل کی کشتِ دیراں سیراب ہو گئی۔  
سینوں کے اُجڑے ہوئے کھیت سرسبز ہو گئے۔ اور منلا مت و گمراہی اور فسق و فجور کی  
بادخیزاں سے اُجڑے ہوئے دلوں کے باغیچوں میں حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی  
بہار آگئی۔ حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولایت و روحانیت کے دریا ہیں۔ جن سے طریقت و معرفت کی  
سینکڑوں نہریں نکلیں۔ حضرت ادریس قرنی۔ حضرت خواجہ حسن بصری۔ حضرت امام  
جعفر صادق۔ حضرت ذوالنون مصری۔ حضرت بایزید بسطامی۔ حضرت شیخ شبلی۔  
حضرت جنید بغدادی۔ حضرت ابوالحسن خرقانی۔ حضرت غوث اعظم۔ حضرت

خواجہ معین الدین - حضرت داتا گنج بخش - حضرت باوا فرید - حضرت نظام الدین اور  
 حضرت بہاول حق ذکر یا - حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی - اور مرشد لاثانی حضرت  
 شیخ جماعت علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین - یہ تمام بزرگان دین اور اولیائے  
 کرام چشمہ ولایت و روحانیت اور منبع رشد و ہدایت سے نکلے ہوئے ان چار  
 دریاؤں کی طریقت و حقیقت کی نہریں ہیں - جن کے صدقے سے - جن کے وسیلے سے  
 جن کی معرفت اور جن کے ذریعے سے نسل انسانی کے دلوں کی بنجر زمین سیراب ہوتی آ  
 رہی ہے - اور قیامت تک ہوتی رہے گی - اور حقیقت و معرفت کے گلشن چمکتے رہیں  
 گے - اور رشد و ہدایت کے پھول کھلتے رہیں گے -

اور جس طرح ضلع لائل پور کے کسی باغ کو سیراب کرنے والے پانی کا تعلق بالواسطہ  
 پہاڑوں سے نکلنے والے چشمہ سے ہے اسی طرح حضرت خواجہ خواجہ بنگان - قبلہ عالم  
 شہنشاہ طریقت میرے پیر و مرشد حضرت سید علی حسین شاہ صاحب علی پوری  
 دامت برکاتہم العالیہ سے پیدا کیا ہوا روحانی تعلق بالواسطہ چشمہ ولایت و  
 روحانیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو جائے گا - نہیں نہیں بلکہ  
 سر چشمہ نبوت و رسالت سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو  
 جائے گا - اور اگر بیچ پوچھو تو خداوند تعالیٰ سے ہو جائے گا -

پارہ ۷۶ - سورۃ الفتح - آیت ۱۰

إِنَّ الدِّينَ يُبَایِعُوكُمْ تَحْتَ الشَّجَرَةِ إِنَّمَا يُبَایِعُونَ اللَّهَ  
 نِدَّ اللَّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

میرے گھر میں جلی ہے - اور جب رات کے اندھیرے میں مجھے روشنی کی ضرورت  
 پڑتی ہے تو میں ایک ٹن کو دبا لیتا ہوں - جس سے میرا کمرہ فوراً روشن ہو جاتا ہے - اور  
 سارے مکان میں اجالا ہو جاتا ہے - اور سارا گھر چمک اٹھتا ہے - اور میرے کمرے  
 کی جلی کے انڈے کا تعلق بالواسطہ کسی جلی گھر سے ہے - جہاں سے مختلف طریقوں سے تقسیم  
 ہوتی ہوئی تاروں کے ذریعے میرے مکان تک پہنچتی ہے - تو جس طرح مکان کے اندھیرے

کو دور کرنے کے لئے کسی چراغ یا بجلی کے انڈے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح دل کے اندھیرے کو بھی دور کرنے کے لئے کسی مرشد کامل کے نورِ معرفت کی ضرورت ہے۔ اور جس طرح کسی مکان کی بجلی کے بٹن کا تعلق کسی بجلی گھر سے ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی مرشد کامل سے پیدا کیا ہوا روحانی تعلق با واسطہ نبی اور خدا سے ہو جاتا ہے۔

يَخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ اور مَصَارِيْمِ الْمَهْدَى كَالْبُهْمِ الْمَطْلَب ہے۔ کہ جب اس کائنات ارضی پر ضلالت و گمراہی کے اندھیرے چھا جاتے ہیں۔ فسق و فجور کی تاریکی پھیل جاتی ہے۔ کفر و باطل کی سیاہی غالب آ جاتی ہے۔ اور بے دینی و الٰہی و کی ظلمت مستط ہو جاتی ہے۔ تو پھر خداوند تعالیٰ اپنے مقبول بندوں اور اولیاء کرام کے ذریعے سے نسل انسانی کو کفر و باطل کے اندھیروں۔ فسق و فجور کی تاریکیوں اور بے دینی و الٰہی و کی ظلمتوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی روشنی۔ حق و صداقت کے اجالے اور دین و ایمان کے نور کی طرف لے آتا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۵۹، مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۳

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کئے۔ پھر وہ توبہ کرنے کے ارادے سے گھر سے نکل گھڑا ہوا اس نے ایک راہب سے پوچھا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں۔ اور اب میں توبہ کروں تو کیا خدا تعالیٰ میری توبہ قبول کرے گا کہ نہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اور پھر اس نے آگے جا کر کسی اور شخص سے پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا۔ اَنْتِ قَرِيْدٌ كَذَّابٌ وَ كَذَّابٌ۔ کہ فلاں بستی میں چلے جاؤ۔ مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں:-

فَاَطْلِقْ اِلَى اسْرِحِي كَذَّابٌ وَ كَذَّابٌ فَاِنَّ بِهَذَا نَاسًا لَيُعْبَدُوْنَ مِنَ اللّٰهِ  
کہ فلاں بستی میں چلے جاؤ۔ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں یعنی اولیاء اللہ ہیں۔ ثُمَّ سَأَلَ عَنْ اَعْلَمَاءِ هَلْبِ الْاَمْرَاضِ۔ پھر اس نے ایک بہت بڑے عالم دین سے سوال کیا تھا۔ اور عالم دین نے اس کو یہ فرمایا تھا۔



اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کی طرف اپنے گناہوں کی معاف کرانے اور توبہ قبول کرانے کی غرض سے جا رہا تھا تو راستے میں اس کی موت ہو گئی۔

فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ —

پس رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے، عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ایک سو آدمیوں کا قاتل ہے، اس لئے یہ جہنم ہی ہے، اور رحمت کے فرشتوں کا موقف یہ تھا کہ اب یہ اللہ کے ولیوں کی طرف توبہ کرنے جا رہا ہے اس لئے یہ جنت ہی ہے۔

تب خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور یہ گنہگار جہاں سے چلا ہے وہاں سے لے کر جہاں اس نے جانا ہے وہاں تک فاصلہ ناپ لو، اگر اکھڑا ہے تو یہ جنت ہی ہے، اور اگر پھیلا ہوا ہے تو یہ دوزخ ہی ہے، جب فرشتے وہ فاصلہ ناپنے لگے تو نَادُوْا حَى اللّٰهِ اِلٰى هٰذَا اَنْ تَقْرَبُوْا — خدا تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ آگے سے سمت جا، پس وہ زمین آگے سے سمت گئی، اور فاصلہ کم ہو گیا، یا وہ بستی قریب ہو گئی، اور پھر خداوند کریم نے فرشتوں کو فرمایا کہ کون سا حصہ کم ہوا ہے، تو فرشتوں نے عرض کی یا مولا — هٰذَا اَقْرَبُ بِشَيْءٍ اَنْ يَّسْتَبِيْحَ سے ایک بالشت کم ہے۔

فَغَفَرَ لَهٗ — پس خدا کی رحمت و بخشش کا دریا بھوش میں آ گیا اور اس سو انسانوں کے قاتل کو بخش دیا۔

غور کرو کہ وہ گنہگار اور ایک سو انسانوں کا قاتل ابھی اللہ کے ولی کے پاس پہنچا ہی نہیں ہے بلکہ ابھی اس بستی کی طرف جا رہا تھا جس میں اولیاء اللہ رہتے تھے، تو خداوند تعالیٰ نے اس قاتل و گنہگار کو بخش دیا، صرف اس لئے کہ وہ توبہ کرنے اولیاء اللہ کی طرف جا رہا تھا، اور خدا تعالیٰ کو یہ بات پسند آگئی کہ اگرچہ یہ گنہگار ہے لیکن توبہ کرنے میرے دوستوں اور میرے اولیاء کے کرام رحم اللہ علیہم کی طرف جا رہا ہے اگر میں نے اس کی توبہ قبول کر کے اور اس کے گناہ معاف کر کے آج نہ بخشا تو میرے

اویاٹے عظام کی شان میں فرق آجائے گا۔  
 تو ہم بھی اللہ کے دلی۔ کسی پیر و فقیر اور کسی مُرشد کمال کے مقدس ہاتھوں میں اپنے  
 ہاتھ دے کر صرف اسی لئے بیعت کرتے ہیں۔ تاکہ ہماری توبہ قبول ہو جائے، ہمارے گذشتہ  
 گناہوں کی معافی ہو جائے۔ اور اس مُرشد کمال کے وسیلے سے ہمیں خدا اور رسول کا سیدھا  
 راستہ مل جائے۔ اور اولیاء اللہ کے صدقے سے ہماری نجات ہو جائے۔ اور ہماری بگڑی  
 ہوئی تقدیر بدل جائے، اور اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا، کہ اولیاء اللہ کی زیارت  
 و ملاقات کی نیت کر کے قصد آجانا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ باعث بخشش اور وسیلہ نجات  
 بھی ہے۔

اور ایسا ہو بھی کیوں نہ جب کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ**  
 کہ اللہ تعالیٰ اولیائے کرام سے محبت کرتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندے  
 سے محبت کرتا ہے۔ تو پھر ساری کائنات اس سے محبت کرنے لگ جاتی ہے۔ اور وہ ساری  
 مخلوق کا محبوب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ نبی  
 کریم علیہ السلام نے فرمایا

**إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّ فَلَانًا فَأَجِبُّهُ  
 قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ ينادي في السماء فَيَقُولُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فَلَانًا فَأَجِبُّوهُ  
 فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقُبُورُ فِي الْأَرْضِ**

کہ جب اللہ کریم کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام کو  
 بلا کر کہتا ہے۔ کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ نبی کریم علیہ  
 السلام نے فرمایا پھر جبریل علیہ السلام بھی اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ اور پھر  
 آسمانوں پر منادی کر دی جاتی ہے کہ اے آسمان والو خداوند تعالیٰ فلاں بندے سے  
 محبت کرتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمانوں کے تمام فرشتے بھی اس بندے سے  
 محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ زمین والوں کے دلوں میں بھی اپنے اس

مقبول و محبوب بندے کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقبولانِ الہی کے مقصد سے  
 ہستیاؤں پر مخلوق خدا کا ہجوم رہتا ہے۔ اور اولیائے کرام کے درویشوں پر حاجت مندوں  
 کا میلہ لگا رہتا ہے۔ اور ان دلق پوشوں کی بارگاہوں پر بڑے بڑے شہنشاہ کا سہ  
 گدائی لئے پھرتے ہیں۔ اور ان فاتحہ مستوں کی چوکھٹوں پر دنیا کے تاج داروں کی جبین  
 نیاز جھکی رہتی ہے۔ اور ان خدا پرستوں کے درباروں پر ہزاروں ڈکھ درد کے  
 مارے انسان مشکل کشائی کے لئے اپنے دامن پھیلائے رکھتے ہیں۔ اور ان فیقروں کے  
 ڈیروں پر دنیا کے ٹھکرائے ہوئے لاکھوں انسان پناہ لیتے ہیں۔ اسی لئے تو عدم کہتا  
 ہے۔ کہ :-

ارے میگسا روسویرے سویرے  
 خرابات کے گرد پھیرے پہ پھیرے  
 کبھی اس طرف بھی گذر کر تو دیکھو  
 بڑی رونقیں ہیں فیقروں کے ڈیرے

اور پھر ان کے تشریحی روغنایت سے اپنا پیاسا کس بجوانے کے لئے تشنگان  
 معرفت کا ہجوم رہتا ہے۔ اور ان کے میخانہ عرفان و حقیقت سے شراب عشق  
 دستی پینے والوں کا میلہ لگا رہتا ہے۔ اور ان کے چراغ رشد و ہدایت سے حق و  
 صداقت کی راہ تلاش کرنے والے پروانوں کا اثر دام رہتا ہے۔ پھر ان کے دروانوں  
 سے کوئی خالی نہیں جاتا۔ بلکہ جو بھی آتا ہے۔ جھولی بھر کے جاتا ہے۔ بیمار آتا ہے تو شفا پا کر  
 جاتا ہے۔ دکھ والا آتا ہے تو سکھ لے کر جاتا ہے۔ بے چین آتا ہے۔ تو چین لے کر جاتا  
 ہے۔ بے مراد آتا ہے۔ تو بامراد ہو کر جاتا ہے۔ بھٹکا ہوا آتا ہے تو منزل پا کر جاتا ہے۔  
 بد نصیب آتا ہے تو خوش نصیب ہو کر جاتا ہے۔ دوزخی آتا ہے تو جنتی بن کر جاتا ہے۔ بے  
 اولاد آتا ہے۔ اولاد لے کر جاتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو چور آتا ہے تو قطب ہو کر جاتا ہے۔  
 اسی لئے تو درویش لاہوری کہتا ہے۔

ہزاروں خوف ہو لیکن زبان ہودل کی رفیق  
 یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق  
 بھوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں  
 فقط یہ بات کہ میرے معاشاں ہے مردِ خلیق

اور یہی نفوسِ قدسیہ ہیں جو اطاعتِ خدا اور رسول کی بدولت عبادتِ عریضت  
 کے ذریعے اور مراقبہ و مجاہدہٴ نفس کی معرفت اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ اتنا قریب اور  
 تعلق پیدا کر لیتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق پھر اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں  
 بن جاتا ہے۔ اور وہ ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ خدا ان کے کان بن جاتا ہے۔ وہ  
 خدا کے کانوں سے سنتے ہیں۔ خدا ان کے ہاتھ بن جاتا ہے۔ اور وہ خدا کے ہاتھوں  
 سے پکڑتے ہیں۔ خدا ان کے پاؤں بن جاتا ہے۔ وہ خدا کے پاؤں سے چلتے ہیں اور پھر  
 جب بھی اور جو بھی وہ سوال کرتے ہیں خدا پورا کر دیتا ہے۔ جو مانگتے ہیں خدا عطا کر دیتا ہے۔  
 اور جو وہ سوال کرتے ہیں خدا پورا کر دیتا ہے۔ جو مانگتے ہیں خدا عطا کر دیتا ہے اور  
 جو وہ کہتے ہیں خدا مان لیتا ہے۔ حالانکہ خدا کی آنکھیں نہیں لیکن وہ دیکھتا ضرور ہے۔  
 اس کے کان نہیں لیکن وہ سنتا ضرور ہے۔ اس کے ہاتھ نہیں لیکن وہ پکڑتا ضرور ہے  
 اور اس کی زبان نہیں لیکن وہ بولتا ضرور ہے۔ وہ جسم و اعضاء سے پاک ہے۔ چلنے  
 پھرنے سے مبرا ہے۔ کھانے پینے سے منزہ ہے۔ سونے جاگنے۔ اٹھنے بیٹھنے۔ طول و  
 عرض اور مرض و غرض سے پاک ہے۔

اور امام الانبیاء علیہ السلام کے فرمان کے مطابق جب اولیاء اللہ کا دیکھنا خدا کی  
 آنکھ سے دیکھنا ہے۔ تو پھر اس دیکھنے کی کوئی حد نہیں ہوگی۔ پھر وہ منسلک پر بیٹھ کر ساری  
 کائنات کو دیکھ سکتا ہے۔ زمین و آسمان کو دیکھ سکتا ہے۔ فرش و عرش کو دیکھ سکتا ہے۔  
 اور لوح و قلم کو دیکھ سکتا ہے۔ اسی لئے تو عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء

کہ لوح محفوظ بھی اولیاء اللہ کے سامنے ہے۔ اور ایک مردِ کامل جب خدا



کے کانوں سے سُنتا ہے۔ تو پھر اس کے سُنے کی بھی کوئی حد نہیں ہوگی۔ وہ اپنے حجرے میں بیٹھ کر شرق و غرب کی آوازیں سن سکتا ہے۔ قرب و جوار کی صدا میں سن سکتا ہے۔ دور و نزدیک کی پکاریں سن سکتا ہے۔ اور اپنے مریدوں کی فریادیں جہاں بھی وہ ہونگے سن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں جبہ کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:- **يَا سَادِيَّةَ الْجِبَلِ**۔ کہ اے سارے پہاڑ کی جانب سے بچو۔ اور حضرت ساریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچیس سو میل کے فاصلے سے حضرت عمر کی آواز سنی۔ کیوں؟ — اس لئے کہ حضرت عمر نے اللہ کی ہانک سے دیکھا۔ اور حضرت ساریر نے اللہ کے کانوں سے سُنا۔

اور پھر اس کی پکڑ بھی خدائی پکڑ ہوگی۔ کیونکہ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں۔ اقبال کہتا ہے۔ کہ

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفرین کارکش و کارساز

اور پھر اولیاء اللہ کا ہونا بھی خدا کا ہونا ہوگا۔ اور خدا کا ہونا ہی تقدیر الہی

ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گر چہ از خلق عبد اللہ بود

ایسے ہی مرد مومن اور ایسے ہی بندہ خدا کے متعلق اقبال کہتا ہے۔ کہ

ہر لحظہ ہے مومن نئی آن نئی شان

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اور پھر فقر و درویشی کے مقام کو بیان کرتا ہے۔ کہ

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو چھیری

اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری

اک فقر سے قوموں میں میسکنی و دلگیری  
 اک فقر کی مٹی میں خاصیتِ اکیری  
 اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری  
 میراثِ مسلمانی سرمایہ شبیری

یہاں اس درویشِ لاہوری نے فقر و درویشی کے دونوں پہلو بیان کر دیے  
 ہیں۔ اصلی بھی اور نقلی بھی۔ رحمانی بھی اور شیطانی بھی۔ یعنی اس خطہٴ ارضی میں ایک تو  
 مقبولانِ الہی۔ مردانِ کمال اور اولیاء اللہ ہیں جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ کہ وہ  
 ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں رُشد و ہدایت کی شمع روشن کرتے ہیں۔ اور فتنی و فخور  
 کے اندھیروں میں حق و صداقت کے چراغ جلاتے ہیں۔ اور کفر و باطل کی ظلمتوں میں  
 دین و ایمان کا نور پھیلاتے ہیں۔ اور پھر احکامِ خداوندی۔ قوانینِ الہیہ اور ناموس  
 دین و اسلام کی خاطر کسی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی ٹکر لینے سے دریغ نہیں کرتے۔ اور  
 وہ ساری ساری رات ریاضت و عبادت میں گزار دیتے ہیں۔ اور ذکر و فکر میں مشغول  
 رہتے ہیں۔ اور دوسرے وہ مست الست اور ننگ دھرننگ فقیر و درویش ہیں جو فقر و  
 درویشی کا لباس پہن کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ نہ نماز۔ نہ روزہ۔ نہ فرض نہ  
 نفل۔ نہ ذکر نہ فکر۔ نہ عبادت نہ ریاضت۔ نہ وضو نہ مصلیٰ اور نہ شریعت نہ طہارت  
 اور پھر بھی فقیر کے فقیر۔ اور درویش کے درویش۔ اور پیر کے پیر۔ بس کونڈا اور ڈنڈا  
 بھنگ اور چرمس۔ اور عیاشی و فحاشی ہے۔ لیکن پھر ولی کے ولی۔ مگر قصور ان کا نہیں۔  
 ان کے ماننے والوں کا ہے۔ جو اتنے جاہل و نادان ہیں کہ ان کو حق و باطل کی پہچان نہیں۔ نیک  
 بد کا امتیاز نہیں۔ اور اچھے اور بُرے کی تمیز نہیں ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان  
 کے مسلمان اصلی اور نقلی گھی کی تو پہچان کر لیتے ہیں۔ مگر اصلی و نقلی پیر کو نہیں پہچان سکتے۔ اور خالص  
 و ملاوٹ والے دودھ کو تو پرکھ سکتے ہیں۔ مگر خالص و ملاوٹ فقیر کو نہیں پرکھ سکتے۔ اور یہ  
 اچھے اور بُرے دوست کو تو جان لیتے ہیں مگر اچھے اور بُرے درویش کو نہیں جان سکتے۔  
 خبردار! وہ فقیر جو احکامِ خداوندی کا باغی ہو۔ وہ درویش جو شریعتِ مصطفیٰ

سے بے عمل ہو اور وہ پیر جو اسلام کی حدوں کو توڑے وہ اسلام کی مقدس پیشانی پر  
ایک بد نما داغ ہے۔ دین کے حسین چہرے پر ایک کلنک کا یہ مکہ ہے۔ اور مذہب کے  
خوبصورت ماتھے پر ایک سیاہ دھبہ ہے۔ اور ایسا فقر قوم میں بے حس و ہمدلی کی  
دیگری اور بے حیالی و بے غمٹی پیدا کرتا ہے۔ اور ایک وہ فقر ہے جو عبادت و  
ریاضت کے ذریعے۔ ذکر و منکر کے سبب اور مراقبہ و مجاہدہ کی معرفت فنا فی اللہ  
کے مقام پر پہنچ کر عصائے کلیم اور یہ قدرت بن جاتا ہے۔ اور ایسا فقر قوم میں بہادری و  
شجاعت، بہمت و جرات۔ بیا کی و تو کوئی۔ جہانگیری و جہان بینی اور طہارت و پاکیزگی  
سکھاتا ہے۔ اور اس کی سرہات علمہ حق ہوتی ہے۔ اور اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔  
اور ایسا فقر بادشاہی سے افضل اور جہانگیری سے بلند ہوتا ہے۔  
اقبال کہتا ہے۔ کہ

میرا فقر بہتر ہے اسکندری سے  
یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی

اور

مقام فقر کتنا بلند ہے شاہی سے  
روش کسی کی گدایا نہ ہو تو کیا کہیے

اور

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ  
فقر ہے میروں کا میر اور فقر ہے شاہوں کا شاہ

اور

دار و سکندر سے وہ مرد فقر اولیٰ  
جس فقر سے آتی ہو بولنے اسدا للہی

اور

قوتِ سلطان و میرازِ لادِ اللہ  
 ہیبتِ مردِ فقیر از لادِ اللہ  
 فقرِ عریاں گری بدر و حنینی  
 فقرِ عریاں بانگِ تکبیرِ حسین

کہ کسی مردِ فقیر کا جاہ و جلال لادِ اللہ کی ضرب سے پیدا ہوتا ہے۔ اور فقرو  
 درویش وہی ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم پر چل کر دنیا  
 سے باطل پرستی کو مٹانے کے لئے نعرۂ تکبیر سے پہلاڑوں کے دل ہلا دے۔ اور  
 یقروہ ہے جو کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں سے نکلنے کے لئے بدر و حنین کے معرکوں کو بھر  
 زندہ کر دے۔ اور اطاعت و بندگی کا یہی وہ مقام ہے کہ جہاں خداوند تعالیٰ  
 اپنے کسی مقبول و برگزیدہ بندے کو عَبْدُ اللہ کہہ کر پکارتا ہے۔ اور جب کوئی  
 بندہ عَبْدُ اللہ کے مقام پر پہنچ جائے تو پھر

عبدِ دیگر عَبْدُ اللہ چیز سے دیگر  
 این سراپا انتشار او منتظر  
 کس ز بسترِ عبداً آگاہ نیست  
 عَبْدُ اللہ جز سیراً لا اللہ نیست

اور اس بندے کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس سے اتنا

گہرا تعلق ہو جاتا ہے۔ کہ :-

خودی کو کر بند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتائیری رضا کیا ہے

یہی وہ قوت تھی جس کو لے کر حضرت معین الدین چشتی ہندوستان میں آئے۔ اور پھر

اسی لادِ اللہ کی قوتِ ایمانی سے پرتھوی راج کے شاہی محلوں میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ اور

ہندوستان کے پیاریوں کو معبودِ حقیقی کے آگے جھکایا۔ اور اپنے تصرفات و کمالات

اور فقر و درویشی کی ہیبت و کمالات سے نعلستکہ ہند میں توحیدِ خداوندی کا چراغ جلایا



اور اپنی اسی باطنی قوت سے ہندوستان کے مشہور جادوگر جے پال سے طلسم باطل کو توڑا  
 کر اس کو محمد علیہ السلام کا کلمہ پڑھایا۔

اور یہی وہ طاقت تھی جسے حضرت مجتہد الف ثانیؒ نے کراٹھے۔ اور پھر اسی  
 روحانی طاقت اور حق کے جلال سے اگبر کی حکومت کی دیواروں کو ہلا دیا۔ اور پھر جہانگیر  
 کے تختِ طاؤس کو اپنے پاؤں کی ٹھوک سے روند کر کلمہ حق سنایا۔ اور اسی جذبہٴ حسنی  
 سے ہندوستان میں پھیلتی ہوئی مشرکانہ رسومات کو مٹا کر صرف ایک خدا کے آگے  
 سر بسجود ہونے کی تبلیغ فرمائی۔ اور مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں  
 کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت کی شمع جلائی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ادویائے کرام دین  
 و ایمان کی قوت اور فقر و درویشی کی طاقت سے کرمندوستان میں نہ آتے تو بہت  
 ممکن تھا کہ آج یہاں اسلام کا نام و نشان تک بھی نہ ہوتا۔ یہ محراب و منبر، یہ مسجدیں و  
 عبادت گاہیں۔ یہ دین و اسلام اور یہ مومن و مسلمان انہیں ادویائے کرام اور بزرگان  
 دین کے فقر و درویشی اور ان کے تصرفات و کمالات کے مرہونِ منت ہیں :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## معیتِ اولیاء

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ہر جگہ اور ہر حالت میں ڈرتے رہو۔  
اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقَعُودًا  
وَاعْلَىٰ جُنُوبِهِمْ (کہف)

اے انسان! اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ ملالے جو اللہ تعالیٰ کو اٹھتے بیٹھتے یاد  
کرتے رہتے ہیں۔ قرآن پاک کی ان آیات میں خداوند تعالیٰ ایمان والوں کو حکم دیتا  
ہے کہ سچے لوگوں یعنی اولیائے کرام اور بزرگان دین کے ساتھ ہو جاؤ اور ان کی معیت  
و رفاقت اختیار کرو۔ اور دوسری آیت پاک میں خداوند کریم نے اولیائے عظام کی  
معیت و رفاقت کو اور بھی کھل کر بیان فرمایا ہے۔ کہ اتنا ہی نہ کرنا کہ کسی مردِ کامل  
کے مقدس ہاتھوں میں ہاتھ دے کر یعنی صرف بیعت کر کے ہی بس نہ کرنا بلکہ اپنے نفس  
کو اپنے دل کو اور اپنی روح کو بھی اولیاء اللہ کے ساتھ وابستہ کر دینا۔

غرضیکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام کے ساتھ معیتِ جسدی کا حکم فرمایا  
ہے۔ وہاں معیتِ روحانی کی بھی تاکید کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی مُرشدِ کامل کی ظاہری  
بیعت پر ہی اکتفا کرنا بلکہ باطنی طور پر بھی ان سے لگاؤ رکھنا ضروری ہے۔

اگر کوئی مسلمان دل سے کسی مردِ کامل کی غلامی اختیار کر لے گا۔ اور دل و جان سے  
اولیاء اللہ سے محبت رکھے گا تو اس کا فائدہ قیامت کے دن یہ ہوگا۔ جب کہ سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ - کہ دنیا میں جس کو جس سے محبت ہوگی وہ قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا۔ امام الانبیاء علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں اگر کسی کو دانا گنج بخش سے محبت ہے تو قیامت کے دن وہ دانا کے ساتھ ہوگا۔ اور دنیا میں جس کو غوث اعظم سے محبت ہے قیامت میں وہ غوث اعظم کے ساتھ ہوگا۔ اور دنیا میں جس کو صحابہ کرام سے محبت ہے محبت ہوگی وہ قیامت میں صحابہ کرام کے ساتھ ہوگا۔ اور دنیا میں جس کو کمسلی والے سے محبت ہوگی قیامت میں وہ کمسلی والے کے ساتھ ہوگا۔ سنی اگرچہ گنہگار ہی سہی لیکن گناہ و بے ادب نہیں ہیں اس لئے قیامت کے دن انشاء اللہ اولیائے کرام صحابہ عظام اور جناب الانام علیہ السلام سے محبت و عقیدت ہی ان کے لئے وسیلہ نجات اور ذریعہ بخشش بن جائے گی۔ کیونکہ ہر سستی کے دل میں ہر ولی، ہر پیر و فقیر، ہر صحابی اور ہر نبی کی محبت و عقیدت پوری طرح موجود ہے۔ اور ہر سستی کا امن کسی نہ کسی پیر و فقیر اور کسی نہ کسی مرید کامل سے وابستہ ہے۔ اور ہر سستی کسی نہ کسی مرشد و پیر کا طالب و مرید ہے۔ مگر یہ گستاخان نبوت و ولایت اور اولیاء اللہ کی شان پاک میں بے ادبی کرنے والے مولوی اور بزرگان دین سے عداوت رکھنے والے واعظ اور ان کے متعلق بغض و عناد رکھنے والے یہ عقیدہ لوگ قیامت میں کہاں جائیں گے۔ کس کو پکاریں گے۔ کس سے فریاد کریں گے۔ اور کس کے ساتھ ہوں گے جب کہ دنیا میں ان کو کسی پیر و فقیر اور کسی نبی و ولی اور کسی مرشد کامل سے کوئی عقیدت و محبت نہیں ہے۔

عارف رومی فرماتے ہیں :-

ہر کہ خواہد ہم نشین با خدا

اد نشیند در حضور اولیاء

کہ وہ شخص جو یہ چاہتا ہے کہ میں خداوند کریم کے ساتھ بیٹھوں یعنی بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو جاؤں تو اسے چاہیئے کہ وہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھے۔ ان کی صحبت اختیار کرے۔ اور بزرگان دین کی مجلس میں رہے۔ اس لئے کہ :-

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے پاس ایک لمحہ بیٹھنا سو سال کی مقبول عبادت سے افضل و بہتر ہے۔

چنانچہ عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں اور دیوبندیوں کے امام و پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب امداد المشتاق کے ص ۱۵ پر نبی کریم علیہ السلام کی یہ حدیث پاک لکھی ہے۔

مَنْ أَسَاءَ أَنْ يَجْلِسَ مَعَ اللَّهِ فَلْيَجْلِسْ مَعَ أَهْلِ التَّصَوُّفِ۔

کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ میں اللہ کے پاس بیٹھوں پس وہ کسی صوفی کسی درویش اور کسی مردِ کامل کے پاس بیٹھ جائے! مقصد یہ کہ اولیائے کرام کے پاس بیٹھنا ہی اللہ کے پاس بیٹھنا ہے۔ اور پھر ہی نہیں بلکہ:-

پیرِ کامل صورتِ ظلِّ الہی

یعنی دیدِ پیر دیدِ کبیر یا

کہ چونکہ مرشد برحق اور پیرِ کامل کی صورتِ جمالِ خداوندی کا پرتو ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے پیر کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔ اولیاء اللہ کی صحبت۔ بزرگانِ دین کی مجلسِ صوفیائے کرام کی رفاقت۔ اور درویشانِ کامل کی صحبت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بڑے اچھے ہو جاتے ہیں۔ اور بد نیک۔ بے مراد بامراد ہو جاتے ہیں۔ اور بد نصیب خوش نصیب اور پتیل سونا اور ناقص کامل بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گلے خوشبوئے درحمامِ روزے

رسید از دستِ محبوبِ بدستم

کہ ایک دی میں حمام میں نہا رہا تھا۔ کہ ایک دوست نے مجھے خوشبودار ٹی دی

بد و گفتم کہ مشکے یا عبیری

کہ از بونے دلاویرے تو مستم



تو میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ تیری دل کو بھاننے والی خوشبو  
نے مجھے مست کر دیا ہے۔

بگفتا من گئے ناپ چیز بودم  
ولیکن مدتے با گل نشستم

تو اس مٹی نے جواب دیا کہ ہوں تو میں ایک ناپ چیز و حقیر مٹی۔ لیکن میں چند دن  
گلاب کے پھول کی صحبت میں رہی ہوں۔ یعنی مجھ پر گلاب کا پھول اُگا ہوا تھا۔ اور اس  
صحبت کا اثر یہ ہوا ہے کہ

جسمای ہمنشیں در من اثر کرد

و غرنہ من ہما خالم کہ ہستم

کہ اس گلاب کے پھول کی خوشبو میرے اندر بھی آگئی ہے۔ ورنہ میں وہی حقیر مٹی ہوں۔  
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حقیقت افسردہ مثال اور ایمان بخش دلیل سے  
یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ناپ چیز و حقیر مٹی چند دن گلاب کے پھول کی  
صحبت میں رہ کر اور مشک و عنبر بن کر شیخ سعدی کے دل و دماغ کو معطر کر سکتی ہے۔  
تو ایک گنہگار بندہ کسی اللہ کے ولی کی صحبت میں رہ کر نیکو کار بھی ہو سکتا ہے اور  
ایک کار خوش اطوار بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایک ناقص انسان کسی مردِ کامل کی صحبت میں رہ  
کر کامل بھی بن سکتا ہے۔ اور جس طرح یہ ناممکن ہے کہ برت میں رکھی ہوئی کوئی چیز ٹھنڈی  
نہ ہو اور آگ پر رکھی ہوئی کوئی شے گرم نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ کوئی ناقص  
انسان کسی کامل کی صحبت کے اثر اور اس کے فیوض و برکات سے محروم ہے۔

عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فیضِ صحبت کی مثال دے کر فرماتے ہیں

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت

دانہ چوں آمد بلمزرع کشت گشت

کہ جس طرح قطرہ دریا میں مل کر دریا اور دانہ کھیت میں مل کر کھیتی بن جاتا ہے۔ اسی  
طرح ایک ناقص کسی کامل کی صحبت میں رہ کر کامل بن جاتا ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ اگر

کسی شخص کو کسی نیک اور کامل کی صحبت اور مجلس نصیب نہ ہو تو وہ قرآن پاک کی تلاوت کرے  
اور یہ ایسے ہے جیسے اس نے ارواح انبیاء علیہم السلام کی صحبت پائی۔ کیوں کہ

ہست قرآن جاہلکے انبیاء

ماہیان بحر پاک کبدر یا

کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات کا بیان ہے۔ جو کہ دریائے

وحدت میں غوطہ زن رہنے والے ہیں۔ (ماہیان)

ارشادِ رومی کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کامل کی صحبت میسر نہ آسکے تو پھر ان کے

حالات و حکایات ہی کو پڑھنا اور سننا بمنز لہ ان کی صحبت کے ہے۔

بازاروں میں دودھ قیمتاً فروخت ہوتا ہے۔ اور پانی کی کوئی قیمت نہیں ہے

لیکن اگر کوئی قوم کا دشمن دودھ میں پانی ملا دے تو پھر پانی زبانِ حال سے دودھ کو

کہتا ہے کہ تیری تو قیمت ہے اور میری کوئی قیمت نہیں ہے۔ لیکن اب میں تیری صحبت

میں آ کر تجھ میں سما گیا ہوں اور اب میرا کیا حال ہوگا۔ تو دودھ بھی زبانِ حال سے پانی کو

جواب دیتا ہے۔ کہ جب تک تو مجھ سے جدا تھا تو تیری کوئی قیمت نہ تھی۔ اور اب چونکہ

تو میری صحبت میں آ گیا ہے۔ اس لئے اب جو قیمت میری ہے وہی تیری۔

گرم کوٹ کا کپڑا چاہے سو روپے گز والا ہی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی وہ کبھی درزی

کی دوکان پر کٹا پھٹا اور ادھر ادھر کھرا رہتا ہے۔ اور کبھی کسی دھوبی کی دوکان پر

الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اگر آٹھ آنے گز کا کھد قرآن پاک کا غلاف بن

جائے تو پھر قرآن مجید کے ساتھ لگ کر وہ بھی مسلمانوں کی بوسہ گاہ بن جاتا ہے۔

اور ہاتھ غیبی سے آواز آتی ہے کہ اے ایمان والو اگرچہ یہ آٹھ آنے گز کا معمولی

ساکھتا رہے۔ مگر چوں کہ اب یہ قرآن پاک کی صحبت میں آ کر اس کا غلاف بن چکا

ہے۔ اس لئے اب اس کو بے وضو ہاتھ نہ لگائیں۔

صحبت صالح تر صالح کند

صحبت طالح ترا طالح کند

ستر آن پاک میں خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کے ایمان انروز قیامت کے ساتھ ان کے اس کئے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ جو ان کی صحبت میں رہ کر جنت کا حقدار بن گیا تھا۔ قصہ یہ ہے کہ کسی زمانہ میں اور کسی شہر میں ایک بادشاہ حکمران تھا۔ جس کا نام دقیانوس تھا۔ اور وہ بہت ہی ظالم تھا۔ اس نے اپنی سلطنت میں یہ اعلان کر دیا تھا۔ کہ میری حکومت میں جس کسی نے بھی اللہ کا نام لیا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اس ظالم کی سلطنت میں اللہ تعالیٰ کے سات اولیائے کرام بھی رہتے تھے۔ جو دن رات اپنے رب کریم کی عبادت و ریاضت اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے جب یہ اعلان سنا تو وہ آدمی رات کے وقت شہر سے نکل کر دے ہوئے۔ جب وہ شہر سے باہر نکلے تو ان اولیاء اللہ نے دیکھا کہ ایک کتا بھی ان کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ وہ کہتے کو اپنے ساتھ دیکھ کر گھبرائے۔ کہ یہ بھونکے گا تو میرا دم بکڑے جائے گا۔ اور اسی خطرے کے پیش نظر وہ کہتے کو مارنے۔ ہٹانے اور دھتکارنے لگے۔ مگر کہتے نے ان کو کہا

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۳۳۴

مَا تَرِيدُونَ مِنِّي لَا تَخْشَوْا جَانِبِي اَنَا اُحِبُّ اِجْتَاءَ اللّٰهِ فَنَامُوا  
حَتّٰى اٰخِرِ سَكْمٍ۔

کہ آپ کا مجھ سے کیا مطلب ہے۔ آپ لوگ مجھ سے کوئی خوف نہ کھائیں۔ میں تو اللہ سے محبت کرنے والاں سے محبت رکھتا ہوں۔ پس آپ لوگ سو جائیں میں آپ کا پرہ دوں گا۔ اور میری تو آرزو یہ ہے کہ آپ لوگوں کی پاک صحبت سے میری بھی نجات ہو جائے اور قیامت کے دن میں بھی بخشا جاؤں۔ چنانچہ قیامت کے دن جب اصحاب کہف یعنی وہ اولیاء اللہ جنت میں داخل ہوں گے تو آج اولیاء اللہ کی پاک صحبت کو شریک و بدعت

کہنے والے بد عقیدہ مولوی اس کتے کو بھی ان کے ساتھ جنت میں جاتا دیکھیں گے۔  
 پھر اس کتے نے کہا اے اللہ کے ولیو اگرچہ میں کتا ہوں، مگر یہ جانتا ہوں کہ تم اللہ  
 کے ولی ہو۔ اس لئے میں تمہیں بھونکوں گا نہیں۔۔۔ میں اس کتے کے قدم کیوں نہ چوم لوں جو  
 کتا ہو کر بھی اللہ کے ولیوں کو نہیں بھونکا۔ اور ان انسانوں کو ابلیس کیوں نہ کہوں جو انسان  
 ہو کر اولیاء اللہ کو بھونکتے ہیں۔ ان کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے  
 ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو اس کتے کی یہ ادا پسند آگئی۔ اور اس کی آواز پر تحسین و آفرین کہتے ہوئے  
 قرآنِ پاک میں اس کتے کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور اس کے پہرہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِمَا تَبَاوَعَا صِيدًا

غور کرو کہ وہ ایک کتا ہو کر پہاڑ کی ایک غار کے منہ پر بیٹھ کر تین سو نو سال تک  
 اولیاء اللہ کا پہرہ دیتا ہے۔ لیکن یہ کتنے افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان  
 کہلانے والے انسان اولیاء اللہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان کو بُرا کہتے ہیں۔ اور ان پر طعنہ زنی  
 کرتے ہیں۔ تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی شانِ اقدس میں گستاخی  
 کرنے والے انسانوں سے اولیاء اللہ کی صحبت کے فیض سے جنت میں جانے والا کتا ہزار  
 درجے افضل ہے۔

پھر قرآنِ پاک کے اس ایمان افروز قصے سے یہ بات بھی پوری طرح ثابت ہو  
 جاتی ہے کہ جب اولیاء اللہ کی خدمت کرنے اور ان کی صحبت میں رہنے پر اللہ کریم کا  
 لطف و کرم اور اس کی رحمت و بخشش ایک کتے پر ہو سکتی ہے۔ تو پھر اولیاء اللہ کی خدمت  
 کرنے اور ان کی نیک صحبت میں رہنے پر ایک انسان خدا کی رحمت و بخشش سے کیسے محروم  
 رہ سکتا ہے۔

اعداد المشتاق ص ۱۰۷۔ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی  
 رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ کہ ایک کتا سامنے سے گذرا۔ آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی تو وہ کتا اس



قدر صاحب کمال ہو گیا کہ شہر کے تمام کتے اس کے پیچھے دوڑتے تھے۔ وہ کتا ایک جگہ بیٹھ گیا تو سب کتوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا۔

امداد المشتاق ص ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ میں نے حاجی صاحب مرحوم سے سُنہے کہ ایک بزرگ مشغول بیٹھے تھے کہ ایک کتا سامنے سے گذرا۔ اتفاقاً اس بزرگ کی نظر اس کتے پر پڑ گئی۔ پھر اس بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی اور ان کی نگاہ کا اس کتے پر اتنا اثر ہوا کہ جہاں وہ کتا جاتا۔ کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے۔ اور جہاں وہ بیٹھتا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے۔ پھر سنس کر فرمایا کہ وہ کتا تمام کتوں کے لئے شیخ بن گیا۔ — آگے لکھتے ہیں کہ دیکھئے جن کے فیوض و برکات جانوروں پر بھی ہوں ان سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے۔ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ہاں دھن ہونی چاہیے۔ چاہے تھوڑی ہی ہو۔

اصحابِ کہف کی برکت سے ان کا کتا بھی ایسا مشرف ہوا کہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کو قیامت تک نمازوں میں پڑھا جائے گا، تو جب حق تعالیٰ کی عنایت کتے پر اس قدر ہو گئی، تو ہم پر کیوں نہ ہوگی۔

امداد المشتاق ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ فقیر متا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ اور فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی نماہری میں۔۔۔ فرمایا حضرت صاحب نے کہ میں نے حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالتِ حیات میں اٹھایا تھا۔

اَوَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ نِعْمًا وَعِزًّا وَرِجَالٌ لَّكُنَّ مِنَ الدُّنْيَا مُعْزَمِينَ اور بے ادب مولویوں اور بد عقیدہ و اعظموں کو چاہیے کہ وہ ہماری کوئی بات نہیں مانتے اور ہماری کسی کتاب پر ان کو یقین نہیں ہے، تو بسہمی اپنے ہی پیرو مرشد اور امام و پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی پر ہی یقین کر کے ادھر اس کی ملٹی ہوئی ان سچی باتوں کو تسلیم کر کے اولیاء اللہ کی شان

اقدس میں گستاخیاں کرنی چھوڑ دیں۔ اور اپنے باطل عقیدے سے توبہ کر کے سچے دل سے  
 اویاے کرام رحم اللہ علیہم کے خادم بن جائیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے قطب تھے کا ایک مجوسی  
 سے وجود باری تعالیٰ کے متعلق بحث ہو گئی، اس آتش پرست کافر نے کہا کہ ہم دونوں ہاتھ  
 ملا کر آگ میں ڈالتے ہیں جس کا ہاتھ جل گیا وہ جھوٹا اور جس کا پنج گیا وہ سچا ہوگا، چنانچہ  
 اس دہریے نے حضرت مالک بن دینار کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ باندھ کر آگ میں ڈال دیا۔  
 اور جب تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ باہر نکلے دونوں کے ہاتھ صحیح و سلامت تھے۔ نہ ہی  
 مالک بن دینار کا ہاتھ جلا۔ اور نہ ہی اس مجوسی کا۔۔۔ رات ہو گئی اور جب ساری  
 کائنات سو گئی تو حضرت مالک بن دینار نے گوشہ تہنائی میں بارگاہ رب العزت میں  
 عرض کی یا مولا۔ یہ مجوسی تو تیری ذات کا منکر تھا، اور میں نے تو ستر سال تیری عبادت  
 کی ہے۔ مگر تو نے یہ کیا کیا کہ نہ میرا ہاتھ ہی جلایا اور نہ ہی اس کافر کا۔۔۔

تو پردہ غیب سے جواب آیا۔ کہ ارے میرے مقبول بندے تیرا سوال تو ٹھیک  
 ہے۔ لیکن میں اس کے کفر کو دیکھتا یا تیرے ہاتھ کو۔ بات یہ ہے کہ چونکہ اس کا ہاتھ تیرے ہاتھ  
 کے ساتھ تھا۔ اس لئے میں نے تیرے ہاتھ کی برکت سے اس کا بھی نہیں جلایا۔ اسے کہو کہ اگر  
 امتحان بننا ہے تو اکیلا اپنے ہاتھ آگ میں ڈالے۔

یہ ہے اولیاء اللہ کی محبت کا اثر اور بزرگان دین کی صحبت کا فیض اور اویاے  
 کرام کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے کا مقصد۔

اَوَّلِيَاءِ اللّٰهِ کے مراتب و مدارج ہوتے ہیں۔ کوئی ولی ہوتا ہے اور کوئی  
 غوث۔ کوئی قطب ہوتا ہے، اور کوئی ابدال۔ کوئی قطب مدار ہوتا ہے اور کوئی اوتاد۔  
 اوتاد جمع وتد کی ہے۔ اور وتد معنی منجھ اور قطب کے معنی بھی کلی کے ہیں۔ اور  
 پھر ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ چکی کے دو پڑوں کے درمیان ایک کلی ہوتی ہے جس کا تعلق

چکی کے دونوں پڑوں سے ہوتا ہے۔ اور چکی چلنے پر وہ دانہ جو چکی سے چٹ جائے وہ  
پلنے سے محفوظ رہتا ہے۔

اسی طرح یہ اولیاء اللہ اور قطب و اوتاد اس کائنات میں ایک کئی کی مانند ہیں  
جن کا تعلق زمین سے بھی ہوتا ہے اور آسمان سے بھی۔ فرش سے بھی ہوتا ہے اور عرش سے  
بھی۔ اور مخلوق سے بھی ہوتا ہے اور خالق سے بھی اور یہ خدا اور بندوں کے درمیان  
ایک وسیلہ ہیں۔ خالق و مخلوق کے درمیان ایک واسطہ ہیں اور آقا اور غلاموں کے  
درمیان ایک ذریعہ ہیں۔

اور جس طرح وہ دانہ جو چکی کی کٹی سے چٹ جائے پلنے سے بچ جاتا ہے اسی  
طرح وہ گنہگار جو کسی ولی اور مرشد کمال کے دامن سے لپٹ جائے۔ خدا کے عذاب سے  
محفوظ رہتا ہے۔

اس مسئلے اے گنہگار بند و اور اے درد و غم کے مارے ہوئے انسانو اگر تم  
بھی دنیا و آخرت میں عذاب خداوندی اور قہر الہی سے بچنا چاہتے ہو۔ اور دکھ و درد  
رنج و غم اور مصائب و آلام سے نجات پانا چاہتے ہو اور اطمینان قلب سکوی دل  
اور تسکین روح حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس دانے کی طرح جو چکی کی کٹی سے چٹ کر  
پلنے سے بچ جاتا ہے تم بھی کسی مرشد کمال کے دامن سے لپٹ جاؤ کسی مرد قلندر کی صحبت اختیار  
کر لو کسی ولی اللہ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دو اور کسی فقیر بے نوا کے قدم چوم لو۔

بازار میں ایک آدمی سنگترے بیچ رہا تھا۔ اور بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ اچھے  
سنگترے! اچھے سنگترے! ایک مست پاس سے گذرا اس نے جب یہ آواز سنی  
تو وجد میں آ کر رقص کرنے لگا۔ لوگ حیران تھے کہ اس درویش کو کیا ہو گیا ہے۔ آخر لوگوں  
نے پوچھا۔ اے مست! یہ وجد و رقص کس بات پر تھا۔ تو اس مست نے جواب  
دیا کہ کیا تم نے اس سنگترے بیچنے والے کی آواز نہیں سنی۔ جو بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ

اچھے سنگترے — اچھے سنگترے  
 جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے اچھے ہیں۔ جو کسی مُرشدِ کامل کی سنگت  
 سے تر گئے ہیں۔

اولیاء اللہ کی معیت :- بزرگانِ دین کی صحبت اور کسی مردِ کامل کی رفاقت سے  
 نہ صرف یہ کہ ناقصِ کامل اور پتیل سونا بن جاتا ہے۔ بلکہ مرشد کی توجہ اتحادی سے شیخِ کامل اور  
 مریدِ صادق کے درمیان سے تمام حجاباتِ باطنی اٹھ جاتے ہیں۔ اور من و تو کا امتیاز مٹ  
 جاتا ہے۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خدمت گارِ نابائی پر خوش ہوئے  
 اور فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ — عرض کی۔ آقا مجھے اپنے جیسا کر دیجئے۔  
 خواجہ باقی باللہ نے اس نابائی کو سامنے کھڑا کر کے توجہ اتحادی ڈالی۔ بس پھر  
 کیا تھا۔ دیکھنے والے نہ پہچان سکے کہ باقی باللہ کون ہے۔ اور نابائی کون ہے۔  
 لیکن چونکہ اس نابائی کا قاصد گدائی پھوٹا تھا۔ اور وسعتِ دلی تنگ تھی اس وہ شیخِ کامل  
 کی توجہ اتحادی کو برداشت نہ کر سکا اور غمخواری دیر کے بعد اللہ اللہ کہتا ہوا جان بحق ہو گیا۔  
 مولانا رومؒ تو فرماتے ہیں۔ کہ

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا  
 کہ کسی مردِ کامل کے پاس ایک گھڑی بیٹھنا ہزار سال کی مقبول عبادت سے بہتر ہے۔  
 مگر حضرت میراں بھیکؒ فرماتے ہیں۔ کہ

ایک گھڑی سے آدمی اور آدمی سے بھی آدم  
 بھلا سنگتِ سادہ کی کاٹے کوٹ اپرا دم

اور جب کوئی طالبِ صادق اور مریدِ با وفا اپنے مرشدِ کامل کی محبت میں اپنے آپ کو  
 فنا فی الشیخ کر لیتا ہے۔ جو کہ منزلی حقیقت و معرفت کی پہلی سیڑھی ہے تو پھر وہ مریدِ با وفا



بھی شیخ کامل بن جاتا ہے۔ اور پھر کا نظامرید کو چھتا ہے۔ تو در شیخ کو ہوتا ہے۔ پھر اس پر  
چلتا ہے اور خون اس کا بہتا ہے۔

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاک کی ہو کہ نوری ہو

ہو خورشید کا پٹکے اگر ذرے کا دل چیریں

اور پھر وہ جدھر دیکھتا ہے اسے اپنے شیخ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ عاشق و معشوق

کا حقیقی اتحاد اور طالب و مطلوب کی سچی سنگت اور مرید و شیخ کی بکی محبت و صحبت کا آخری

مقام یہی ہے۔ کہ مرید شیخ میں فنا ہو جائے۔ اور شیخ مرید کو اپنے جیسا کر دے۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ محبت میں فنا ہو چکا تھا۔ اور اسے ہر طرف اور

ہر چیز میں لپٹے ہی نظر آتی تھی۔

ایک دفعہ محبتوں کے جسم میں پھوڑا نکل آیا۔ ایک حکیم کو بلا یا گیا کہ فصد کرے۔ حکیم

نشر سے فصد کرنے لگا۔ تو محبتوں نے روک دیا۔ حکیم نے کہا کہ اسے محبتوں! تو تو شیروں

سے بھی نہیں ڈرتا۔ اور اب نشر سے ڈر گیا ہے۔ محبتوں نے جواب دیا

گفت محبتوں من منی تر سم ز نیش

صبر من از کوہ سنگین است بیش

ایک از لیلی وجود من پر است

ترسم اسے فساد گر فصد من کنی

در میان لیلے و من فرق نیست

کہ حکیم صاحب میں نشر سے نہیں ڈرتا۔ اس لئے کہ میرا صبر و تحمل تو پہاڑ سے بڑھ کر ہے

لیکن میرے وجود میں لیلی سمائی ہوئی ہے۔ اور میرے بدن کا صدف لیلی کی محبت کے موتیوں

سے بھرا ہوا ہے۔ میں ڈرتا تو اس لئے ہوں کہ اگر تو نے میرے پھوڑے پر نشر چلائی تو یہی نشر لیلی

کے جسم پر لگے گی۔ اس لئے کہ مجھ میں اور لیلی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## اولیاء الشیطان

کتاب کے شروع میں لکھا جا چکا ہے کہ ازل سے لے کر ابد تک اور اول سے لے کر آخر تک اور ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیام قیامت تک دو مختلف طاقتیں آپس میں ٹکراتی رہیں گی۔ توحید و شرک کی ٹکڑ۔ ایمان و کفر کی جنگ۔ حق و باطل کی لڑائی۔ نیکی و بدی میں تصادم۔ اور اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان آپس میں دست و گریباں ہوتے رہیں گے۔

تاریخ کرام کو حق و باطل اور نیکی و بدی کی ان دونوں قوتوں اور دونوں جماعتوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں جماعتوں کے کارنامے کیا ہیں اور انہوں نے کہاں کہاں اور کن کن طریقوں اور کسی کسی روپ میں اپنے اپنے فساد نفس کو سراجام دیا ہے۔ اولیاء اللہ یعنی اولیاء الرحمن کے متعلق تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اور مختلف روایات و امثال سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اب ان کے مقابلے میں اولیاء الشیطان کی کارستانیاں بھی ملاحظہ ہوں جو بالکل اولیاء الرحمن کی ضد ہیں۔ اور اولیاء الشیطان کی یہ منحوس جماعت ہمیشہ حق کی مخالفت کرتی رہتی ہے۔ احکام خداوندی کی باغی رہتی ہے۔ نیکی سے اس کو پیر اور بھلائی سے اس کو مناد رہتا ہے۔ اور اس جماعت کے دل و دماغ میں فتنہ و فساد اور فسق و فجور چھایا رہتا ہے۔ اور خدا کے بندوں کو حق و صداقت کی سیدھی سداہ اور رشد و ہدایت کے صحیح راستے سے ہٹا کر گمراہ کرنے

کی کوشش کرتی رہتی ہے۔

قرآن پاک نے خدا تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندوں کو جہاں اولیاء اللہ عبادِ کریم  
حزب اللہ - صالحین - متقین اور اصحاب الجنتہ کے پیارے پیارے اقاب عطا فرمائے  
ہیں۔ وہاں قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ نے مردود و ملعون انسانوں کو اولیاء الشیطان  
اور اولیاء الطاغوت اور اصحاب النار جیسے مکروہ اور برے نام بھی دئے ہیں۔

اس کتاب میں میں نے اولیاء اللہ کے اعمال و افعال - خواہی و ہمتا - اطوار و کردار  
اور ان کے طریق کار کو قرآن و حدیث کی روشنی میں کھل کر بیان کر دیئے ہیں۔ اور اب  
اولیاء الشیطان کے عادات و خصائل اور اعمال و افعال کو بیان کر کے دونوں جماعتوں  
کی جان پہچان کرائی ہے۔ تاکہ مسلمان حق و باطل میں تیزا کہ ایمان و کفر کو پہچان کر نیکی و  
بدی میں امتیاز کر کے۔ اچھے و بُرے کو پرکھ کر اور صحیح اور غلط عقیدے کو سمجھ کر اپنی عاقبت  
عاقبت سنواریں۔ اور اولیاء اللہ کے مقدس آستانوں پر اپنی جبین تیناز جھکا کر خداوند  
تعالیٰ کی رمت و بخشش کے حقدار بن جائیں۔ اور اولیاء اللہ کے گستاخ مولویوں کی پھیلائی  
ہوئی گمراہی کے گستاخوں و اندھیروں میں رشد و ہدایت کی روشنی تلاش کر لیں۔

پارہ ۳۵ - سورۃ البقرہ - آیت ۲۵۷

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ  
إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّاسِ فِيهَا خَالِدُونَ۔

اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے رفیق اور دوست اور اولیاء (شیطان  
ہیں۔ جو بندوں کو دین و ایمان کی روشنی سے نکال کر کفر و باطل کے اندھیروں میں لے  
آتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اس آیت پاک پر غور کرنے  
سے یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے۔ کہ اولیاء الرحمن کے مقابلے میں اولیاء الشیطان  
کیوں ایک جماعت اس دنیا میں موجود ہے۔ جو اپنے اعمال و افعال اور خواہی و ہمتا کے

حقانہ سے اولیاء الرحمن کی ضد ہے۔

اولیاء الرحمن کی مقدس جماعت تو نسیل انسانی کو کفر و شرک کے اندھیروں اور ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں سے نکال کر دین و ایمان کی روشنی، حق و صداقت کے نور اور رشد و ہدایت کے اجالے میں لے آتی ہے۔ اور اس کے مقابلے میں اولیاء الشیطان کی منحوس جماعت اپنی گمراہ گن چالوں سے خدا کے بندوں کو دین و ایمان کی روشنی و صداقت کے نور اور رشد و ہدایت کے اجالے سے نکال کر کفر و شرک کے اندھیروں ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں اور بدی و باطل کے سیاہ بادلوں میں لے آتی ہے۔ اور یہ جماعت کئی طریقوں سے عوام کو گمراہ کرنے کی ہر وقت کوشش کرتی رہتی ہے۔ مثلاً کبھی تو یہ جماعت بندگانِ خدا کے کانوں میں یہ پھونکتی ہے کہ نبی ہماری طرح کا ایک مجبور و بے اختیار بشر ہوتا ہے۔ اور کوئی نبی کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوتا۔ اور کبھی یہ جماعت عوام کے دلوں میں یہ دوسو سے ڈالتی ہے کہ یہ اولیاء اللہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے ہاتھ پاؤں پر سنا شرک ہے اور ان کے مزاروں پر جانا بدعت ہے۔ اور ان کے نام کی کوئی پیر نہیہ حرام ہے۔ اور ان کی قبروں پر چراغ جلانا گناہ ہے۔ اور پھر اس جماعت کا ہر ایک فرد اپنی اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے اس قسم کے عقائد باطلہ کی تبلیغ و شائستگی کرتا رہتا ہے جس سے متاثر ہو کر کئی بد قسمت انسانوں کی متابع دین و ایمان ٹٹ جاتی ہے اور وہ حق و صداقت کے نور اور رشد و ہدایت کی روشنی سے نکل کر کفر و باطل کے اندھیروں اور ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں میں چلے جاتے ہیں۔ پس جب بھی کبھی کہیں دیکھو اور سنو کہ کوئی شخص انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شانِ اقدس میں گستاخی کر رہا ہے تو فوراً سمجھ جاؤ کہ یہ اولیاء الشیطان کی منحوس جماعت کا ایک کارکن ہے۔

پارہ ۴۵ - سورۃ آل عمران - آیت ۱۷۴

إِنَّمَا إِلَهُكُمُ الشَّيْطَانُ وَيَخَوْفُكُمُ الَّذِينَ لَا تَلْمِزُهُمُ فِي شَيْءٍ وَلَا تَخَافُهُمْ وَلَا تَحْزَنُهُمْ



إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔

اے ایمان والو یہ شیطان ڈراتا ہے تم کو اپنے ساتھیوں (اولیاء) سے سو تم ان سے مت ڈرو۔ اور مجھ سے ڈرو۔ اگر تم مومن ہو۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت پاک میں شیطان کے ایک خطرناک کارنامے کی نشان دہی کی ہے۔ کہ یہ شیطان اپنے اولیاء یعنی ساتھیوں کا خوف ایمان والوں کے دلوں میں ڈراتا رہتا ہے۔ تاکہ ایمان والے کسی خوف، ڈر اور کسی دباؤ میں آکر ہی دین و ایمان، حق و صداقت اور رشد و ہدایت اور صحیح عقائد کی سیدھی راہ کو چھوڑ کر ضلالت و گمراہی، فسق و فجور اور غلط عقائد کے خطرناک اور گمراہ کن راستوں میں بھٹک جائیں۔

پارہ ۸۵ - سورۃ الانعام - آیت نمبر ۱۲۱

وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخَذَ بِئِنَّ أُولِيئِهِمْ لِيَجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمْهُ  
إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ۔

اور یہ شیطانوں کی جماعت اپنے اولیاء یعنی اپنے ساتھیوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے رہتے ہیں۔ کہ تم سے جھگڑا کریں۔ اور اگر تم نے ان کی بات مان لی تو مشرک ہو گے۔ قرآن پاک کی اس آیت پاک پر غور کرو کہ خداوند کریم نے کتنے واضح الفاظ میں اولیاء الشیطان کی جماعت کے طرز عمل ان کے خواص و آثار اور ان کے اعمال و افعال کو بیان فرمادیا ہے۔ کہ یہ شیطانی گروہ اپنے ساتھیوں اور اپنی جماعت میں یہ تبلیغ کرتا رہتا ہے۔ کہ یہ ایمان والے لوگ تم سے نبوت و ولایت اور فقیر و درویشی کے مطالبے تم سے لڑتے رہیں گے۔ لیکن خبردار اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم مشرک ہو۔

اب غور کرو کہ ایمان والوں کی لڑائی شیطان والوں سے یہی ہے کہ ایمان والے کہتے ہیں کہ نبی اللہ کا نور ہے۔ نبی ختم البرکات ہے۔ نبی حاضر و ناظر ہے۔ اور نبی تم غیر بتانا ہے۔ اور یہ اولیاء اللہ لوگوں کی فریاد سنتے ہیں۔ عذاب الہی کو روکتے ہیں۔ بے مرادوں کو

مراد اور بے اولادوں کو اولاد دیتے ہیں۔ مشکل کشائی کرتے ہیں۔ اور ان کی سنگت و لوگوں میں نور معرفت پیدا کرتی ہے۔ اور ان کی دوستی ذریعہ نجات ہے۔ اور یہ مرکز بھی زندہ ہیں۔ اور ان کے مزاروں پر جانا باعثِ رحمت ہے۔ اور ان کی نذر و نیاز دینا جائز ہے۔ لیکن ایمان والوں کے ان صحیح عقائد کے مقابلے میں شیطانی ٹولہ اپنے ساتھیوں اور اپنی جماعت کو یہ کہتا رہتا ہے کہ ہمیں یہ ایمان والے چھوٹے ہیں۔ اور اگر تم نے ایمان والوں کی کوئی بات بھی مان لی تو تم مشرک ہو۔ یعنی اگر تم نے ان ایمان والوں کی یہ بات مان لی کہ نبی نور ہے۔ مختار کل ہے۔ اور علم غیب جانتا ہے تو تم مشرک ہو۔ اور یہ اولیاء اللہ و مشکل میں مدد کرتے ہیں۔ عذاب الہی کو رد کرتے ہیں۔ ان کے مزاروں پر جانا باعثِ رحمت ہے۔ اور ان کے نام کی نیاز دینا جائز ہے۔ تو تم مشرک ہو۔ اس آیت پاک سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم کی شانِ اقدس میں گتائیاں کرنے والے اور ان کے فیوض و برکات، کشف و کرامات اور تصرفات و کمالات کا انکار کرنے والے شیطان کے ہی بہکائے ہوئے ہیں۔ اور شیطانی جماعت کے ہی گمراہ کارکن ہیں۔

پارہ ۱۵، ۲۸ - سورۃ المجادلہ - آیت نمبر ۱۹

اسْمُو ذٰلِیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسَلٰهُمْ ذٰکُرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ  
الَّذِیْ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

کہ شیطان نے ان کو اپنے قابو میں کر لیا ہوا ہے پس شیطان نے ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔ وہی لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار! یہ شیطان کا گروہ کھائے میں ہے۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے شیطانی گروہ کے گمراہ ویے دین ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے۔ کہ ان کے دل و دماغ پر شیطانی قوت غالب آچکی ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو چکے ہیں۔ اور اس کے مقابلے میں اگلی آیت میں

خداوند تعالیٰ نے اولیاء الرحمن کو حزب اللہ فرمایا ہے یعنی اللہ کا گروہ۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَدُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ

أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ

كُتِبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانُ وَأُيِّدُوا بِهِمْ

بِرُوحٍ مِنْ أَوْلَادِ جَنَّةٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ

حِزْبُ اللَّهِ الَّذِينَ حِزَّبَ اللَّهُ لَهُمُ الْمَفْلُحُونَ۔

اے میرے محبوب پاک علیہم السلام تو ایسے لوگوں کو نہ پائے گا کہ جو اللہ اور اس خرت

پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ پھر وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے

دوستی رکھیں۔ چاہے وہ مخالف لوگ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی اور یا گھر والے ہی کیوں

نہ ہوں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ کہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہو ہے۔ اور

ان کی مدد کی ہے۔ اپنے غیب کے خزانے سے۔ اور انہیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت

کے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے بہتی ہوئی نہریں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں

گئے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ اور یہی لوگ اللہ

تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ اور شہر دار۔ اللہ تعالیٰ کا گروہ کامیاب و کامران ہے۔

یہ آیت پوری طرح واضح کر رہی ہے اور ایمان والوں کو ساف الفاظ میں بتلا

رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں اور مخالفوں سے کسی صورت بھی

دوستی نہیں رکھنی چاہیے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## کراماتِ اولیاء

قدرتِ خداوندی - معجزاتِ انبیاء علیہم السلام اور کراماتِ اولیاء عظام درحقیقت ایک ہی سورج کی روشن کرنیں اور ایک ہی دریا کی نہریں ہیں۔ اور معجزہ و کرامت میں اسی قائل حقیقی کی قدرتِ کاملہ کارفرما ہوتی ہے جس کا ظہور کبھی کسی نبی کے معجزہ میں ہوتا ہے اور کبھی کسی ولی کی کرامت میں۔ دریا کا بہتا ہوا تیز پانی کبھی نہروں کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور کبھی طوفانی موجیں بن کر کناروں سے نکل پڑتا ہے۔ اور یہی پانی کبھی خطرناک گرداب کی شکل اختیار کر کے تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور کبھی خوفناک مہنور کی صورت میں ہر چیز کو ڈبو دیتا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ تمام مشاہدات و کیفیات اسی پانی کے ہیں۔ جو مختلف صورتوں میں نمایاں ہوتا رہتا ہے۔ اور مختلف ناموں سے بولا جاتا ہے۔

دودھ کبھی دہی بن جاتا ہے۔ اور کبھی سٹی کبھی چھا چھ کہلاتا ہے اور کبھی مکھن۔ اصل میں یہ تمام اسماء و صفات اسی ایک دودھ ہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ جو مختلف شکلوں صورتوں اور ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ قدرتِ خداوندی بھی کبھی عسائے موسوی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور کبھی نفیس مسیحائی کی شکل میں نمایاں ہوتی ہے۔ کبھی شق القمر میں کارفرما ہوتی ہے۔ اور کبھی روائشمس میں جلوہ گر۔ کبھی بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے لانے کے لئے حضرت آصف کے مقدس ہاتھوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور کبھی تازہ کھجوریں بکھلانے کی خاطر حضرت مریم علیہا السلام کے مسہر پنجہ میں دیکھی جاتی ہے۔ کبھی غوثِ اعظم کی زبانِ پاک



پر جلوہ گر ہوتی ہے، اور کبھی مرشدِ لاثانی کے دستِ دعائیں۔

معجزہ و کرامت کسی نبی و ولی کے اس فعل کا نام ہے جو عادت کے خلاف ہو۔ اور جسے عقل تسلیم نہ کرے۔ مثلاً آگ کا کام جلا دینا ہے۔ اور اگر آگ نے کسی وقت کسی کو نہیں جلا یا اگر ایسا کام کسی نبی سے سرزد ہوا ہے تو معجزہ کہلائے گا، اور اگر کسی ولی سے صادر ہوا ہے تو کرامت ہوگا۔

بہال ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے خلافِ عادتِ انفعالی تو اکثر جادوگر اور شعبدہ باز بھی کر کے دکھاتے رہتے ہیں، تو پھر معجزہ و کرامت اور جادو میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ خلافِ عادت و عقل فعل اگر کسی نبی سے صادر ہو تو وہ معجزہ کہلائے گا۔ اور اگر کسی ولی سے سرزد ہو تو وہ کرامت کہلائے گا، اور اگر ایسا ہی خلافِ عادت و عقل فعل کسی عام مومن سے صادر ہو تو اس کو معونت کہیں گے، اور اگر کسی کافر سے اس کا ظہور ہو تو اس کو استدراج کہا جائے گا، اور معجزہ و کرامت اور جادو و استدراج میں فرق یہ ہے کہ جادو و استدراج اسباب کا محتاج ہوتا ہے، اور معجزہ و کرامت کسی اسباب کے محتاج نہیں ہوتے۔

کرامت کی دو قسمیں ہیں حسی و معنوی۔ حسی مثلاً پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، دل کی باتیں جاننا، بیماروں کو شفا دینا، غائبانہ مدد کرنا، اور آئین و احد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جانا وغیرہ اور معنوی کرامت حسد و بغض سے دل کو پاک رکھنا، اسلام کی حدوں پر قائم رہنا، شریعتِ مطہرہ کی پابندی کرنا، فرائضِ خداوندی اور سنتِ رسول پر کار بند رہنا وغیرہ۔

اولیاء اللہ رحمہم اللہ علیہم چونکہ خداوند تعالیٰ کے دوست، ساتھی، قریب اور محبوب و مقبول اور اس کی صفات کے منظر ہوتے ہیں، اس لئے ان کے لئے آئی و جا

میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ کسی کی غائبانہ امداد کرنا۔ ہوا میں اُڑنا۔ پانی پر چلنا۔ کسی کی مشکل کشائی کرنا۔ قلبِ ماہیت ہونا۔ اور دوسرے تصرّفات و خوارقِ عادات کوئی مشکل نہیں۔ اس لئے کہ ان تمام محیر العقول واقعات اور تصرّفات و کرامات میں اسی قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ کا رفرما ہوتی ہے۔ امامِ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے مطابق جب کسی ولی اللہ کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ۔ اس کی زبان خدا کی زبان۔ اُس کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں اور اُس کے پاؤں خدا کے پاؤں ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اسی کے کانوں سے سنتا ہے۔ اور اسی کے پاؤں سے چلتا ہے۔ اور اسی کے ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ تو پھر مقبولانِ الہی کے لئے کوئی بڑی سے بڑی مشکل حل کرنا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آن و آمد میں چلے جانا اپنے آپ کو کئی صورتوں میں ظاہر کرنا۔ اور دور سے کسی کی فریاد سن کر دستگیری کرنا عین دین اور شریعت ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص کسی ولی اللہ سے ایسی ہی کوئی کرامت دیکھے۔ تو دیکھنے والے کو یہ ایمان رکھنا چاہیئے کہ یہ خداوند تعالیٰ کی کوئی صفت اور قدرت ہے۔ جس کا ظہور اس ولی اللہ کے ذریعے سے ہوا ہے۔ بقول عارفِ روحانی:۔

گفتہ او گفتہ اللہ لود

گر چہ از حلقوم عبد اللہ لود

”پنجاہ او پنجاہ حق میشود“

## کرامات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

○ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق جب آپ کا جنازہ

مبارک نبی کریم علیہ السلام کے روضہ اقدس پر پہنچایا گیا اور یہ عمری کی گئی:۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا ابُو بَكْرٍ بِالْبَابِ  
 کہ اے کسلی دالے آقا آپ کا یا رفا آپ کے در اقدس پر حاضر ہو گیا ہے۔ تو  
 قَدْ انْفَتَحَ الْبَابُ وَ اِذَا بَهَاتَتْ يَهْتَفُ مِنَ الْقَبْرِ دَخَلُوا الْحَبِيبَ فِي الْحَبِيبِ  
 پس روزہ اور کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور روضہ اقدس سے آواز آئی کہ یا رکو  
 ابوبکر اس لئے آؤ۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۶۵۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آپ  
 نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شکر اسلام کا سپہ سالار بنا کر ہند کی  
 طرف بھیجا۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین ہزار میل کے فاصلہ پر تھا۔ جمعہ کے دن  
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ بلند آواز سے  
 دور ان خطبہ پکار اٹھے۔ یا ساریہ الجبل۔ کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے  
 بچو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ دن اور تاریخ اور  
 وقت لکھ لیا۔ فتح یاب ہونے کے بعد جب شکر اسلام واپس مدینہ منورہ آیا تو حضرت  
 ساریہ نے فرمایا:-

غزونا يوم الجمعة في وقت الخطبة فلهزمونا فاذا انسان يصيح  
 يا سارية الجبل۔

کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت، جنگ شروع ہوئی۔ اور ہمیں شکست کا سامنا ہوا ہاتھا  
 کہ اچانک میرے کانوں میں آواز آئی کہ ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچو۔ چنانچہ  
 اس کے بعد اسلام کو فتح ہو گئی۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۶۵۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت  
 میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آ گیا۔ تو حضرت عمر نے اپنا ڈرہ زمین پر مارا اور فرمایا  
 اسکو باذن اللہ فسكنت وما حدثت الزللة بالمدينة بعد ذلك

کہ اللہ کے حکم سے ٹھہر جا۔ تو زمین ٹھہر گئی۔ اور پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں زلزلہ نہیں آیا۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۶۵ :- روم کے بادشاہ نے ایک آدمی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ آدمی مدینہ شریف آیا۔ اور لوگوں سے حضرت عمرؓ کا شاہی محل پوچھنے لگا۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کا کوئی محل نہیں ہے۔ وہ تو صحرا میں لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ رومی صحرا کی طرف گیا۔ دیکھا تو حضرت عمرؓ ریت پر اینٹ کا ٹیکہ بنا کر سوئے ہوئے ہیں۔ وہ شخص بڑا حیران ہوا کہ یہ ہے مسلمانوں کا خلیفہ۔ جس کے رعب و جلال سے شرق و غرب کا پتہ ہے۔

فَلَمَّا رَفَعَ السَّيْفَ أَخْرَجَ اللَّهُ مِنَ الْأَرْضِ اسْدَيْنَ۔

پس جب اس نے تلوار اٹھائی تو خدا تعالیٰ نے زمین سے دو شیر کھڑے کر دیئے اس کی تلوار گر پڑی۔ حضرت عمرؓ بیدار ہوئے تو وہ مسلمان ہو گیا۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۶۵ :- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن کسی راستے پر جا رہا تھا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ اور پھر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت آدس میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: مالی ادا کہم تدخلون علی واثار الزنایا ظاہرۃ علیکم۔

کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے پاس آئے ہو۔ اور تمہارے چہرے پر زناہ کے آثار نمایاں ہیں۔

میں نے عرض کی کہ کیا نبی کریم علیہ السلام کے بعد پھر وحی آئی شروع ہو گئی ہے تو آپ نے فرمایا:-

لا ولكن فواسته صادقة۔ کہ نہیں وحی تو نہیں آئی۔ لیکن یہ مومن کی بھی فراست ہے۔



○ تفسیر کبیر جلد ۵، صفحہ ۴۶۵: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نے پھری کی۔ اس کے اقبال جرم کر لینے پر حضرت علی نے اس کے ہاتھ کاٹ ڈئے۔ وہ جا رہا تھا کہ راستہ میں اسے حضرت سلیمان فارسی اور ابن کرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے۔ ابن کرا نے پوچھا مَنْ قَطَعَ يَدَكَ - فقال امير المؤمنين وهو محبوب المسلمين کہ تیرے ہاتھ کس نے کاٹے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ مومنوں کے امیر اور مسلمانوں کے محبوب و مددگار یعنی حضرت علی نے۔ ابن کرا نے فرمایا کہ انہوں نے تو تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو ان کی تعریف کرتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ انہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹ کر مجھے دوزخ کی آگ سے بچا لیا ہے۔

حضرت سلیمان فارسی نے حضرت علی کو بتایا۔ تو حضرت علی نے اس کو بلایا اور اس کے کئے ہوئے ہاتھ پر پٹی باندھ دی۔ اور دعا فرمائی۔

فسمعنا صوتاً من السماء اذ رفع الردا عن اليد - پس ہم نے آسمان سے آواز سنی کہ اپنی چادر اس کے زخم سے اٹھا لو۔ جب ہم نے اس کے ہاتھ سے چادر اٹھائی تو اس کا ہاتھ جڑا ہوا تھا۔ اور پہلے سے بھی اچھا تھا۔

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ وہ گھوڑے کی ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔

○ تاریخ الخلفاء ص ۶۰۰: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پاک کا جب وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ بیٹی میرے مرنے کے بعد میرا ترکہ قرآن پاک کی رو سے اپنے بہن بھائیوں میں تقسیم کر دینا۔ بیٹی نے عرض کی ابا جان انشاء اللہ ایسا ہی کروں گی۔ مگر میری بہن تو ایک ہی سہا ہے۔ دوسری بہن کہاں ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ذو بطن انبۃ خارجۃ اداھا جلا ید۔ کہ تمہاری سوتیلی ماں حاملہ ہے۔ اور اس کے پیٹ میں لڑکے ہیں۔

# غوثِ اعظم رضی اللہ عنہما

ہے زیارت گاہِ مسلم گویا جہاں آباد بھی  
اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی

اقبالِ مروج

○ بیعتہ الامم ۸۹۰ حیاتِ جاودانی اردو ترجمہ قلائد الجواهر ص ۸۷

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں

كَانَ لِي يَوْمَ خَلَقَنِي فِي نَهَارِ رَمَضَانَ وَنَحْمَدُ عَلَى النَّاسِ هَلَالُ رَمَضَانَ  
فَأَسْأَلُ فِي سَأَلُونِي عِنْدُ فَقُلْتُ لَمْ يَلْتَقِمُوا الْيَوْمَ شَدَائًا

کہ میرے فرزند ارجمند حضرت عبدالقادر صغیر سنی میں رمضان المبارک میں دن  
کو دودھ نہیں پیتے تھے۔ ایک دفعہ آسمان پر بادلوں کے سبب رمضان المبارک  
کے چاند میں لوگوں میں شک پیدا ہو گیا۔ صبح کو لوگوں نے غج سے پوچھا کہ کیا آج  
روزہ ہے کہ نہیں تو میں نے کہا کہ چونکہ میرے بچے عبدالقادر نے آج دودھ  
نہیں پیا اس لئے آج روزہ ہے۔

فَأَسْأَلُ فِي سَأَلُونِي عِنْدُ فَقُلْتُ لَمْ يَلْتَقِمُوا الْيَوْمَ شَدَائًا  
يَوْمَ خَلَقَنِي فِي نَهَارِ رَمَضَانَ

اور پھر اسی زمانے میں تمام شہروں میں یہ مشہور ہو گیا کہ شرفائے جیلان میں  
ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو رمضان المبارک میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

○ حیاتِ جاودانی اردو ترجمہ قلائد الجواهر ص ۸۷

پیرانِ پیر حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قیامت تک میرے دوستوں

اور میرے مریدوں میں سے جو کوئی ٹھوکر کھاٹے گا تو میں اس کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔  
 کسی نے حضرت غوث اعظم سے پوچھا کہ حضرت آپ کے مریدوں میں پرہیزگار  
 اور گنہگار دونوں ہی ہوں گے تو آپ نے فرمایا کہ پرہیز میرے لئے ہیں اور  
 اور گنہگاروں کے لئے میں ہوں۔

مُؤدِدِي لَا تَخَفُ اللَّهُ رَبِّي

○ بھجۃ الاسرار ص ۶۵ - حضرت شیخ محمد بن قانہ الاوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک

عورت اپنے بچے کو لے کر حضرت غوث اعظمؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور  
 عرض کی کہ میں دکھتی ہوں کہ میرے اس بچے کو آپ سے بہت محبت ہے اس لئے  
 میں اپنا حق چھوڑ کر محض بوجہ اللہ اپنے بچے کو آپ کے سپرد کرتی ہوں۔ چنانچہ وہ  
 عورت اپنے بچے کو چھوڑ کر چلی گئی۔ چند دنوں کے بعد وہ عورت آپ کی خدمت  
 میں حاضر ہوئی تو اس نے دیکھا یا کُلُّ فی قبرس شَعْبِرُ فدخلت الی الشیخ فوجدت  
 بی بی یدیدہ اناؤ فیہ عظام دجاجہ مسلوقة اکلھا فتکالت یا سیدی  
 تاکل الدجاج ویا کل ابی خبیر الشعیار فوضع یدہ لاکلک العظام وقال  
 قومی باذن اللہ الذی یحیی العظام وہی سمیم فقامت دجاجۃ سویتہ  
 فصاحت فقال الشیخ اذا صاد ابنک هكذا فلیاکل مما یشاہ

کہ اس کا بچہ جو کی سوکھی ہوئی روٹی کھا رہا ہے۔ پس وہ عورت غوث اعظمؒ کے پاس  
 گئی۔ اور دیکھا کہ آپ مرغی کے سالن سے روٹی کھا رہے ہیں۔ اس عورت نے کہا آقا  
 میرے بچے کو تو جو کی سوکھی ہوئی روٹی کھلاتے ہو۔ اور خود مرغی کے سالن سے کھاتے  
 ہو۔ پس آپ نے مرغی کی ہڈیاں جمع کیں اور فرمایا کہ اس اللہ کے حکم سے اٹھو جو مری  
 ہوئی ہڈیوں کو بھی زندہ کرتا ہے۔ تو وہ مرغی کرا کرا کر تکی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ تب  
 آپ نے فرمایا کہ جب تیرا بچہ بھی اس قابل ہو جائے گا تو پھر وہ بھی جو جی چاہے کھائے

○ حیات جاودانی اردو ترجمہ تلائید الجواہر ص ۱۶۴۔  
 حضرت شیخ ابو عمر عثمان الصدیقی اور حضرت شیخ محمد عبدالخالق الحیرسی رحمۃ اللہ  
 علیہما فرماتے ہیں کہ ہم صفر ۵۵۵ ہجری کو حضرت غوثِ اعظم کی خدمت آقدس میں  
 حاضر تھے۔ کہ آپ جلال میں آگئے۔ وضو کیا اور کھڑا دیں ہمیں۔ اور ایک آواز دی۔ اور  
 ایک کھڑام ہوا میں پھینک دی۔ پھر دوسری دفعہ بلند آواز سے پکارے اور دوسری  
 کھڑام بھی ہوا میں پھینک دی۔ کسی کو یہ معاملہ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن تین دن  
 کے بعد ایک قافلہ بغداد شریف آیا۔ اور اس نے آپ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہو کر  
 کچھ کپڑے اور سونا نذرانہ پیش کیا۔ اور آپ کی دونوں کھڑاویں بھی پیش کیں۔ ہم نے  
 قافلہ والوں سے اصل واقعہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تین دن ہوئے ہم فلاں ٹنگل  
 میں رات بسر کر رہے تھے۔ کہ ہمیں ڈاکوؤں نے ٹوٹ لیا۔ اس وقت ہم نے نذر  
 مانی کہ اگر ہمارا سامان واپس مل جائے تو ہم اس میں سے شیخ عبدالقادر کا حصہ بھی  
 نکالیں گے۔ پس پھر کیا تھا دو گرج دار آوازیں آئیں اور ڈاکوؤں نے ہمارا سامان  
 واپس کر دیا۔ اور کہا کہ ہمارے دو سردار بھی مارے گئے ہیں۔ اور یہ ہیں وہ کھڑاویں  
 جنہوں نے ہمارے سرداروں کو مارا ہے۔

○ اردو ترجمہ تفریح الخاطر ص ۱۹۔ شیخ عبدالقادر ابن محی الدین الاربلی رحمۃ اللہ علیہ  
 اسرار السالبین کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بغداد شریف میں ایک  
 عیسائی پادری تھے لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرنا شروع کر دیا کہ ہمارے نبی عیسیٰ علیہ  
 السلام تمہارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ اس لئے کہ  
 ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے ہیں۔ اور تمہارے  
 نبی نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ یہ بات حضرت غوثِ اعظم تک پہنچی تو آپ اپنی  
 شانِ ولایت کے ساتھ اس پادری کے پاس گئے۔ اور فرمایا۔ پادری صاحب



کیا بات ہے؟ پادری نے ساری بات بتادی۔ آپ جلال میں آگئے اور فرمایا پادری صاحب میں نبی نہیں ہوں بلکہ نبی کا نواسہ ہوں۔ اور غلام ہوں۔ اگر میں مردہ زندہ کر دوں تو کیا تو میرے تانے مصطفیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لے گا، اس عیسائی پادری نے کہا ہاں۔ تب آپ نے فرمایا کہ مجھے کوئی پرانی قبر دکھاؤ۔ تاکہ میں اس مردہ کو زندہ کر دوں۔ پادری نے آپ کو ایک پرانی قبر دکھائی۔ تو حضرت پیران پیر نے فرمایا۔ کہ یہ ایک گویے کی قبر ہے۔ اگر کہو تو یہ گاتا ہوا قبر سے نکلے۔ پادری نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا بنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مردہ زندہ کیا کرتے تھے۔ تو کیا پڑھا کرتے تھے؟ پادری نے کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ کہ اللہ کے حکم سے اٹھ۔ پھر غوث پاک نے جلال میں آ کر قبر کو ٹھوکر ماری۔ اور فرمایا قُمْ بِاِذْنِی۔ کہ میرے حکم سے اٹھ۔ وہ مردہ گاتا ہوا قبر سے نکل آیا۔ اور غوث اعظم کی یہ عظیم الشان کرامت دیکھ کر وہ پادری مسلمان ہو گیا۔

○ اردو ترجمہ تفسیر صحیح الخاطر ص ۲۸۔ شہنشاہ بغداد حضرت غوث اعظم کے زمانے میں ایک آدمی تھا جو ہر وقت فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ مگر اسے غوث پاک سے بڑی محبت تھی۔ وہ فوت ہو گیا۔ تو قبر میں منکر نکیر نے یہ سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں تو عبد القادر کے سوا اور کچھ بھی نہیں جانتا۔ فرشتوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی یا مولا جو کچھ اس نے جواب دیا ہے تو جانتے ہے۔ اب اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ خدا کی طرف سے حکم آیا۔ کہ اگرچہ یہ میرا بندہ گنہگار ہے۔ لیکن چونکہ اس کے دل میں میرے محبوب عبد القادر کی محبت ہے۔ اس لئے میں نے اس کو بخش دیا۔

○ دیوبندیوں کے حکیم الامت اور پیر و پیشوا مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اپنی کتاب الافاضات الیومیہ کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے کہ حضرت غوث اعظم

کا ایک دھوبی تھا۔ جو آپ کے پڑے دھویا کرتا تھا۔ وہ دھوبی فوت ہو گیا۔ تو قبر میں منکر نیکر نے آکر سوال کیا، تو اس دھوبی نے جواب دیا کہ میں تو غوثِ اعظم کا دھوبی ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی یا مولا اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حکم آیا کہ میں نے بخش دیا۔

○ تفریح الخاطر دو ترجمہ ص ۷۲ ہجرت الاسرار ص ۱۱

حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا

مدیٰ ہذا علیٰ دقبة کل ولی اللہ

کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ آپ کا یہ ارشادِ عالی سن کر تمام اولیاء اللہ اپنی اپنی گردنیں جھکادیں۔ مگر اصغہان کے ایک ولی شیخ صنعان نے اپنی گردن نہ جھکائی۔ حضرت غوثِ پاک کو کشف سے یہ معلوم ہو گیا تو جوش میں آ کر فرمایا کہ میرا یہ قدم خنزیروں کے چرانے والے کی گردن پر بھی ہے۔ پھر شیخ صنعان نے ایک لڑکی کی محبت میں خنزیر بھی چرائے، اور خنزیر کا گوشت کھانے اور شراب پینے کو بھی تیار ہو گئے۔ تو ان کے دو مریدوں شیخ محمود مغربی اور شیخ محمد فرید الدین عطار نے بلند آواز سے پکارا، یا غوثِ اعظم ہمارا پیر کافر ہو رہا ہے۔ مدد فرمائیے۔ اور پھر غیب سے یہ آواز آئی شیخ صنعان ہوش کر۔ اور اپنی گردن جھکادے۔ یہ غوثِ اعظم کی آواز تھی۔ جسے سن کر شیخ صنعان نے خنزیر کا گوشت اور شراب کا پیالہ پھینک دیا۔ اور گردن جھکادی۔

○ ہجرت الاسرار ص ۱۲ :- حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ میں نے شیخ عبید القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے سیاحت کے دوران بڑی پیاس لگی اور پانی ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ کہ اچانک میرے سر پر ایک بدلی چھاگئی اور اس سے پانی برسنے لگا۔ اور پھر آواز آئی یا عبید القادر

انادبك فقد حلت لك المحرمات . کہ اسے عبد القادر میں تیرا رب ہوں اور میں نے تیرے لئے تمام حرام چیزیں حلال کر دی ہیں تو میں بلند آواز سے کہا اعود با الله من الشيطان الرجيم . پس وہ بدلی ہٹ گئی . اور آواز آئی ولقد اضللت بمثل هذه الواقعة سبعين من اهل الطريق کہ اسے عبد القادر میں اسی طرح سترولیوں کو گمراہ کر چکا ہوں .

○ ہجرت الامرار ص ۲۴ - حضرت شیخ عبد القادر نے فرمایا . لولا لجام الشريعة على لساني لا خبوتكم بحاتا كلون وماتد خرون في بيوتكم انتم بيبيدي كالقوارير يدي ما في بواطنكم وظواهركم کہ اگر مجھے شریعت مصطفیٰ علیہ السلام کا لحاظ نہ ہو تو میں لمبیں جہادوں جو کچھ کہ تم گھروں میں کھاتے ہو اور چھپا کر رکھتے ہو . اور تم میرے سامنے ایسے ہو جیسے کوئی شیشہ گر اس کو باہر والی بھی اور اندر والی بھی ہر چیز نظر آتی ہے .

○ اردو ترجمہ قلائد الجواہر ص ۸۴-۸۵ . سفینۃ الاولیاء مصنف شہزادہ داراشکوہ ص ۶۷ - ایک دن ایک دلی اللہ بغداد شریف پر سے ہوا میں اڑتا ہوا گذرا اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بغداد شریف میں میری مثل کوئی نہیں ہے . نبوتِ عظیم کو کشف کے ذریعے اس کا علم ہو گیا . تو آپ نے اس کی طرف غصے سے دیکھا . اور اس کے تمام کمالات چھین لئے . وہ دلی فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی مانگی . تو آپ نے اپنے خاص خلیفہ علی ہبتی کی سفارش پر اس کے تمام کمالات واپس کر دیئے . اور وہ پھر ہوا میں اڑ گیا .

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مرشدِ لاثانی

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ  
رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

سرخسید و لایت، شہنشاہِ طریقت، گنجینہ فیوض و برکات، مخزنِ سعادت و حسنت، قطبِ جہاں، رہبرِ کاٹاں، غوثِ زمان، دستگیرِ بے کساں، خواجہ خواجگان، شہبازِ لامکانی، مرشدِ لاثانی، قبلہٴ عالم، حضرت پیرسیدِ جماعت علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مرکارِ علی پور شریف۔

ایسے مردِ کامل — کہ جن کی سفید لٹھی کی مقدس ٹوپی پر ہزاروں تاجِ شہنشاہی قربانی، جن کے کھدر کے پاک کرتے پر لاکھوں تختِ سکندری نثار، اور جن کے نعین مبارک پر مہفت اقلیم صدقے! ایسے ولیِ کامل کہ جنہوں نے اپنے خیمہٴ ولایت سے لاکھوں تشنگانِ معرفت کے دلوں کو سیراب کیا اور اپنے دریائے فیوضاتِ باطنی سے کروڑوں انسانوں کے دلوں کی کشتِ ویراں کو سرسبز و شاداب کیا۔

ایسے پیرِ مغان — کہ جنہوں نے اپنے میخانہٴ نور و حانیت سے ساقیِ بندہ نواز بن کر مے کشانِ حقیقت کو کیفِ مستی بخشا اور جن کے میکہٴ رشد و ہدایت سے کروڑوں بادہ خوارانِ شرابِ عشق و مستی کے پیاسے پی پی کر رسمِ رندانہ نبھا گئے۔

ایسے مقبولِ الہی — کہ جنہوں نے اپنے آفتابِ فقر و درویشی کی نورانی



کرنوں سے قلوبِ انسانی کے ظلمت کدہ کو منور کیا۔ اور اپنے ہاتھ بارتھ و ہدایت کی سنہری شعاعوں سے فسق و فجور کے اندھیروں میں گھرے ہوئے بندگانِ خدا کے سینوں میں اجالا کیا۔

ایسے قطبِ جہاں — کہ جنہوں نے اپنے تصرفات و ولایت سے فسق و فجور کے دریا میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو رشد و ہدایت کا کنارہ دکھایا۔ اور اپنے کمالاتِ روحانی سے گناہ و معصیت کے سمندر میں غوطہ کھلنے والے بندگانِ خدا کو کپڑا کر نیلی و ارتقاء کے ساحل پر پہنچا دیا۔

ایسے مردِ درویش — کہ جنہوں نے اپنی مشعلِ حق پرستی سے لاکھوں گم گشتگانِ راہِ معرفت کو نشانِ منزل عطا کیا، اور اپنے چراغِ ہدایت کے فسوسے کروڑوں انسانوں کے دلوں کی تاریکیوں میں حقیقت و عرفان کی روشنی پیدا کی۔ ایسے غوثِ زماں — کہ جن کی ایک نگاہِ لطف و کرم نے لاکھوں انسانوں کی بگڑی ہوئی تقدیر بدل دی۔ بختِ خفہ جگادے، راہزنوں کو رہبر کر دیا، اور چوروں کو قطب بنا دیا۔

ایسے شیخِ حق پرست — کہ جن کے دستِ دعا نے بندگانِ خدا کے بگڑے ہوئے مقدر بنا دئے۔ بے کسوں کی دستگیری کی، بے چین انسانوں کو چین اور دکھی انسانوں کو سکھ بخشا، بیماروں کو شفا دی، اور بے مرادوں کو مراد بخشی۔

وہ رہبرِ کاطال — کہ جن کی رفتار و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا کی عملی تصویر تھی۔ اور جن کی گفتار و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما کی صحیح تصویر تھی۔ اور جن کے خصائل و اعمال یتون لربہم سجدا و قیاما کے حسین نمونے تھے۔

ایسے پیرِ کمال — کہ جن کی لب کشائی میں مشکل کشائی تھی، جن کے دامن

میں ساری خدائی تھی۔ اور مخلوق خدا جن کی شیدائی تھی۔ وہ محبوب سبحانی — کہ جنہوں نے اس خطہ ارہن پر مجاہدہ نفس کی محنت اور شب و روز کی ریاضت و عبادت کے آپسرواں سے ولایت و طریقت کا ایک ایسا جن کھلایا، نکھارا اور رشد و ہدایت کے ایسے ایسے پھول کھلائے کہ جن کی خوشبو سے سارا ہندوستان مہک اٹھا۔

ایسے مرشد لاثانی — کہ اپنے مریدوں کے لئے جن ذات پر وہ پوش تھی۔ اپنے عقیدت مندوں کے لئے جن کا وجود باعثِ رحمت تھا۔ اور اپنے غلاموں کے لئے جن کی نظرِ لطف و کرم و جہتِ تسکینِ دل و جان تھی۔

وہ پیر بے نظیر — کہ جن کا مزار پیرانوار آج بھی مرجعِ خواہی و عوام ہے۔ اور جن کے روضہ اقدس کا سفید گنبد آج بھی سالکانِ راہِ طریقت کے لئے نشانِ منزل ہے۔ اور جن کا سنہری کلخ آج بھی متلاشیانِ حق کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اور جن کے مزارِ اقدس کی سبز چادر آج بھی غم کے مارے ہوئے اور دنیا کے ٹھکرائے ہوئے بے آسرا و بے سہارا انسانوں کے لئے باعثِ راحتِ قلب و جان ہے اور وجہِ تسکینِ روح ہے۔ اور گناہ و معیشت کے دریا میں ڈوبے ہوئے بندگانِ خدا کے لئے پردہ پوش ہے۔

جن کا سینہ اقدس انوار و تجلیاتِ الہی کا مرکز تھا۔ اور قلبِ اطہر اسرار و معارفِ خداوندی کا گنجینہ تھا۔ اور جن کی نگاہوں میں حسنِ یار کے جلوے تھے۔ اور جن کے دل میں محبتِ الہی اور عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام کا دریا موجزن تھا۔ جن کا ہر ایک عمل تسلیم و رضا کی عملی تفسیر تھا۔ اور جن کا ہر ایک قدم سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے نشانِ منزل تھا۔ جو رجم و کرم کے مجسمہ تھے۔ اور عفو و عنایات کا پیکر تھے۔ اور جن کا ہر سانس ذکرِ اللہ ہو میں محور تھا۔ سادگی ایسی کہ آنے والا انہیں سے ان کا بچہ پوچھتا تھا۔ اور جاہ و جلال ایسا کہ نگاہِ پاک اٹھتی تو بڑے بڑے شہنشاہوں کے دل لرز جاتے۔ فقر و غنا کا یہ حال

کہ کھانے میں ایک سوکھی ہوئی روٹی اور لسی کا ایک پیالہ۔ اور جو دسنا کا یہ عالم کہ ہر سوالی کی جھولی بھری۔ ہر گدا کے دامن کو بھر پور کر دیا۔ فقیر آیا تو امیر سو کر گیا۔ جاہل آیا تو عالم بن کر گیا۔ بے عمل آیا تو باعمل ہو کر گیا۔ بے مراد آیا تو بامراد ہو کر گیا۔ دکھی آیا تو سکھ لے کر گیا۔ بیمار آیا تو شفا بخشی۔ سیہ کار آیا تو پُر نور کر دیا۔ گنہگار آیا تو مردہ بخشش لے کر گیا۔ اور دوزخی آیا تو جنتی بن کر گیا۔

آپ کے پیر و مرشد قطب جہاں غوثِ زماں۔ ابدالِ وقت خواجہ خواجگان عالی جناب فیض مستطاب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ چورہ شریف والی سرکار ہر روز عصر کی نماز کے بعد مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے تھے کسی غلام نے اس کا سبب پوچھا۔ تو فرمایا کہ پنجاب کے ایک شہباز کے لئے جا لگا کر بیٹھا ہوں۔ خدا جانے وہ کب میرے جا ل میں بھنسے گا۔ اور پھر جب آپ خواجہ فقیر محمد صاحب چورہ ہی کے حلقہ ارادت میں منسک ہوئے تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ہے پنجاب کا وہ شہباز جس کو دام میں لانے کے لئے میں اپنا جا ل لگا کر بیٹھا کرتا تھا۔

اسلامی جہلوریدہ پاکستان کی صوبائی اسمبلی نے ۱۹۶۳ء میں ایک غیر اسلامی اور غیر دینی بل پاس کیا جس نے اس بل کے خلاف تقریر کی جسے حکومت کے خلاف باغیانہ تقریر بنا کر مجھے شاہی قلعہ لاہور میں نظر بند کر دیا گیا۔ تمام دوستوں کو اور مجھے بھی یقین تھا کہ اب یہاں سے میری لاش ہی جائے گی۔ اور یا پھر چودہ سال کی قید ہوگی۔ اس لئے کہ ان دنوں مغربی پاکستان کے گورنر ملک امیر محمد خاں تھے جن کی لمبی لمبی مونچھوں کا تاؤ، ان کے انتقامی جذبے اور ان کے قہر و غضب کا ہینہ دار ہوتا تھا۔

شاہی قلعہ کا قید خانہ — خدا کی پناہ! وحشت ناک منظر — خوفناک سماں — ڈراؤنا ماحول۔ ہر وقت موت کا خوف۔ — ہر لحظہ جان جانے کا

کا ڈر — ہر آن کسی نئی آفت کا خطرہ۔ اور ہر گھڑی کسی نئی مصیبت کا انتظار اور دن رات پولیس کا پہرہ۔

شیخ عبدالصمد صاحب جو ان دنوں سی۔ آئی۔ اے سپیشل سٹاف کے انسپکٹر اور شاہی قلعہ لاہور کے انچارج بھی تھے۔ کئی نگرانی میں تفتیش شروع ہوئی۔ اور پندرہ دن تک ہوتی رہی۔ شاید مجھ پر لگائے ہوئے سنگین الزامات میں کوئی تخفیف کی صورت نکل آتی، کہ ان دنوں صوبائی اسمبلی کا اجلاس لاہور میں شروع ہو گیا۔ جس میں حزب اختلاف کے ایک بے باک رکن مسٹر حمزہ نے اسمبلی میں میری نظر بندی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے تحریک التوا پیش کر دی، جس سے معاملہ اور بھی بگڑ گیا۔ اور میرے خلاف حکومت کے شکوک و شبہات اور بھی مستحکم ہو گئے۔ چنانچہ ۱۳ فروری ۱۹۶۳ء کو صبح دس بجے شیخ صاحب نے مجھے دفتر میں بلا کر کہہ دیا کہ صاحب زادہ صاحب کل آپ کو ہائی کورٹ میں پیش کرنا ہے۔ اپنی صفائی کے لئے کسی وکیل کا نام بتا دو۔ تاکہ ان سے فیس کا معاملہ طے کرے اور آپ کا تحریری بیان ان کے سپرد کر کے اور ان کو یہاں آپ سے ملاقات کرنے کا بھی انتظام کیا جاسکے۔

ہائیکورٹ میں پیش ہونے کا حکم سن کر گھبرا گیا۔ اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ ایسے سنگین قسم کے الزامات کی سزا کیا ہوتی ہے۔ گھبرایا تو ضرور لیکن میں نے بڑے حوصلے سے جواب دیا۔ بہت اچھا جواب! اور پھر میں نے اپنی وکالت کے لئے ایس۔ ایم ظفر جو آج کل مرکزی وزیر قانون ہیں۔ اور میرے رشتہ دار بھی ہیں۔ اور ان دنوں چوٹی کے وکلاء میں سے تھے۔ کا نام لکھوا دیا۔

سارا دن بڑی بے چینی اور بے قراری میں گزرا۔ ہائی کورٹ کا خیال آتا تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ مگر جب سوچتا کہ یہ سب کچھ اسلام کی عظمت، دین کی سر بلندی اور شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام کی آبرو کی خاطر ہے تو تسکین قلب ہو جاتی۔ اور بے چین دل سنبھل



جاتا۔۔۔ رات کو حسب معمول قرآن پاک کی تلاوت کی نفل پڑھے اور مشنوی شریف  
کا یہ شعر پڑھتے پڑھتے سو گیا کہ

دستِ پیر از غایبیاں کوتاہ نیست

جس کا ترجمہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں

یہ ہے کہ

سے کو ہالتے مرشد و ستے و چہ نگاہ دے رکھے ہو

آدھی رات کا وقت تھا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے مجھے کوئی جگا رہا ہے

میں نے کروٹ بدل لی۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ تو میں گھبرا کر اٹھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے

مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصا مبارک کی ٹیک لگائے سامنے کھڑے ہیں۔

اور دائیں جانب غوثِ زماں۔ دستِ گیر بے کساں۔ قطبِ جہاں۔ حضرت صاحبزادہ

پیر سید علی حسین شاہ صاحب مسند نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف بھی کھڑے ہیں۔

میں خوشی و مسرت کے نعرے لگاتا ہوا جلدی سے اٹھا اور مرشد پاک کے قدموں میں

گر گیا۔ نعلین مبارک کو بوسہ دیا۔ اور دستِ بستہ عرض کی: آقا آپ یہاں کیسے؟ فرمایا

عرض مبارک کی تاریخ نزدیک آ رہی ہے۔ اور آج تک تو تم خود عرض کی تاریخ لینے

علی پور آیا کرتے تھے۔ اس دفعہ ہم خود تاریخ دینے آئے ہیں۔ میں نے عرض کی یا حضرت!

مگر میں تو یہاں قید ہوں۔ فرمایا کہ ہیں تو نہیں بیٹھے رہنا۔ ۲۲۔ ۲۳۔ اپریل کو عرض کروالینا

اتنا فرمایا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ یاد رہے کہ ان دنوں والد صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کا عرض مبارک تاریخ کے جمعینے میں ہوا کرتا تھا۔

شاہی قلعہ کے قید خانہ میں اپنے مرشد لاثانی کی زبانی اپنی رہائی کا مشردہ جانقرا

سن کر اور پیر کمال کی اس مشکل کشائی پر خوشی سے جھوم اٹھا۔ بس پھر کیا تھا اس ایمان افروز

نظارے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میرے امتحان کا وقت اب ختم ہو گیا ہے۔ آزمائش کی

گھڑیاں پوری ہو گئی ہیں۔ آنے والے تمام خطرات ٹل گئے ہیں۔ قید خانہ کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور زنجیریں ٹوٹ گئی ہیں۔

سنتری نے آہنی جینگے کے پاس آکر پوچھا۔ شاہ صاحب آپ کس سے باتیں کر رہے تھے۔ اور ابھی ابھی یہاں سے نکل کر کون گیا ہے؟ میں نے کہا سنتری صاحب یہاں کون آسکتا ہے؟ میں تو اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے جینگے کے تانے کو دیکھا۔ ٹھیک تھا۔ پھر لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں کا معائنہ کیا۔ تو وہ بھی درست تھیں۔ سنتری حیران تھا۔ اور بار بار اصرار کر رہا تھا۔ کہ صبح بتاؤ۔ میں نے کہا کہ کوئی میری رہائی کا پیغام لایا تھا۔

رہائی کا پیغام! سنتری نے حیران ہو کر کہا۔ صبح تو آپ نے ہائی کورٹ میں پیش ہونا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا ہائی کورٹ میں سزا یقینی ہے، رہائی ممکن نہیں؟ سنتری نے کہا کیوں نہیں۔

میں نے کہا تو پھر میرے ہائی کورٹ نے میری رہائی کا فیصلہ سنا دیا ہے۔ وہ رات میری زندگی کی بہترین اور حسین رات تھی۔ اور مبارک! ایمان افروز اور روح پرور رات تھی۔ ایک تودت کے بعد اپنے مرشدِ ثانی کی زیارت اور پھر شاہی قلعہ کے قید خانہ میں۔ اور دوسرے رہائی کی بشارت۔

رات کا باقی حصہ خوشی و مسرت سے گزارا اور صبح تک وہ حسین اور ایمان افروز منظر میری آنکھوں کے سامنے رہا۔ اور دم تحریر بھی میں اس روح پرور نظارے کو دیکھ رہا ہوں۔ زبان پر بار بار یہ شعر آتا رہا۔ کہ

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں  
اب ہونے لگیں ان سے غلوت میں ملاقاتیں

صبح ہوئی۔ دن نکل آیا۔ اور میں ہائی کورٹ میں پیش ہونے کی تیاری کرنے لگا۔

کہوں کہ نوبت پوئیس کی گاڑی آ جانی تھی۔ نوبت مجھے مگر گاڑی نہ آئی۔ دس بج گئے مگر کوئی حکم نہ ملا۔ آخر گیارہ بجے شیخ صاحب نے دفتر میں بلا کر کہا کہ صاحبزادہ صاحب آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی رہائی کا حکم آ گیا ہے۔ اور ہم آپ کو یکم اپریل کو رہا کر رہے ہیں۔ چنانچہ گورنر ملک امیر محمد خاں کی طرف سے یکم اپریل کو دو بجے دوپہر رہائی کا پروانہ آ گیا۔

○ نام تو ان کا کچھ اور تھا۔ مگر مرشد پاک ان کو پیار سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے ڈیرے کا بنبردار ہے۔ اور پھر وہ بنبردار کے نام سے ہی مشہور ہوئی۔ ان کا کام صرف مرشد پاک کی بھینسوں کو چار اڈانا تھا۔ ایک دن مرشد لاثانی نے پیار سے فرمایا۔ بنبردار اقبیر میں منکر نگیں نے سوالی پوچھے تو کیا جواب دے گا۔ بنبردار نے عرض کی۔ یا حضرت میں کہہ دوں گا کہ میں نے اپنے پیر دیاں مچھاں نوں پٹھے پاندا ہوندا ساں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ جا بنبردار ایہی کہہ دینا تیری نجات ہو جائے گی۔

○ مولانا حافظ ظفر علی صاحب پسروری رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعرات کو پیدل چل کر اپنے پیر و مرشد کی زیارت اور قدم بوسی کے لئے آستانہ عالیہ علی پور شریف جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ساون کا مہینہ تھا اور موسلا دھار بارش کی وجہ سے نالہ ڈیک میں طغیانی آئی ہوئی تھی۔ حافظ صاحب مرحوم اپنے مرشد لاثانی کی شراب محبت و عقیدت کے نشے میں مخمور حسب معمول پسرور سے پیدل چل کر نالہ ڈیک کے کنارے پہنچے۔ دیکھا تو ڈیک کا پانی پورے زور سے بہ رہا ہے۔ اور طوفانی موجیں آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔ حافظ صاحب نالہ ڈاک کے اس طوفانی منظر کو دیکھ کر گھبرائے اور سوچنے لگے کہ آگے جاؤں یا نہ۔ اگر آگے جاتا ہوں تو ڈوبنے کا خطرہ ہے۔ اور اگر پیچھے مڑتا ہوں تو عشق کو نایاب لگتی ہے۔ پھر یہ سوچ کر کہ تجربات کی سوہنی اپنے مجازی محبوب کو بلنے کی خاطر دریائے جناب کی طوفانی لہروں میں کچے گھرے پیر اگر کود پڑتی ہے تو میں تو مرد ہوں اور میرا محبوب تو حقیقی ہے۔ پھر میں اس نالہ کی طغیانی سے گھبرا کر پیچھے کیوں مڑوں؟

یہ سوچ کر نالہ ڈیک کی طوفانی موجوں میں اترنے لگے تو آواز آئی۔ — ہوں ہوں۔  
 مگر حافظ صاحب نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اپنے مرشد پاک کے عشق میں نالہ ڈیک میں کود  
 پڑے۔ پانی سر سے اوجھا تھا۔ اور بہاؤ بھی تیز تھا۔ درمیان میں گئے تو پانی کی تیزی کا  
 مقابلہ نہ کر سکے۔ اور ڈوبنے لگے۔ اپنے مرشد کامل کو پکارا، تو فوراً مرشد لاثانی  
 کے مقدس ہاتھوں نے پکڑ کر کنارے لگا دیا۔ حافظ صاحب مرحوم اسی گھبراہٹ کی حالت  
 میں آستانہ عالیہ پہنچے۔ پیر کامل کے قدموں کو بوسہ دیا۔ تو اس مددگار بلیساں نے فرمایا  
 کہ حافظ صاحب میں نے آواز نہیں دی تھی کہ آج نہ آنا۔

○ بابا جی حکیم بعد المعنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہرونی جو کہ بلند پایہ حکیم ہونے کے  
 ساتھ ساتھ ایک عالم باعمل۔ مرد کامل اور قبلہ عالم کے منظور نظر خلیفہ مجاز بھی  
 تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کی نماز کے بعد کچھ حلقہ بگوشان ارادت حضور  
 مرشد سر نیاز قبائلی کے بیٹھے تھے۔ ہو گا عالم طارق تھا۔ چہرہ اقدس سے فیوض و برکات  
 کے چشمے پڑ رہے تھے۔ اور رخ انور سے انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی کہ  
 اچانک آپ پر کیفیت طارق ہو گئی۔ اور چہرے پر جلال فقر و ولایت ٹپکنے لگا۔ پھر  
 آپ اسی جلال کی حالت میں اٹھے۔ دو قدم گئے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ متوڑی دیر کے  
 بعد واپس آئے تو ہم نے دیکھا کہ تہ بند مبارک پانی سے بھیگا ہوا ہے۔ میں نے اپنے ساتھی  
 بندہ نواز کے ساتھ جرات رندانہ کر کے عرض کی کہ آقا کہاں تشریف لے گئے تھے  
 اور یہ تہ بند بھیگا ہوا کیوں ہے؟ فرمایا حکیم صاحب! دریائے جہلم میں ایک مرید  
 ڈوب رہا تھا۔ اس نے مجھے پکارا تو اس کو کنارے پر لگا کے آیا ہوں۔ پھر فرمایا  
 حکیم صاحب یہ لوگ نہ خود آرام کرتے ہیں۔ اور نہ مجھے آرام کرنے دیتے ہیں۔

○ تھیں شکر گڑھ سے ایک میاں بیوی رات کو پیدل اپنے پیر لاثانی کی زیارت  
 کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ پکی تھی جہاں جنوں کا ڈیرہ تھا۔ یہ



میاں بیوی جب اس خطرناک مقام سے آگے گزر گئے تو چھپے مرہا کر دیکھا تو ایک جن اپنے خوفناک بازو پھیلائے پکڑنے کو آ رہا ہے۔ دونوں نے اپنے مرشد لاثانی کو یاد کیا اور عرض کی آقا ہم تیری زیارت کو آ رہے ہیں۔ پیچھے جن پکڑنے کو آ رہا ہے۔ اور آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔ وہ دونوں اپنے پیر کامل کو یاد کر کے تیزی سے بھاگنے لگے اور پیچھے پیچھے وہ جن دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ایک آواز آئی کہ جن ہو کر بھی ان معمولی آدمیوں کو ابھی تک نہیں پکڑ سکا۔ یہ آواز اس جن کی مادہ کی آواز تھی۔ تو اس جن نے جواب دیا کہ میں کیا کروں۔ جب بھی میں ان کو پکڑنے لگتا ہوں تو ایک سیفد ٹوپی والا بابا درمیان میں حائل ہو جاتا ہے۔ آخر وہ دونوں میاں بیوی صبح بخیریت اپنے پیر و مرشد کے مقدس آستانہ عالیہ علی پور شریف پہنچ گئے۔ مرشد پاک کے قدموں کو بوسہ دیا۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں کیا کروں لوگ رات کو نہ خود سوتے ہیں اور نہ ہی مجھے سوٹنے دیتے ہیں۔

○ میرے بڑے بھائی صاحب صاحبہ زادہ محمد الحسن صاحب سفر سے گھرتے آئے دن والدہ صاحبہ مرحومہ کی خدمت میں آئے ان کی بیس روپے دوڑ میں حضرت صاحب کی زیارت کراؤں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا دس روپے ہی لے جاؤ۔ کافی ہیں۔ بھائی صاحب نے کہا نہیں بیس روپے ہی حضرت صاحب کو دینے کی نیت کی ہوئی ہے۔ والدہ صاحبہ نے بیس روپے دے دئے، اور فرمایا حضرت صاحب کو میری سلام بھی عرض کرنا۔ بھائی صاحب کا کہنا ہے کہ میں حاضر خدمت اقدس ہوا اور قدمبوسی کے بعد بیس روپے نذر کئے۔ تو حضرت صاحب نے دس روپے واپس کر دئے، اور فرمایا کہ ماؤں کا حق بھی ہوتا ہے۔

○ میاں نظام الدین صاحب موضع بوعہ واسے بیان کرتے ہیں کہ میری بہو برکت بی بی ایک ہلک بیماری میں مبتلا ہو گئی۔ جس کے خطرناک اثرات سے اس کی آنکھوں

کی بنیائی جاتی رہی۔ ہم نے اس کی بنیائی واپس لانے کے لئے بہت علاج کروائے، مگر کہیں سے فائدہ نہ ہوا۔ آخر ہر طرف سے مایوس ہو کر میں نے بارگاہِ مرشدِ لاثانیؒ میں التجا کی، یا حضرت برکت بی بی آپ کی خدمت گئی ہے۔ اس کی آنکھوں کی بنیائی چاہیئے۔ آپ نے گھر آ کر تین دفعہ اپنا لعابِ دہن اس کی آنکھوں پر لگایا تو برکت بی بی کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

○ لاجھ دین ساکن بھوجہ بیان کرتے ہیں کہ میرا بھائی ساون ایک دفعہ قبلہ عالم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا حضرت میں تنگ دست رہتا ہوں میرے لئے کشادگی کی دعا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی ساون خدا کی قسم کھا کر بتاؤ کہ کیا تم دو صد روپے گھر میں فلاں جگہ دفن کر کے نہیں آئے؟ حضرت صاحب سے یہ جواب سن کر بہت شرمندہ ہوا، کیوں کہ وہ واقعی دو صد روپے دفن کر کے گیا تھا۔

○ جوہری خان محمد صاحب ساکن قطر وال کا بیان ہے کہ ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ منشی محمد ذی شان کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرما رہے ہیں کہ اٹھ جا۔ میں نے عرض کی آقا آپ کے اس در اقدس کو چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ تو آپ نے جلال میں آ کر میرے اوپر سے لحاف اتار دیا۔ میں اٹھ بیٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوری میری گھوڑی کھول رہا ہے۔ جو مجھے دیکھ کر بھاگ گیا۔

○ منشی محمد عبداللہ صاحب سکھترہ والوں کا بیان ہے کہ میں ۱۹۱۵ء میں حلقہ بگوش سلسلہ عالیہ ہوا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد مجھے شیطان نے بہکایا کہ یہاں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ کسی اور پیر کی تلاش کرنی چاہیئے۔ چنانچہ میں اس ارادہ سے سیالکوٹ حضرت بہلول دانا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ تو حضرت بہلول نے فرمایا کہ سمندر کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے نالوں کی طرف اپنی پیاس بجھانے کیوں دوڑتے پھرتے

ہو۔ تب میں ڈرتا ڈرتا۔ کاپتیا کاپتیا اور روتا ہوا پھر حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر معافی طلب کی۔ پہلے تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ کسی اور پیر کی تلاش کرو۔ اور پھر شانِ بندہ نوازی سے معاف کر دیا۔ اور ساتھ ہی فرمایا منشی جی اپنی ہی ماں اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے۔

○ شہبازِ لامکانی کے کشف و تفسیر اور نگاہِ باطن کا یہ عالم تھا کہ ایک دن طوطے پاکستان بابا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرمایا کہ بابا اپنی نمازوں کا خیال رکھا کرو۔ اور اس طریق سے عبادت کرو کہ قبول ہو جائے۔ بابا مرحوم نے عرض کی یا حضرت نماز تو رہی نماز میری تو ہجرت بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ قبلہ عالم نے فرمایا۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ پر غسل کرتے وقت ناف میں بھی انگلی پھیر لیا کرو کیوں کہ میں نے علمائے کرام سے سنا ہے۔ کہ اگر جسم کا ایک بال بھی خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوتا۔ آپکا یہ فرمانا کہ میں نے علمائے کرام سے سنا ہے۔ تو اضع کی بنا پر تھا۔ ورنہ آپ خود محدث تھے۔ اور وہ مسئلہ بڑے بڑے علمائے کرام سے حل نہیں ہوتا تھا۔ دو لفظوں میں فرما دیا کرتے تھے۔

اس خواہ میں بحرِ عرفانی کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وابتگانِ سلسلہ عالیہ میں اور گدیایانِ کوچہ لاشانی میں سینکڑوں نامور علمائے کرام۔ صوفیائے عظام اور حکمائے صد احترام داخل ہیں۔ راقم اطراف کا سارا خاندان بھی اسی قطبِ مدار کے خوانِ فیوض و برکات کا خوشہ چین رہا ہے اور اسی ولی کامل کے دریائے لطف و کرم سے اپنے دلوں کی کشت ویراں کو سیراب کرتا رہا ہے۔ اور اسی غوثِ زمان کے آفتابِ رشد و ہدایت سے اپنے سینوں کو منور کرتا رہا ہے۔ اور اسی مردِ کامل کی مقدس چوکھٹ پر اپنی جبینِ نیاز جھکا کر دین و دنیا کی نعمتیں حاصل کرتا رہا ہے۔ اور اسی قطبِ جہاں کی روشن کی ہوئی حقیقت و معرفت کی نورانی قندیل سے

اپنی زندگی کے سفر کی ہر منزل پر راہنمائی حاصل کرتا رہا ہے۔ اور اسی شہنشاہِ ولایت کے خزانہ روحانیت سے اپنی جھولیاں بھرتا رہا ہے۔ خصوصاً والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اپنی ساری زندگی اسی قطب مدار کی کفش برداری میں گزار دی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس مرشدِ لاثانی کے فیوضات و برکات، انعامات و توجیہات اور الطاف و عنایات جو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تھے۔ شاید ہی کسی اور پر ہوں گے۔ اس غوثِ صمدانی کی رحمت و شفقت ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمد مسعود سے بڑھ کر دنیا میں کوئی عالم نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحبِ ہمارے گاؤں الہر تشریف لائے، بہت سے مریدین بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ رات قیام فرمایا۔ والد صاحب کو پتہ تھا کہ آپ نے علی الصبح ہی تشریف لے جانا ہے۔ والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ صبح ناشتہ کا کیا انتظام ہوگا۔ والد صاحبہ نے عرض کی و نہ کرو۔ انشاء اللہ انتظام ہو جائے گا۔ والدہ صاحبہ نے دیکھا تو صبح کے لئے ہٹا نہیں ہے۔ مگر انہوں نے بہت نہ ماری۔ اور اللہ کا نام لے کر چکی پیننی شروع کر دی۔ اور ساری رات چکی پینتی رہیں۔ اور صبح کی نماز کے بعد ہی ناشتہ تیار کر دیا۔ قبلہ عالم نے فرمایا۔ کہ ہم تیار ہیں۔ عرض کی گئی یا حضرت ناشتہ تیار ہے۔ آپ گھر تشریف لائے۔ ناشتہ تناول فرمایا۔ والد صاحبہ نے عرض کی یا حضرت میں نے ساری رات آپ کے لئے چکی پینتی ہے۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں۔ پھر آپ کے چہرہ اقدس پر جلالِ فقر و ولایتِ رقص کرنے لگا۔ اور فرمایا۔ مولوی صاحب اگر میری خادمہ نے میرے لئے ساری رات چکی پینتی ہے تو میں نے بھی آج ساری رات تمہارے لئے دعائیں کی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ والدہ صاحبہ کی اپنے مرشدِ پاک کی خدمت گزاری کے لئے اس رات چکی پیننی اور دوسری خدمات اور پھر حضرت صاحبہ کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ والدہ صاحبہ کی وفات رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو حجرات کے



دن ہوئی۔ جو سیدہ کونین خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء کے وصال پاک کا دن ہے۔ اور پھر آپ کے جنازے میں پچاس ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی۔ اور جامع مسجد الفردوس منصور آباد کے ایک کونے میں دفن ہوئیں۔ میں بھی کتنا خوش نصیب ہوں اور اپنی اس قسمت پر جتنا بھی ناز کروں تھوڑا سا ہے۔ زہری گردن میں بھی اسی قطب مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا پٹہ ہے۔ اور مجھے بھی اس شہنشاہ ولایت کی کفش برداری اور خدمت گذاری کا شرف حاصل رہا ہے۔

میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا کہ والد صاحب اس غوث زمانہ کے مہمان عالیہ پر علی پور شریف لے گئے۔ تہجد کے وقت حاضر ہوئے۔ والد صاحب نے عرض کی یا حضرت افتخار کو بھی اپنے حلقہ غلامی میں شامل کر لو۔ اور اپنے دریاقدس کے سگان نوالہ خوردوں میں اس کا نام بھی لکھ لو۔ حضرت صاحب نے فرمایا مولوی صاحب آپ کو کوئی اور پیر نہیں ملتا۔ والد صاحب نے عرض کی آقا اگر آپ نہ ہوتے تو شاید میں کسی کو پیر ہی نہ مانتا۔ پھر آپ نے مجھے بھی بیعت فرما کر میرے گلے میں طوق غلامی ڈال دیا۔ اور مغرب کی نماز کے بعد ایک سو بار کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

اگرچہ آپ کا وصال باکمال ہو چکا ہے۔ اور اگرچہ آپ اپنی آخری آرام گاہ میں سفید گنبد مبارک کے سایہ میں خواب راحت میں آرام فرما رہے ہیں لیکن سالکان راہ حقیقت و معرفت۔ طالبان رشد و ہدایت۔ متلاشیان حقیقت و صداقت اور مژدگان فیوض و برکات کے لئے آج بھی اس آستانہ عالیہ سے فیوض و برکات کے دریا بہتے ہیں۔ اور حقیقت و معرفت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور رشد و ہدایت کے ستارے چمکتے ہیں۔ اس لئے کہ اس مرشد لاثانی کی لاثانی نشانی غوث زمانہ۔ قطب جہاں دست گیر بے کساں۔ رہبر کا ملاں۔ خواجہ خواجگان۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت۔ عالیجناب فیض مستطاب حضرت صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کی مقدس شکل و صورت میں موجود ہے۔ جو گفتار و رفتار میں انہیں کا مجسمہ ہیں۔ اور اطوار و کردار میں آپ کا ہی پیکر ہیں۔ اور افعال و اعمال میں آپ کا ہی نمونہ ہیں۔ اور محکم و کرم اور شفقت و رحمت میں انہیں کی ہی زندہ تصویر ہیں۔ اور زہد و تقویٰ اور ریاضت و عبادت میں آپ کی ہی تصویر ہیں۔ اور فیوض و برکات میں آپ کی ہی تفسیر ہیں۔ اور دستگیری و مشکل کشائی میں انہیں ہی لاکس ہیں۔ اور فریاد رسی و حاجت روائی میں آپ کا ہی پرتو ہیں۔ اور جن کے چہرہ اقدس پر انہیں ہی کے فقر و درویشی کے جلوے ہیں۔ اور جن کی سفید لٹھے کی ٹوپی میں اسی قطب مدار کی ولایتِ کاملہ کا تاج ہے۔ اور جن کی صورت و سیرت میں اسی دلی کمال کے آفتابِ ولایت کی کرنیں نظر آتی ہیں۔ اور جن کی مقدس چادر میں اسی عرشِ زماں کے فقر و درویشی اور ریاضت و عبادت کے رموز و اسرار چھپے ہوئے ہیں۔ اور انوار و تجلیاتِ الہیہ پوشیدہ ہیں۔ اور جن کے دروازہ خیر و برکت سے آج بھی کوئی سوالی خالی نہیں جاتا۔ اور جن کے دریائے فیوضاتِ باطنی سے کوئی بھی پیاسا نہیں لوٹتا اور جن کے میخانہٴ روحانیت سے ہزاروں میکشانِ حقیقت و معرفت شرابِ عشق و محبت کے پیانے پی پی کر کیفِ زمستی میں جھومتے پھرتے ہیں۔ اور جن کی شمعِ رشد و ہدایت سے لاکھوں گم گشتگانِ راہِ منزل کو آج بھی راستہ ملتا ہے۔ اور جن کی نگاہِ لطف و کرم کے صدقے مجھ جیسے لاکھوں گدایانِ کوچہ مرشد لاثانی اپنا اپنا کاسہ گدائی بھر لو پھر کر کے اپنی اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے ہیں۔

کاسہ شوق لے کے تو آیا ہے ان کے روبرو  
آنکھوں سے التجا بھی کر دل سے انہیں صد اٹھنی دے

اور جن کے جنتانِ حریت سے اپنے دامن میں کانٹے لے کر آنے والے اپنے گلے میں چبکتے ہوئے بچوں کا پاپا رہیں کر جاتے ہیں۔ اور جن کے دستِ دعا سے بگڑی ہوئی تقدیر بدل جاتی ہے۔ سونے ہونے مقدر جاگ اٹھتے ہیں۔ دکھوں کو گھٹانے اور

بے قراروں کو قرار ملتا ہے۔

میرے علاوہ خطیبِ پاکستان حضرت علامہ صوفی غلام حسین صاحب خطیب  
بیت حضرت علامہ محمد سلیم صاحب خطیب اہل سنت و جماعت مولانا محمد فاضل صاحب  
اور خطیبِ خوش بیان مولانا محمد رمضان صاحب اور دوسرے سینکڑوں علمائے کرام پر اپنی  
کی نظر کرم ہے۔ اور انہیں کی دعاؤں اور توہماتِ باطنی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم لوگ ملک کے  
گوشے گوشے میں دین و اسلام اور عقائدِ حقہ اہل سنت و جماعت کی تبلیغ کرتے پھرتے  
ہیں۔ اور باطل کے مقابلے میں بے خوف و خطر ڈٹ جاتے ہیں۔

مولانا صوفی غلام حسین صاحب کے والد بزرگوار قبلہ صوفی محمد دین صاحب  
جو کہ مجسمہِ صدق و صفا۔ پیکرِ بہد و اتقان۔ بدو العارفین عمدۃ الواصلین۔ فخر الکاملین  
اور سراج الصالحین ہیں بھی اسی مرشدِ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

ملتان کے علاقہ قنصل میں جلسہ سے فارغ ہو کر میں اور نعت خوان عبدالرشید گجراتی  
ایک اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ رات اندھیری تھی۔ اور ملتان کا  
صحرا تھا۔ اگرچہ منزلی دور نہ تھی۔ مگر ہم راستہ بھول گئے۔ اور اس ریگستان میں اندھیری  
رات میں بھٹکتے پھرتے تھے۔ شام کے چلے ہوئے تھے۔ رات کے بارہ بج گئے۔ نہ کوئی نشان  
منزل تھا۔ اور نہ کوئی راہنما۔ منزل دور در تک رات کے اندھیرے چھائے ہوئے  
تھے۔ اور شبِ تاریکی زلفِ سیاہ پوری طرح مسلط ہو چکی تھی۔ اور ہم صرف تاروں کی  
تھہر جھراتی ہوئی پھکی پھکی لوکے سہارے بٹھکے ہوئے مسافروں کی طرح چلے جا رہے تھے۔  
رات کے ایک بجے ایک نہر آئی۔ اور ہم نے نہر کے پل سے گزرنا تھا۔ ہماری اونٹنی ابھی  
پل سے دور ہی تھی کہ پل سے پار گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ عبدالرشید نے جو کہ پیدل ہی چل رہا  
تھا۔ مجھے کہا۔ "اجزادہ صاحب پستول میں گولیاں بھرنے لگے۔ کوئی خطرہ ہے۔ خوف  
اور ہراس گھبرا گیا کہ پاس ہی آواز آئی۔ گھبراؤ نہیں۔ میں ساتھ ہی ہوں۔"

یہ میرے پیر کالی۔ دستگیر بے کساں اللہ رہے ہر گم گشتگانِ حق پر سید علی حسین شاہ  
صاحب کی آواز تھی۔

اور پھر ہم اس پل پر سے گزرے تو تین آدمی کھڑے تھے اور پاس ہی گھوڑیاں بندھی  
تھیں۔ جوں ہی ہم ان کے قریب پہنچے وہ ہمیں دیکھ کر بھاگ گئے۔ اور پھر سامنے ایک چراغ  
کی روشنی نظر آگئی۔ جو کہ بستی کا نشان تھا۔

پہنچے ہم رات کے دو بجے اس بستی میں پہنچے۔ کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ اور  
اتنا شور مچایا کہ بستی والے یہ سمجھ کر بچ رہے۔ لاطیایاں۔ کلہاڑیاں اور بڑھھے لے کر گھروں  
سے نکل آئے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا تو بڑی عزت سے پیش آئے۔ رات بھر خدمت  
کرتے رہے۔ اور صبح بڑی عزت سے رخصت کیا۔

آپ کی سوانح حیات پر ایک مفصل کتاب مرشدِ لاثانی کے نام سے انشاء اللہ العزیز  
عمقریب ہی لکھوں گا۔ وابتگان سلسلہ عالیہ دعا فرماویں۔

گدائے کوچہ مرشدِ لاثانی

افتخار الحسن



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حضرت بایزید بسطامی علیہ السلام

ہمیشہ محبت الہی کے دریا میں غرق رہتے تھے۔ اور دل کو مشاہدہ حق میں مشغول رکھتے تھے بارہ سال تک جنگلوں میں مجاہدہ نفس کرتے رہے۔ طائر لاہوتی کے مقام پر فائز تھے۔ اور فنا فی اللہ کی منزل میں یہاں تک گم تھے۔ کہ جس طرف دیکھتے حسن ازلی کا مشاہدہ کرتے اور جس طرف نگاہ اٹھاتے جلوہ حسن یار نظر آتا تھا۔

فرمایا جس چیز کو میں بارہ سال تک بیابانوں میں ریاضت کی مشقت میں تلاش کرتا رہا وہ میں نے گھر میں آسانی سے حاصل کر لی۔ یعنی ایک رات والدہ نے مجھ سے پانی طلب کیا میں نے گھر سے میں دیکھا پانی نہ تھا۔ میں نے صراحی میں دیکھا پانی اس میں بھی نہ تھا۔ چنانچہ نہر سے پانی لایا۔ واپس آیا تو والدہ سو گئی عقین۔ میں پانی کا پیالہ لے کر والدہ کے سر ہانے کھڑا رہا۔ والدہ صاحبہ تہجد کے لئے بیدار ہوئیں۔ مجھے کھڑے دیکھا تو فرمایا۔ بایزید کھڑے ہو؟ میں نے عرض کی اس خیال سے کہ آپ بیدار ہوں اور پانی طلب کریں لیکن میں حاضر نہ ہوں تو قیامت میں ماں کے نافرمانوں میں نہ اٹھوں۔ والدہ نے تہجد کی نماز پڑھ کر دعا کی۔ اسے میرے اللہ میرے بیٹے بایزید کو میری اطاعت کے صلے میں وہ چیز عطا کر دو جو اس کو بارہ سال تک ریاضت و مجاہدہ سے نہیں مل سکی۔ بس پھر کیا تھا ادھر ماں نے دعا کی۔ ادھر میرے حجابات اٹھ گئے۔ سینہ کھل گیا۔ اور میرے دل میں دریائے حقیقت و معرفت کا دریا موجزن ہو گیا۔

○ ایک دفعہ آپ نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد امام صاحب نے پوچھا۔ اے بایزید! آپ نہ تو کوئی کام کرتے ہیں اور نہ ہی کسی سے کچھ لیتے ہیں۔ پھر آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟

فرمایا! پہلے مجھے اپنی اس قضا نماز کو ادا کر لینے دو۔ امام نے کہا نماز تو آپ نے باجماعت پڑھی ہے۔ پھر قصداً کیسے ہوئی؟ فرمایا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں جو اپنے روزی دینے والے کو نہیں جانتا۔

○ پہلی دفعہ حج کو گئے تو صرف خانہ کعبہ دیکھا۔ دوسری بار گئے تو کعبے والے کو دیکھا۔ تیسری بار گئے تو نہ خانہ کعبہ نظر آیا اور نہ ہی کعبے والا۔ — ذاتِ حق میں یہاں تک گم ہو گئے تھے کہ سوائے حق کے اور کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔

○ غلبہٴ حال اور دریائے وحدت میں یہاں تک مستغرق تھے کہ ایک مرتبہ جذبہٴ مستی میں پکار اٹھے سُبْحَانِي مَا اَعْظَمَ شَانِي، کہ میری ذات پاک ہے اور میری شان بلند ہے، ہوش آیا تو مریدوں نے عرض کی۔ آقا! آج آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں۔

فرمایا — اب کبھی مجھ سے ایسے کلمے سنو تو مجھے تلوار سے قتل کر دینا۔ چند دنوں بعد آپ پر پھر وہی کیفیت طاری ہوئی، اور وہی کلمات زبان سے نکلے۔ مریدین نے تلوار ماری۔ مگر تلوار آپ کی گردن سے پار ہو کر زمین پر آگرتی اور آپ کا گلہ نہ کٹتا۔ — ہوش آیا تو غلاموں نے ماجرا سنایا۔

فرمایا — اب میں نہیں ہوں، وہی ہے۔

○ آپ فرماتے ہیں کہ بہت مدت تک میں کعبہ کا طواف کرتا رہا ہوں، اور جب میں خدا تک پہنچ گیا تو پھر کعبہ میرا طواف کرنے لگا۔

○ لوگوں نے سوال کیا یا حضرت — فرض کیا ہے، اور سنت کیا ہے؟

فرمایا — اللہ تعالیٰ کی محبت فرضی ہے۔ اور ترک دنیا سنت ہے۔

○ آپ سے کسی نے پوچھا کہ حق تک پہنچنے کے لئے کیا سبیل ہے؟

فرمایا — گونگے، بہرے اور اندھے بن جاؤ۔ نہ غیر سنو۔ نہ غیر سناؤ۔  
اور نہ غیر کو دیکھو۔

○ ایک مرتبہ اپنے مریدوں کو ہمراہ حج بیت اللہ شریف کو چلے تو اپنا اور اپنے تمام ساتھیوں کا سامان اونٹ پر لاد دیا۔ ایک مرید نے عرض کی۔ آقا! اس میسٹرونٹ پر اتنا بوجھ ڈال دیا یہ تو ظلم ہے۔ — آپ نے فرمایا! اسے اعتراض کرنے والے ذرہ غور سے اونٹ کو دیکھو۔ — اس نے دیکھا تو تمام بوجھ اونٹ کی پشت سے ایک ہاتھ اور پنجا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنا حال تم سے چھپاؤں تو تم مجھ پر لعن طعن کرتے ہو۔ اور اگر ظاہر کروں تو تم میں اسی کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

○ حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ جو بایزید کے ہمراز و واقف کار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دلی کال بھی تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اپنے سر پر عرش الہی کو اٹھائے پر واڑ کر رہا ہوں۔ صبح ہوئی تو اس خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے میں بایزید کی طرف گیا۔ پتہ چلا کہ شیخ وفات پا چکے ہیں۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے بہت کوشش کی جنازہ کا پایہ پکڑوں، مگر میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور بقیاب ہو کر بایزید کے جنازے کے نیچے گھس گیا۔ اور جنازہ کو سر پر اٹھایا۔ تو شیخ بول اٹھے کہ اے ابو موسیٰ یہ تمہاری رات کی خواب کی تعبیر ہے۔ یعنی عرش سے مراد بایزید کا جنازہ ہے۔

## حضرت ابراہیم ادھم علیہ السلام

شہنشاہِ دین و دنیا، سرچشمہ حقیقت و معرفت اور صاحبِ صدق و منقالتے پہلے آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ اور بڑی شان و شوکت اور بڑے جاہ و جلال اور کرفر کے مالک تھے۔ آپ کی توبہ کرنے اور تخت و تاج کو ٹھکرا کر فقر و درویشی کی منزل میں قدم رکھنے کا واقعہ اس طرح ہے :-

شنیدستم کہ ابراہیم ادھم  
یک شب تختِ دولت خفت خرم  
ز سقفِ خود شنید آواز پائے  
ز جابر جستہ چوں آشفقہ رائے

کہ ایک رات حضرت ابراہیم ادھم اپنے شاہی محل میں سونے کے تخت پر سوئے ہوئے تھے کہ اچانک کھل گئی اور محل کی چھت پر کسی کے چلنے پھرنے کی آواز سننی — پوچھا — کون ہے ؟

جواب آد کہ اے شاہ جہانگیر  
شترگم کردہ مردِ مفلسم پیر

جواب آیا کہ اے تخت و تاج کے مالک اور اے دنیا کے بادشاہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں اور میرا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اپنے اونٹ کو تلاش کر رہا ہوں — حضرت ابراہیم ادھم نے کہا — تو کتنا بے وقوف ہے کہ اپنے اونٹ کو ابراہیم کے شاہی محلوں میں ڈھونڈتا ہے — جواب آیا — تو بھی کتنا



اتنی ہی ہے۔ کہ اپنے خدا کو سونے کے تخت پر تلاشی کرنا ہے۔

یہ جواب سن کر آپ بے چارے ہو گئے۔ اور دل میں خوف و ہراس کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ رات بڑی بے چینی میں گزاری۔ صبح ہوئی تو دربار لگایا۔ اور حسب معمول سنہری تخت پر بیٹھ گئے۔ اچانک ایک بار عبث شخص بڑی شان بے نیازی سے بغیر کسی روک ٹوک کے تخت شاہی کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ ابراہیم ادھم نے پوچھا یہاں کیوں آئے ہو۔ اور کس کی تلاش ہے؟ آنے والے نے جواب دیا کہ میں ایک مسافر ہوں۔ اور تمہاری اس سرائے میں چند دن ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم ادھم نے کہا۔۔۔ یہ سرائے نہیں ہے۔ یہ تو میرا شاہی محل اور دربار ہے۔

اس آدمی نے کہا۔ آپ سے پہلے یہاں کون رہتا تھا؟

فرمایا! میرا باپ!

اس نے پھر پوچھا! تمہارے باپ سے پہلے کون تھا؟

فرمایا! میرا دادا!

اسی طرح کئی پشتوں تک پہنچ کر اس نے پھر پوچھا! آپ کے بعد یہاں کون

سے گا؟

فرمایا! میری اولاد!

پھر اس آدمی نے کہا! ذرا خیال تو کرو کہ جس مقام پر اتنے آدمی آئیں اور

جائیں۔ لیکن کسی کا مستقل قیام نہ ہو تو پھر وہ مقام سرائے نہیں تو اور کیا ہے!

اتنا کہہ کر وہ آدمی باہر نکل آیا۔۔۔ آپ تمہارا اس کے پیچھے دوڑے۔ اور

دامن پکڑ کر پوچھا۔ تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا میں خضر ہوں۔

یہ سن کر حضرت ابراہیم ادھم کو درد بڑھ گیا۔ اور عشق الہی کی آگ بھڑک

ابھی اٹھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی طرف نکل گئے۔ اس وقت آپ نے یہ آواز  
سنی کہ اے ابراہیم اس وقت سے پہلے جاگو جب کہ تمہیں موت کے ذریعے  
جگایا جائے۔

یہ آواز سن کر آپ کی کیفیت بدل گئی۔ اور غلبہ حال میں بنجود ہو گئے اور آپ  
ہر تاج و تخت کو ٹھوکر مار دی اور بٹھا ہوا فقیرانہ لباس پہن کر شہر سے نکل  
نکل گئے۔

خوب انہی میں کا پتہ تھے اور اپنے گناہوں پر روتے جاتے تھے۔  
بیابانوں اور صحراؤں میں پاپیاد پھرتے پھرتے نیشاپور کی ایک ٹھکانہ پہنچے  
اور پھر اسی ٹھکانے میں نو سال تک ریاضت و عبادت اور مجاہدہ نفسی کرتے رہے۔  
جب لوگوں کو آپ کی ریاضت و عبادت کا علم ہو گیا تو آپ اس سے  
کرکھ کر یہ کی طرف چلے گئے۔

راستہ میں ایک بزرگ نے آپ کو روک لیا اور اسے بزرگ نے آپ کو  
سکھایا۔ اس بزرگ سے جاننے کی خواہش کی تو حضرت نے فرمایا کہ  
اور فرمایا اے ابراہیم جس نام کو اس نام ذات سکھایا ہے اسے یہ  
حضرت ایام علیہ السلام تھے اور میں ہی تیرا مرشد ہوں اور تمہارے  
تجھے راہ طریقت پر چلایا ہے۔

☆ ایک روز کسی بزرگ کے ہمراہ ایک پہاڑ پر تھے۔ وہ بزرگ نے  
اس بزرگ نے آپ سے سوال کیا کہ مرد کے کمال کی کیا علامت ہے؟  
فرمایا۔ اگر پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ فوراً چلنے لگے۔ اتنا فرمایا کہ  
فرمایا! میں نے تجھے تو نہیں کہا تھا۔ وہ پہاڑ ٹھہر گیا۔

☆ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت ابراہیم کے ہمراہ ایک

تھا کہ طوفان آگیا۔ پچنانچہ غیب سے آواز آئی کشتی والو! غرق ہونے کا ٹکڑا  
 کیونکہ ابراہیم تمہارے ساتھ ہے۔ اچانک طوفان کی ایک لہر اٹھی اور کشتی بچو  
 کھلنے لگی۔ لوگ رونے لگے۔ آپ کے پاس قسداں شریف تھا۔

عرض کی یا الہی! کیا تو اس کشتی کو غرق کر دے گا جس میں تیرا قرآن پاک ہو  
 آواز آئی نہیں۔ ہم ایسا نہیں کریں گے۔

☆ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھکر اپنی گڈری سی رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے  
 سوال کیا۔ اے ابراہیم بلخ کی بادشاہی چھوڑ کر تم نے کیا حاصل کیا؟

یہ سنتے ہی آپ نے اپنی سوئی دریائے دجلہ میں پھینک دی۔ اور فرمایا  
 میری سوئی لاؤ! اس حکم پر نہرا روں پھیلیاں اپنے اپنے منہ میں سونے کی سوئی  
 لے کر پانی کی سطح پر آئیں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ نہیں نہیں مجھے اپنی سوئی چاہیے  
 اتنے میں ایک ٹھیلے نے وہی سوئی لاکر پیش کر دی۔

آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بلخ کی بادشاہی چھوڑنے کا صلہ تم نے رکھو  
 جب بلخ کے تخت پر تھا تو صرف انسان ہی میرے مطیع تھے۔ اور اب تخت و تاج  
 کو چھوڑ کر فقر و درویشی کا لباس پہن لیا ہے تو دریاؤں کی مچھلیاں بھی میرا حکم مانتی ہیں  
 ☆ کسی نے آپ سے پوچھا "کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول نہیں کرتا؟"

فرمایا تم لوگ خدا کو جانتے ہو لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم کو جانتے ہو۔ مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل  
 کرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے دور نہیں بھاگتے۔ موت کو برحق سمجھتے  
 ہو مگر اس کا سامان نہیں کرتے۔ بھلا جو شخص ایسا ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

# مرتب شد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

امام شریعت و طریقت! پیشوائے معرفت و حقیقت۔ تاج دین و دیانت! شمعِ رشد و  
 ایتہاں حق و صداقت اور صاحب کشف و کرامت تھے!  
 حضرت شیخ ابوالفضل بن حسنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہو کر علوم ظاہر کا  
 سب سے سرفراز ہوئے۔ مرشد کے فیوض و برکات کے سرچشمہ سے اپنے دل کی کھتی کو سیراب کرنے  
 کی شمع روحانیت سے اپنے سینے کو منور کرنے کے بعد مخلوق خدا کو سیدھی راہ دکھانے کیلئے  
 ملائت و گمراہی کے اندھیروں میں رشد و ہدایت کا چراغ جلانے کے لئے لاہور تشریف لائے  
 جسے حکم فرمایا! تید علی۔ لاہور جا کر خدا کے بندوں کو حق و ہدایت کا راستہ بتاؤ۔

کی آقا۔ جو ارشاد ہو! مگر لاہور میں میرے بھائی خواجہ حسن زنجانی جو موجود ہیں۔

فرمایا۔ علی! جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے! پتہ پتہ  
 شد کے حکم سے لاہور روانہ ہوئے۔

داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ اٹھاتے جا رہے ہیں۔

پوچھا یہ جنازہ کس کا ہے؟

جواب ملا حسن زنجانی کا۔

آپ سمجھ گئے کہ مرشد کے حکم میں راز کیا تھا!

اسی مقام پر اپنا فقر و درویشی کا بوریہ بچھا کر بیٹھ گئے۔ جہاں

آپ کا مزار پر انوار ہے۔ اور دین حق کی تبلیغ شروع کر دی۔

اور مخلوق خدا کو توحید و رسالت کا درس دینا شروع کر دیا۔

ذکر و فکر کی مجلسیں ہونے لگیں۔ اور اس شمعِ رشد و ہدایت پر

لوگ پر والوں کی طرح آنے لگے۔



تو اس وقت مندوں نے سید علی جویریہ کی لڑائی کو اس کی ایک جھونپڑی  
 کا دروازہ بنایا جس جھونپڑی پر شہنشاہوں سے محلات عشر بان  
 کی کمرانوں کے تخت و تاج مسدود اور نسرمانرواؤں کی سلطنتیں

تھیں۔ اس جھونپڑی سے ہر طرف سے کیسے کیسے نکلنے لگی تو اس کے  
 دروازے پر اور وہ جہدیں آجڑا بننے لگیں۔ اس کے دروازے پر قتلے لگی رہی  
 اور ہزاروں انسانوں کے ساتھ باہر لوگوں میں ٹوہرا ایمان چمک

۱۵۷۔ اجبر راؤ — جو ان دنوں لاہور کا گورنر تھا، کو سب علی  
 اور بی بی رحمۃ اللہ علیہ کی ان ساری کامیابیوں کا اطلاع ملی تو براہ فرحت ہو  
 گیا اور میں بڑھک اٹھا۔

اس وقت کو علم دیا کہ ان دنوں کو جو جھونپڑی بنی ہوئی ہے اور  
 اس کو شہر سے نکال کر

رہا ہے تو راجہ راؤ کے سپاہیوں کو اس کی مشائیں سے گرا گئے  
 اور دنیا سے بے خبر تصور پاتیں۔ ان دنوں  
 سپاہیوں نے گھاس کی جھونپڑی کو آگ لگانے کی بہت کوشش کی مگر  
 نہ لگ سکی۔

یہ آگ لگاتے۔

یہ اللہ اکبر کہتے! آگ بھی جاتی

نسر مایا — تم کون ہو؟

انہوں نے کہا — ہم راجہ راؤ کے سپاہی ہیں اور تیری جھونپڑی

کو جلاتے آئے ہیں۔

فسر مایا فیکر کی اس بھونپٹری کو تو جہنم کی آگ بھی نہیں جلا سکتی

سپاہیوں نے کہا تو پھر تو ہی شہر سے نکل جا۔

فسر مایا — میں جانے کے لئے نہیں آیا، میرا تو آپ ہی ہے۔

ہی میں بنے گی۔

سپاہیوں نے پھر تیل چھڑک کر آگ رکائی چاہی۔

سید علی — جلال میں آگئے۔

فسر مایا! — وہ دیکھو راجہ راؤ کا عمل بل سزا ہے۔

سپاہیوں نے دیکھا تو راجہ کے محل میں شعلے بجھ کر رہے۔

کوٹھپڑا گرواپس چلے گئے۔ راجہ راؤ کو سارے ماتے اسٹاپا اور سپاہیوں

میں آگ لگنے کی وجہ بھی اسی فیکر کی بد دعا ہے۔

راجہ راؤ اسی وقت اٹھا — داتا گنج بخش کے قدم پکڑ کر سوا فوٹا

کی اور مسلمان ہو گیا۔

داتا صاحب نے فرمایا — جاؤ تمہارے محل کی آگ بھی بجھ کر رہے۔

ولایت و طریقت اور روحانیت و حقیقت کے اس نظام کو

نی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرت کو

پشتی اجمیری اور حضرت شیخ مسعود الدین گنج شکر نے آپ کے

انوار پر چمکیشن کر کے فیوض و برکات حاصل کئے۔

نور احمد علیان الدین پشتی "عیض باطنی حاصل کرنے کے بعد جب

ہوئے تو آپ کے مزار پر یہ شعر لکھ گئے۔

گنج بخش فیض عالم منظر نور خدا ناقصاں را پیر کمال کمالاں را را ہما

☆ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی بھونپٹری میں بیٹھے تھے کہ ہندوؤں کی بارہات قریب سے گذری۔

بھونپٹری کے قریب آنے تو وہ راستہ بھول گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک فقیر بیٹھا ہے۔ وہ ہندو داتا صاحب کے پاس آئے اور کہا — اے فقیر! ہم راستہ بھول گئے ہیں، ہمیں راستہ بتا دے۔

فرمایا — راستہ بتا دوں یا راستہ دکھا دوں! انہوں نے کہا دکھا دے۔

داتا صاحب نے توجہ فرمائی۔ تو ان کو روضہ مصطفیٰ نظر آ گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمام مسلمان ہو گئے۔

☆ آپ نے ایک مسجد بنوائی۔ اور اس کا رخ ذرا سا مائل بہ سمت جنوب تھا۔ علمائے لاہور نے اس پر اعتراض کیا۔

آپ سن کر خاموش رہے۔ مسجد کی تکمیل کے بعد آپ نے تمام علماء کی دعوت کی۔ اور خود امام بن کر اسی مسجد میں نماز پڑھائی۔

اس کے بعد تمام حضرات سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ رخ پر اعتراض کرتے ہو۔ اب دیکھو کہ قبلہ کس طرف ہے۔

جب انہوں نے دیکھا تو قبلہ سامنے تھا۔ اور مسجد کا رخ قبلہ ہی میں تھا۔  
(سفینۃ الامم لیاو داراشکوہ)

آپ کے مزار پر انوار پر مخلوق خدا کا ہجوم رہتا ہے اور فقیروں اور پیشوں، مستوں اور مجذوبوں کا میلہ لگا رہتا ہے۔

حضرت مندر رنگ میں اپنی اپنی عقیدت کے پھول پھاڑ کرتے

ہیں۔

دور دور سے سالکانِ راہِ حقیقت اور طالبانِ عشق و مستی آپ کے آستانہ عالیہ سے فیض حاصل کرنے کے لئے سر جھکانے لگے مسم بیٹھے رہتے ہیں۔ ہر وقت ذکر و فکر۔ اللہ ہو اور قرآن پاک کی تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ بے مرادوں کو مراد اور بے اولادوں کو اولاد ملتی ہے۔

بے کسوں کی دست گیری اور مشکل والوں کی مشکل کشائی ہوتی ہے۔ دکھیوں کے دکھ دور ہوتے ہیں۔ اور بے قراروں کو سکون ملتا ہے۔ درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے حضورِ داتا گنج بخش میں اپنا مذاکرہ عقیدت یوں پیش کیا ہے۔

سید ہجویر محمد دوم امم

مرقد او پیر سنجر احرم

عہد فاروق از جہاںش تازہ شد حق از حرف او بلند آوازہ شد

پاسبانِ عزتِ ام الکتاب

از نگاہش حسانہ باطل خواب

خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت بسج ما از مہر او تابندہ گشت

عاشق و ہم قاصدِ طیارِ عشق از جہتِ آشکارا سرِ عشق

میں نے ایک رات ایک ایسے جوان کو دیکھا جو ظاہر میں خوش لباس تھا۔ لیکن

باطن میں اس کا دل پھٹا ہوا تھا۔ وہ داتا صاحب کے مزارِ اقدس کے ارد

گرد چکر لگا رہا تھا۔ اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

کامہ عشق لے کے تو آیا ہے انکے روبرو آنکھوں سے التجا بھی کر دل سے نہیں صدا بھی دے



## نوابہ امیرمی علیہ السلام

نوابہ امیرمی علیہ السلام کی عظمت کدنا بندہ میں تو مید کی شمع روشن  
 ہے۔ یہاں سے کہ برہمنوں کو حق و اسلام کی راہ دکھانے آئے  
 اور ان کے چہرے پر اپوں کو کعبہ کی شان دکھانے آئے۔ پتھروں کی مورچوں  
 کے آگے بڑھ کر آئے۔ انوں کو ایک معبودِ نقیضی کے آگے جھکانے آئے  
 اور ان کے چہرے پر ان کے ہونے کا نام بتانے آئے۔ اور اس شان سے  
 ان کے چہرے پر ان کے ہونے کا نام بتانے آئے۔ اور اس شان سے  
 ان کے چہرے پر ان کے ہونے کا نام بتانے آئے۔ اور اس شان سے  
 ان کے چہرے پر ان کے ہونے کا نام بتانے آئے۔ اور اس شان سے

نوابہ امیرمی علیہ السلام کی عظمت کدنا بندہ میں تو مید کی شمع روشن

نوابہ امیرمی علیہ السلام کی عظمت کدنا بندہ میں تو مید کی شمع روشن

نوابہ امیرمی علیہ السلام کی عظمت کدنا بندہ میں تو مید کی شمع روشن

نوابہ امیرمی علیہ السلام کی عظمت کدنا بندہ میں تو مید کی شمع روشن

نوابہ امیرمی علیہ السلام کی عظمت کدنا بندہ میں تو مید کی شمع روشن

نوابہ امیرمی علیہ السلام کی عظمت کدنا بندہ میں تو مید کی شمع روشن

نوابہ امیرمی علیہ السلام کی عظمت کدنا بندہ میں تو مید کی شمع روشن

نوابہ امیرمی علیہ السلام کی عظمت کدنا بندہ میں تو مید کی شمع روشن

پر تھوی راج نے کہا — اوقیر تو یہاں کیوں آیا ہے — خواجہ اجیری  
 نے جواب دیا — میں کفرستان ہند میں اسلام کا ذکا بجانے آیا ہوں — اور  
 بھارت کے اس ظلمت کدہ شرک میں توحید کے چراغ جلائے آیا ہوں — اور  
 پتھروں کے آگے جھکنے والوں کو ایک خدا کے آگے جھکانے آیا ہوں — اور  
 رام رام جینے والوں کو محمد کا کلمہ پڑھانے آیا ہوں — اور بیچ پوچھو تو  
 سونمات کے پیاریوں کو خدا سے ملائے آیا ہوں — اور —

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

پر تھوی راج نے غصے سے کہا — اوقیر یہاں سے نکل جاؤ — فقیر

نے جلال میں فرمایا — تم ہی بدل جاؤ —

پر تھوی راج — میرے پاس ساز و سامان ہے —

خواجہ — میرے پاس دولت ایمان ہے۔

پر تھوی راج — میرے پاس ہاتھیوں کا لشکر ہے۔

خواجہ — میرے ساتھ اللہ اکبر ہے۔

اور پھر جب پر تھوی راج کی طاقت اس مردِ حق شناس پر غالب نہ ہو سکی

تو اس وقت کے ہندوستان کے مشہور جادوگر جوگی جے پال کو بلایا گیا تاکہ وہ

اپنے جادو کے زور سے اس فقیر پر غالب آجائے۔

آخر ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا — اُدھر کفر و باطل تھا اور

حق و اسلام تھا — اُدھر ضلالت و گمراہی تھی — اُدھر رش و عداوت تھی

اُدھر مادہ پرستی تھی — اُدھر روحانیت تھی، اُدھر جادو تھا — اُدھر

کرامت تھی — اُدھر جے پال تھا — اُدھر معین الدین تھے جوگی نے

اپنی مٹھی بند کی اور کہا — اور فقیر! بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟ — خواجہ صاحب نے نگاہِ فقر سے دیکھا اور فرمایا کہ تیری مٹھی میں گناہ و مہنا کا ریت ہے۔ — جوگی نے کہا ٹھیک ہے۔ — اور پھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے باغِ جنت کا ایک پھول اپنی مٹھی میں لے کر فرمایا — اور جوگی! بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟

جوگی بے پال نہ اپنے جادو کے زور سے زمین کا کونہ کونہ دیکھا مگر کوئی سمجھ نہ آئی۔ — پھر وہ جادو کے زور سے ہوا میں اُڑ گیا۔ اور ابھی تھوڑا سا ہی اڑا گیا تھا کہ خواجہ صاحب نے اپنی لکڑی کی کھڑاؤں کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس جوگی کو نیچے لاد بس پھر کیا تھا۔ کھڑا دیں ہوا میں اُڑ گئیں اور جوگی بے پال کے سر پر پڑنے لگیں۔ وہ تنگ آ کر نیچے آ گیا۔ اور نیچے آ کر خواجہ صاحب کے قدم چوم کر مسلمان ہو گیا۔ اور اس کی قبر بھی خواجہ صاحب کے مزارِ اقدس کے ساتھ ہی ہے۔

پھر آہستہ آہستہ کفرستانِ ہند میں اسلام کی تبلیغ ہونے لگی۔ اور خواجہ اجمیری کے پشتم و لایت و روحانیت سے بھارت کی اجڑی ہوئی کھیتیاں حق و صداقت کے آبِ حیات سے سرسبز ہونے لگیں۔ اور بت خانہ ہند میں آذان کی صدائے حق گونجنے لگی اور سو منات کے چار یوں کے سیاہ دلوں میں نورِ ایمان جگمگانے لگا۔ اور مندروں کے آگے سر جھکانے والے ایک معبودِ حقیقی کے آگے سر بسجود ہونے لگے۔

☆ ایک چھوٹی سی مسجد کی تعمیر شروع کی گئی۔ جو رات کو چراغ جلا کر بنائی جاتی پر تھوڑی راج کو پتہ چلا تو اس نے حکم دیا کہ کوئی دوکان دار اس فقیر کے مرید کو تیل نہ دے۔ چنانچہ اگلے دن کسی نے بھی خواجہ اجمیری کے مریدوں کو تیل نہ دیا۔ درویشوں نے عرض کی آپا پر تھوڑی راج کے حکم سے دوکان داروں نے ہمیں تیل دینا کر دیا ہے۔ — فرمایا کوئی فکر نہیں۔ رات ہوئی تو خواجہ اجمیری نے فرمایا کہ میرے

وضو کے پانی سے چراغ جلا لو۔ — پچانچہ — وضو کا پانی چراغوں میں ڈال کر دئے روشن کر دئے گئے۔ اور جس رات خواجہ اجمیری کے وضو کے پانی سے چراغ جل رہے تھے اس رات پر تقوی راج کے مخلوں میں تل نہیں جلتا تھا۔ ۵

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں

فقط یہ بات کہ پیر مغال ہے سر در خلیق

حضرت خواجہ خواجگان چشت جناب معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں

نے اپنے روحانی کمالات اور فقر و درویشی کے زور — ایمان کی قوت اور رشد و

ہدایت کی غیر فانی طاقت کے ذریعے اس کفرستان ہند میں اسلام کا ڈنکا بجایا۔ اور

اس ظلمت کدہ کفر و شرک میں توحید و ایمان کا نور پھیلا یا اور نوے لاکھ کافروں کو

مسلمان کیا۔ — آپ کا ایک غلام بازار سے سودا خریدنے جا رہا تھا کہ اس وقت

کے کافر حکمران رائے پتھوراک کی سواری سامنے سے بڑے کڑو فرسے آ رہی تھی۔ رائے

پتھوراک کے سپاہیوں نے آواز دی۔ اے فقیر استہ صاف کر دے۔ خواجہ کے درویش

نے کچھ پرواہ نہ کی۔ جس کی بنا پر رائے پتھوراک نے غصے میں آکر اس درویش کو تلیف

دی — درویش نے آکر رائے پتھوراک کی شکایت کی، تو خواجہ اجمیری نے رائے

پتھوراک کو خط لکھا کہ آئندہ ایسی حرکات سے باز آؤ۔ ورنہ ٹھک نہیں ہوگا۔ رائے

پتھوراک نے خط پڑھ کر پرواہ نہ کی۔ بلکہ خواجہ صاحب کی شان میں گستاخی کی۔ حضرت خواجہ

صاحب نے جب اس کا یہ تمکیرانہ جواب سنا تو اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔

ہم نے رائے پتھوراک کو زندہ بکڑ کر لشکر اسلام کے حوالے کر دیا۔

خواجہ غریب نواز کی زبان حق تر جان سے نکلی ہوئی بات پوری ہو کے رہی۔



کہ سلطان شہاب الدین غوری شکرِ اسلام سے چڑھانی کر دی۔ لشکرِ کفار کو شکست ہوئی  
رائے پھوراز زندہ پکڑا گیا اور قتل کیا گیا۔

## طریقیت کے پیشوا

# پیر سید مہر علی شاہ علیہ السلام

قطب جہاں غوثِ زمانہ۔ دستگیرِ بے کساں۔ رہبرِ کمالاں فیضِ مستطاب۔ عالی جناب حضرت پیر سید مہر علی شاہ شہنشاہِ گولڑاہ شریف۔

ایسے ولی کمال تھے کہ جن کی نگاہِ فیض و کرم نے ہزاروں انسانوں کی تقدیر بدل دی۔ جن کی روحانی توجہ نے لاکھوں بندگانِ خدا کے سونے ہوئے مقدر جگا دیئے۔ جن کے دستِ دعائے بیماروں کو شفا بخشی اور دکھیوں کو سکھ عطا کیا۔ بے اولادوں کو اولاد دی۔ اور بے مرادوں کا دامن گوہرِ مراد سے بھر دیا۔ ایسے غوثِ زمان تھے کہ جن کے دریائے ولایت سے تشنگانِ حقیقت و معرفت اپنی اپنی پیاس بجھا کر جاتے اور جن کے چشمہٴ رشد و ہدایت سے نسلِ انسانی کے دلوں کی اُجڑی ہوئی کھیتیاں سرسبز ہوئیں۔ اور جو کبھی جذبِ مستی میں اللہ ہو کا نعرہ لگاتے تو گولڑاہ کی پہاڑیوں سے بھی اللہ ہو کی آواز آتی۔ ایسے قطبِ جہاں تھے کہ جن کے آستانہٴ فیوضات سے گدایانِ کوچہٴ طریقت اپنا اپنا کاسہ گدائی بھر کر جاتے اور جن کی چوکھٹ پر مہرِ نیاز جھکانے والے عارف و سالک بن کر نکلتے۔ اور جن کی مجلسِ پاک میں بیٹھنے والے نظام الدین اولیاء اور معین الدین چشتیؒ کی نورانی مجلس کا سا سرور پا کر اپنے گلوں میں فقر و درویشی کے موتیوں کے ہار پہن کر اٹھتے۔ ایسے مردِ درویش کہ جنہوں نے گولڑاہ شریف کی پہاڑیوں پر رشد و ہدایت کی ایک ایسی شمع جلائی کہ جس کی روشنی سے ہزاروں انسانوں کو کھوئی ہوئی راہ مل

گئی۔ اور لاکھوں بندگانِ خدا کے تاریک دلوں میں نورِ عرفان پیدا ہوا اور جس کی دنیا سے دور دور تک کے صنلالت و گمراہی گئے اندھیرے چھٹ گئے۔ اور جس کی نو سے سر زمینِ پاک و ہند میں حقیقت و معرفت کی روشنی پھیل گئی۔

ایسے قطبِ جہاں کہ جن کی نگاہوں میں جذب و مستی رقص کرتی رہتی تھی۔ اور جن کی آنکھوں میں گنبدِ خضریٰ کے حسین نظارے چلتے رہتے تھے۔ اور جن کا دل محبتِ الہی سے لبریز اور سینہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر پور تھا۔ اور جن کے عارفانہ کلام میں محبوبِ حقیقی کے پیار کا دریا موجزن ہے۔ اور جن کے ہر شعر میں حقیقت و معرفت اور کیف و مستی کا ایک چہرہ چھوٹا ہے۔

○ آپ ایک دفعہ حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے، دیارِ حبیب کی پُر کیف وادیاں تھیں۔ اور خاکِ بِلحا کے پُر نور وور سے، مدینہ منورہ کی مقدس گلیاں تھیں اور گنبدِ خضریٰ کے حسین نظارے۔ ایک رات اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عشا کی سنتیں قضا ہو گئیں۔ رات کو امامِ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں سے اور فرمایا مہر علی میرے مدینے پاک میں آ کر میری سنتیں قضا کر دیں، عرض کی آقا یہ تو سنتیں قضا ہوئی ہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ خدا کے فرض قضا کرنے سے جلوہ حسن دکھاتے ہیں تو خدا کی قسم میں خدا کے فرض بھی قضا کر دیتا۔

☆ ایک دن عصر کی نماز کے بعد آپ بستی سے باہر نکلے۔ دیکھا کہ دو آدمی جا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے عرض کی ہم مدینے جا رہے ہیں آپ نے فرمایا مدینہ ادھر تو نہیں۔ انہوں نے کہا ہم نے اس مدینے جانا ہے جو بکرات کے قریب ہے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ اس مدینے کیوں نہیں جاتے جو جنت سے بھی افضل ہے۔ انہوں نے عرض کی آقا ہم غریب ہیں۔

وہاں کیسے جائیں۔

آپ کے چہرہ اقدس پر جلال فقر قس کرنے لگا۔ اور فرمایا — وہ دیکھو  
سامنے کیا ہے؟ انہوں نے نگاہ اٹھائی تو روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
سامنے تھا۔

☆ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی انگریزی بنا سستی اور جھوٹی نبوت کا ڈھونگ  
رچا کر لوگوں کو گمراہ و بے دین کرنا شروع کر دیا۔ اس مرد درویش نے مرزا  
قادیانی کی جھوٹی نبوت کو لکارا۔ لاہور میں ایک تحریری مناظرہ کا انتظام  
کیا گیا۔ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے اس ولی کامل نے فرمایا — مرزا صاحب  
آپ اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں۔ اور میں نبی کا ایک ادنیٰ سا غلام ہوں۔ میز پر  
قلم دوات اور کاغذ رکھ دیتے ہیں۔ پھر جس کا قلم کاغذ پر خود بخود لکھے وہ  
سچا ہے۔ مرزا صاحب یہ سن کر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور بھاگتے  
بھی کیوں نہ۔ جب کہ ایک طرف جھوٹا نبی تھا اور دوسری طرف سچے نبی کا  
سچا غلام تھا۔ ادھر مغل تھا اور ادھر سید تھا۔ ادھر گھسیٹی کا پتر تھا اور  
ادھر فاطمہؑ کا تخت جگر تھا۔ اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ اس مرد درویش کا  
قلم خود بخود کاغذ پر لکھ رہا ہے۔

طالبِ معبود

# قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ

زبدۃ العارفین - قدوۃ السالکین - عمدۃ الواصلین - فخر الکاملین جناب خواجہ  
قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ آوان شریف والی سرکار۔  
ایسے مردِ کامل تھے کہ جن کے آفتابِ رشد و ہدایت سے خطہٴ پاک و مہندروشن  
ہوا۔ اور جن کے چراغِ حقیقت و معرفت سے ہزاروں انسانوں کو حق و صداقت کی  
راہ ملی۔ اور جن کے چشمہٴ روحانیت سے لاکھوں بندگانِ خدا کے دلوں کی اجڑی ہوئی  
کھیتیاں سیراب ہوئیں۔

ایسے ولیِ کامل تھے کہ جن کی فقر و درویشی کی مشعل سے انسانوں کے تاریک دل  
جگمگا اٹھے۔ اور جن کے اخلاق و پیار نے بیگانوں کو بھی اپنا بنا لیا۔ اور جن کے تصرفات  
باطنی کو دیکھ کر سینکڑوں غیر مسلم حلقہٴ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

ایسے پیرِ کامل تھے کہ جن کے دل میں محبتِ الہی کا ایک دریا موجزن تھا۔ اور جن  
کے سینے میں عشقِ رسول علیہ السلام کی ایک آگ پہنچا اٹھی۔ جن کی نگاہوں میں حسین یار کے  
جلوسے تھے۔ اور جن کے پہلو میں ایک درد بھرا دل تھا جو کہ مخلوقِ خدا کی بھلائی کے لئے  
ٹڑپتا رہتا تھا۔

ایسے مردِ درویش تھے کہ جن کے متعلق میرے مرشدِ لاثانی فرمایا کرتے تھے  
کہ قاضی صاحب بہت بڑے مردِ کامل ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے مرشدِ پاک خواجہ



خواجگان حضرت پیرا خوند صاحب سید و شریف (سوات) سے فیض حاصل کرنے کے علاوہ حضرت شاہ دوہا دریائی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بہاؤ الدین غوث رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض باطنی حاصل کیا

★ مستری اللہ بخش جو پہلے وہابی تھے اور اولیاء اللہ کی کرامات کے منکر تھے۔ ایک دفعہ لالہ موسیٰ میں ان کو حضرت قاضی صاحب کی قدم بوسی نصیب ہوئی حضرت صاحب جب تشریف لے جانے لگے تو آپ کی قہری کا امتحان لینے کی نیت سے مستری صاحب بھی ساتھ ہوئے۔ راستہ میں عیسائیوں کا ایک قبرستان آیا۔ قاضی صاحب نے ایک قبر کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ یہ ایک مسلمان شہید کی قبر ہے۔ مستری اللہ بخش نے دل میں کہا۔ کہ بھلا عیسائیوں کے قبرستان میں ایک مسلمان شہید کی قبر کیسے ہو سکتی ہے۔ قاضی صاحب نے مستری اللہ بخش سے فرمایا کہ مستری صاحب! ایک آدمی اگر کوئی بات کہدے تو بے سوچے سمجھے اسے غلط کہنا اسے اچھا نہیں۔ پھر قاضی صاحب نے اپنا رومال مستری صاحب کے سر پر رکھ دیا۔ مستری صاحب نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ کشمیر میں اس وقت یہ ہو رہا ہے۔ وہ ہو رہا ہے۔ قاضی صاحب نے اپنا رومال مستری اللہ بخش کے سر سے اٹھایا اور فرمایا مستری صاحب یہ کیا قرار ہے ہو؟ عرض کی حضور خدا کی قسم میں اس وقت کشمیر میں تھا۔ اور میں جو کچھ کہہ رہا تھا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ مستری صاحب اس رومال نے تو آپ کو سارا کشمیر دکھا دیا اور رومال والا یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ مستری اللہ بخش صاحب نے قاضی صاحب کا یہ کمال و تصرف دیکھ کر اپنے عقائد بد سے توبہ کر لی۔ اور پھر ساری زندگی قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گزار دی۔

★ جوہری اللہ دین صاحب مرحوم ساکن طاہر ضلع گجرات کا بیان ہے کہ ایک

مرتبہ میرے بھتیجیوں پر ایک سنگین قسم کا مقدمہ دائر ہو گیا جس سے میں بہت پریشان  
 تھا اس لئے کہ ذلت ثانی دولت مند اور بالشر تھا۔ ایک رات قاضی صاحب  
 تہجد کے لئے بیدار ہوئے۔ میں نے وضو کے لئے پانی کا لونا پیش کیا۔ آپ نے مجھے  
 دیکھ کر فرمایا چوہدری صاحب پریشان کیوں ہو۔ میرے مریدوں کے ساتھ جو کچھ  
 ہونے لگا ہے اس پر میرے دستخط لٹے جاتے ہیں۔ اور جہاں تک ہو سکے  
 میں ان کی حمایت کرتا ہوں۔ اور جہاں ممکن نہیں ہوتا، وہاں مجبوراً دستخط کر دیتا  
 ہوں۔ کیا تم نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے متعلق نہیں سنا کہ وہلی کے ایک  
 بادشاہ کی معزولی کے کاغذات پر چپ چاپ دستخط کر دئے تھے۔ تم فکر نہ کرو  
 نہ بہتر کرے گا۔ چنانچہ اگلی تاریخ پر مقدمہ خارج ہو گیا۔

# متفرقات

○ اولیائے ملتان صفحہ ۱۸۴، ایک دفعہ ایک عورت اپنے بچے کو نوزاع کی حالت میں حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے کر آئی۔ آپ نے فرمایا کہ جو منظور خدا ہوگا وہی ہوگا۔ پچھ مر گیا۔ وہ عورت روئی ہوئی واپس آ رہی تھی کہ راستے میں حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ بچوں کے ساتھ نکلیں رہے تھے۔ آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ مائی کیوں روئی ہے۔ تو اس عورت نے کہا کہ دربار غوث سے مایوس ہو کر واپس آ رہی ہوں۔ اور میرا بچہ مر گیا ہے۔ شاہ رکن عالم نے فرمایا۔ مائی دیکھ تو سہی بچہ تو زندہ ہے۔ اس عورت نے بچے کے چہرے سے چادر اٹھائی۔ تو بچہ زندہ تھا۔ جناب غوث بہاء الحق نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ نے فرمایا۔ بیٹا رکن عالم اہل طریقت کے نزدیک یہ اچھا نہیں ہے۔ اپنے آپ کو چھپاؤ۔

اولیائے ملتان ص ۲۱۶، حضرت شاہ یوسف گردین رحمۃ اللہ علیہ وصال پاک کے بعد قبر سے ہاتھ باہر نکال کر بیعت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ترکستان سے ایک آدمی بیعت کے لئے آیا۔ مگر آپ کا وصال ہو چکا تھا۔ وہ آپ کی قبر پر گیا۔ اور بہت رویا کہ اچانک آپ کا دست مبارک قبر سے باہر نکلا اور اس کو بیعت کیا۔ پھر یہ سلسلہ مدت تک جاری رہا۔ کہ ایک دن صدر الاسلام صدیق شاہ یوسف کی قبر پر گئے اور فرمایا۔ یوسف ہاتھ اندر رکھو یہ غلامت منست ہے آپ نے ہاتھ تو اندر کر لیا۔ مگر ساتھ ہی فرمایا۔ کہ صدر الدین آؤ سنو میرا ہاتھ بند

کیا ہے اور میں تمہارا نام بند کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ صدر الدین کا نام نہیں بلکہ آپ کے بیٹے شاہ رکن عالم کا نام ہے۔

سید تاج الدینی شیرسوار رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ قطب الدین صوفی ہانسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے۔ آپ نے اتنی ریاضت و عبادت کی کہ حیوان بھی آپ کے مطیع ہو گئے۔ چہر آپ جب بھی کبھی اپنے مرشد کا زیارت کے لئے ہانسی جاتے تو جنگل سے ایک شیر کو پکڑ کر اس پر سوار ہو جاتے اور سانپ کا کوڑا ہاتھ میں پکڑ لیتے تھے۔ اور جب ہانسی کی زمین پر قدم رکھتے تو بیدل ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ یہ خیال کر کے کہ آج اپنے پر کو اپنا مقام دکھاؤں گا۔ اسی حالت میں مرشد خانے چلے گئے۔ مرشد اس وقت دیوار پر بیٹھے تھے۔ مرید کو شیر پر سوار آتے دیکھ کر فرمایا تاج الدینی یہ تو حیوان ہے۔ اور اس میں تو جان ہے۔ مزہ تو تب ہے کہ بے جانوں کو چلاؤ۔ اور پھر آپ نے دیوار کو حکم دیا تو دیوار چلنے لگی۔ آپ نے معافی مانگی۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصہ اول ص ۱۱۷۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہہ کر اس پر زمین کی طرح چلنے لگے۔ بعد میں ایک آدمی آیا۔ اس نے بھی پار جانا تھا۔ مگر کوئی کشتی نہ تھی۔ آخر اس نے حضرت جنید کو پانی پر چلتے دیکھا تو عرض کی آقا میں کس طرح آؤں۔ فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا۔ اس نے یہی کہا اور پانی پر چلنے لگا۔ درمیان میں گیا۔ تو شیطان نے بہکایا۔ کہ حضرت خود تو یا اللہ کہتے ہیں۔ اور مجھ سے یا جنید کہلاتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ ہی کیوں نہ کہوں۔ اور پھر اس نے بھی یا اللہ کہا۔ اور ساتھ ہی غوطے کھانے لگا۔ پکارا حضرت مجھے پکڑنا۔ آپ نے فرمایا اور ہی کہو۔ اس نے پھر یا جنید کہا۔ اور دریا سے پار ہو گیا۔

عرض کی آقا یہ کیا بات ہے۔ کہ آپ یا اللہ کہیں تو بارہوں اور میں کہوں تو غوطے

کھاؤں، حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اسے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں ہے۔  
اور یا اللہ تک رسائی کیسے ہو۔

○ امداد المشاق مصنفہ مولانا شرف علی تھانوی ص ۱۰۶

حضرت شیخ جنید بغدادی مشغول بحث بیٹھے تھے۔ کہ ایک کتا سامنے سے گذرا۔  
اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی۔ اس بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس  
کتے پر بھی اتنا اثر پڑا کہ جہاں جاتا تھا۔ اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے۔  
اور جہاں وہ بیٹھا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے پھر  
مسکرا کر فرمایا کہ وہ کتوں کے لئے شیخ بن گیا۔

○ ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۵-۱۵

حضرت سیدی احمد جام زندہ پیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ تشریف لئے جاتے تھے  
راہ میں ایک ہاتھی مرا پڑا تھا۔ لوگوں کا مجمع تھا۔ آپ تشریف لے گئے۔ فرمایا کیا ماجرا ہے۔  
عرض کی گئی ہاتھی مر گیا ہے۔ فرمایا اس کی سونڈ بھی ویسی ہے۔ اس کی آنکھیں بھی ویسی  
ہیں۔ اس کے ہاتھ بھی ویسے ہیں۔ پھر یہ مر کیسے گیا۔ بس اتنا فرماتا تھا۔ وہ ہاتھی فوراً  
زندہ ہو گیا۔ جب سے آپ کا لقب زندہ پیل ہو گیا۔

○ کرامات امدادیہ ص ۱۰۱ حضرت شیخ مولانا محمد صاحب قدس سرہ نے ارشاد  
فرمایا کہ ہم جہاز میں سوار ہو کر حج کو چلے۔ ہمارا جہاز گردش طوفان میں آ گیا۔ اور چار  
پانچ روز تک گردش میں رہا۔ محافظان جہاز ناامید ہو گئے۔ اور یہیں کہا کہ اب اللہ  
تعالیٰ کو یاد کرو اور دعا مانگو۔ میں اس وقت مراقب ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک  
حالت طاری ہوئی۔ اور معلوم ہوا کہ اس جہاز کے ایک گوشے کو حافظ محمد صامن صاحب  
اور دوسرے کو حاجی امداد اللہ صاحب اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے اوپر کو  
اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اٹھا کر پانی کے اوپر سیدھا کر دیا۔ میں نے وہ



وقت۔ دن اور مہینہ لکھ لیا۔ وہ اپنی آڑ میں نیچے دریافت کیا تو قدرت علی جو کہ حاجی صاحب کا مرید تھا نے بتایا کہ ہاں اس کا یہ سچا کو اور اسی وقت حاجی صاحب نے مجھے اپنی بھنگی ہونی انگلی دی۔ اور فرمایا کہ اس بھنگی کو دھو ڈال۔

○ ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلد سوم صفحہ ۱۰۲۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سزا پر انوار سے کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ مولانا برکات احمد صاحب مرحوم جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک بھوڑے تھے اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے۔ وہ بندو ٹھک روپہ کو آتا اور درکار شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا۔ اور آتے ہی پتھر پڑھتا۔ پیر روزیوں نے دیکھا وہ بالکل ٹھکے گیا۔

○ پھر فرمایا۔ بھاگل پور سے ایک صاحب ہر سال اجیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے ایک وہابی رئیس سے بھی ملتا تھا۔ اس نے کہا کہ یہاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو۔ بیکار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو۔ اس نے کہا چلو اور انہوں سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے۔۔۔ خیر ایک سال وہ ساتھ آیا دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا لے روضہ شریف کا طوان کر رہا ہے اور یہ صدانگاہا ہے۔ خواجہ پانچ روپے لوں گا اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا۔ اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔ جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا ایک گھنٹہ ہو گیا ہوگا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا جیب سے پانچ روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا لو میاں تم خواجہ سے مانگ رہے ہو بھلا خواجہ کیا دیں گے۔ تو ہم نے کہا۔ فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا۔۔۔ خواجہ توروں بلہاری جاؤں

دلوائے بھی کیسے نجدت منکر سے۔

○ ادا المشتاق ص ۱۱۰ مولانا شرف علی تھانوی۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب میں اول اول مکہ مکرمہ میں آیا تو فقر و  
فاقدہ کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ نو روز تک زمزم شریف کے پانی کے سوا کچھ نہ ملا۔  
دوستوں سے قرض مانگا انہوں نے انکار کیا میں جان گیا کہ یہ امتحان ہے جہد کر لیا قرض  
بھی نہیں لوں گا۔ اور کمزوری کی یہ حالت تھی کہ اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار تھا۔ آخر نویں دن حضرت  
خواجہ اجیری عالم و آئمہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اسے ادا اللہ تمہیں بہت تکالیف  
اٹھانی پڑتی ہیں۔ بیتر سے ہاتھوں پر لاکھوں روپے کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے۔ میں نے  
عرض کیا کہ اتنا بوجھ میں نہیں اٹھا سکتا۔ تو فرمایا تمہاری مرضی مگر اب ضرورت کے مطابق  
تمہیں ملتا رہے گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

○ ملفوظات العلیہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلد اول ص ۲۳۳-۲۳۴

سید محمد منی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحب زادے سے ماورزا ادوی تھے۔ ایک مرتبہ جب عمر  
شریف چند سال کی تھی تو باپ تشریف لائے۔ اسے اپنے باپ کا بگڑ بیٹھ گئے۔ ایک شخص  
نے فرمایا۔ لکھ فلاں فی الجنتہ۔ کہ فلاں آدمی خلیق ہے و فلاں فی النار۔ اور فلاں آدمی دوزخی  
ہے۔ مگر انہوں نے یہ لکھنے سے انکار کر دیا۔ یہ سب سے سہ بار حکم دیا۔ اس نے انکار کیا۔  
اس پر باپ نے فرمایا۔ انت فی الناس۔ کہ تو آگ میں ہے۔ وہ گھبرائے ہوئے آپ کے  
والد ماجد کے پاس آئے۔ اور حقیقت جان کر فرمایا۔ آپ نے فرمایا انت فی الناس  
کہا یا انت فی جہنم۔ عرض کی انت فی الناس فرمایا۔ حضرت نے فرمایا میں اس کے  
کہنے کو بردہاں نہیں سکتا۔ مگر اب تجھے اختیار ہے دنیا کی آگ پسند کر یا آخرت کی عرض کی  
مجھے دنیا کی آگ پسند ہے۔ آپ کا جملہ کلام انتقال ہوا۔ حدیث مبارک میں آگ میں جلنے والے  
کو بھی شہید کہا گیا ہے۔

○ امداد المشتاق ص ۲۹ مولانا اشرف علی تھانوی :

حاجی صاحب کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ اس وقت آپ راؤ عبد اللہ خاں موضع پنجلا سے ضلع ابنالہ میں مقیم تھے۔ اور اصطلیل میں مصیبت بچھا کر عبادت میں مشغول تھے۔ کہ افسر گرفتاری کے لئے آگیا۔ جب اصطلیل کا دروازہ کھولا گیا تو خدا کی شان کا کرشمہ ہوا کہ تخت پر مصیبت بھی بچھا پڑا ہے۔ لوٹا بھی رکھا ہوا ہے اور وضو کا پانی بھی بکھرا پڑا ہے۔ مگر حاجی صاحب غائب ہیں۔ افسر تو شرمندہ ہو کر چلا گیا تو راؤ عبد اللہ خاں نے دیکھا تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز سے سلام پھیر چکے ہیں۔ اور مصیبت پر مطمئن تشریف فرما ہیں۔

○ شرح الصدور ص ۸۷ الامام السیوطی :

حضرت شیخ ابی سعید المرزوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں بنی شیبہ کے دروازے پر ایک جوان کو مرے ہوئے دیکھا فلما نظرُت اِلَیْهِ ثَبَسَ فِ وَجْهِهِ وَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنْ اِلْحْيَاةَ اَحْيَاءٍ وَّرَانَ مَاتُوْا اِنَّمَا يَنْقَلُوْنَ مِنْ دَايْمًا اِلَى دَايْمًا۔ پس میں نے جب اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر کہنے لگا۔ اے ابی سعید کیا تو نہیں جانتا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے زندہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ مر بھی جائیں۔ اور ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

○ امداد المشتاق ص ۱۱۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی :

فقیر متا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ اور فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں۔

○ شرح الصدور ص ۸۶ : حضرت شیخ علی رود باری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے ایک مسافر فقیر کو مرے ہوئے دیکھا تو میں نے اس کے لئے قبر تیار کی۔ اور کفن پہنایا۔ اور جب میں نے اسے لحد میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔ میں نے پوچھا

یاسیدی ا حیاة بعد الموت فقال لی بل انا حی وکل محب لله حی لا نصرتک  
بجاشی ندا

کہ اے میرے سردار کیا تم مرنے کے بعد بھی زندہ ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں بھی زندہ  
ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہر انسان زندہ ہوتا ہے۔ اور تو نے میری مدد  
یہاں کی ہے۔ کل میں تیری مدد کروں گا۔

○ شرح الصدور حصہ ۱۰ :- بغداد شریف میں ایک پاک دامن پارسا اور اللہ کی ولیہ  
عورت تھی۔ اور اسی زمانے میں ایک کفن چور بھی تھا۔ وہ پارسابی بی مرگئی۔ اس کا جنازہ  
اس کفن چور نے بھی پڑھا۔ تاکہ اس کا کفن اور قبر دیکھ سکے۔ جب رات ہوئی تو کفن چور  
اس پارسابی بی کی قبر پر گیا۔ اور قبر کو کھودا اور کفن اتارنے لگا۔ تو اس پارسابی بی نے  
کفن چور کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ سبحان اللہ ساجل مغفود۔ یاخذ کفن مغفوس  
کہ اللہ کی شان ایک جنتی د سرے جنتی کا کفن اتارتا ہے۔ یہ سن کر کفن چور لرز گیا۔  
اور عرض کی کہ اے پارسابی بی تیرے جنتی ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ مگر میں نے  
تو ساری عمر دونوں کے کفن پر رائے ہیں۔ میں کیسے جنتی ہوں۔ تو اس پارسابی بی نے فرمایا  
ان اللہ غضالی وجميع من صلی علی و انت علی صلیت علی۔ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ  
نے مجھے بھی بخش دیا ہے۔ اور جس نے بھی میرا جنازہ پڑھا ہے اس کو بھی بخش دیا ہے۔  
اور تو نے میرا جنازہ پڑھا ہے۔ اس کفن چور نے توبہ کی اور اس پارسابی بی کی دعا  
سے وہ چور بھی قطب ہو گیا۔

○ اسرار خودی اقبال مرحوم :-

علاؤ الدین غلجی ہندوستان کا حکمران تھا۔ اور اس کا ایک گورنر پانی پت میں بھی تھا۔  
ایک دن وہ گورنر بڑی شان و شوکت سے پانی پت کے بازاروں میں سے گذر  
رہا تھا۔ اور آگے آگے چوہدار مہو۔ بچو کی آوازیں دے رہے تھے۔

شاہ بوعلی قدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک درویش بھی بازار میں گھوم رہا تھا۔ گورنر نے اس درویش کے سر پر غصے سے ہنڈر دے مارا۔ درویش روتا ہوا شاہ بوعلی قلندر کی خدمت میں حاضر ہوا۔

در حضور بوعلیؑ فریاد کرد

اشک از زندانِ چشم آزاد کرد

اور فریاد کی اور رویا اور آنسو بہائے۔ شاہ بوعلی قلندر نے ایک رقعہ علاؤ الدین خلجی ہندوستان کے حکمران کی طرف لکھا۔

باز گیر ایں عالم بد گوہر سے

ورنہ چشم ملک سے تو باد یگر سے

کہ اپنے اسی گورنر کو تبدیل کر دو ورنہ تم سے بادشاہی چھین کر کسی اور کے حوالے کر دی جائے گی۔ علاؤ الدین نے آکر معافی مانگی۔

○ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت دقوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دریا کے

کنارے اپنے بیوروں کو ناز پڑھا رہے تھے کہ

ناہبساں چشمس سوئے دریا قتاد

بحول شنید از سوئے دریا داد داد

در میان موج داد او کشتیے

در قضا و در بلا و زشتیے

چون دقوتی آل قیامت را ہدید

رحم او جو شید و اشکب او دید

کہ اچانک ان کی نظر دریائی طرف گئی۔ اور ادھر سے ٹریا دریا اور زچا و بچاڑ کی آوازیں سنیں۔ اور دیکھا کہ ایک کشتی طغیانی میں ٹھنسی ہوئی ہے۔ جب حضرت دقوتی



نے یہ قیامت خیز سماں دیکھا تو رحم نے جوش مارا اور آنکھوں سے آنسو بہا پڑے  
تپ آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی یا مولا ان کے گناہوں کو نہ دیکھو اپنی رحمت  
کو دیکھو اور

اے کریم و اے رحیم سرمدی

درگداز از بدسگالان ایں بدی

کہ اے گنہگار بندوں پر ہمیشہ رحم و کرم کرنے والے ان گنہگاروں کو بھی معاف کر دے  
بس یہ عرض کرنے کی دیر تھی کہ کشتی صحیح و سلامت کنارے جا لگی

○ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عرفان

کے جنگلوں میں بے چراپنے مریدوں کے سیاحت کر رہے تھے کہ یک لخت آپ کا پہرہ  
مبارک متغیر ہو گیا۔ اور رنج اقدس پر ولایت کا جلال قفس کرنے لگا۔ ایک مرید نے

عرض کی یا حضرت آپ کی یہ حالت کیوں ہو گئی ہے۔ فرمایا :-

گفتا بوسے بوا لعجب آئدہ من

پچنانکہ مرنبی را از زمین

کہ مجھے اس مٹی سے اپنے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے جیسے کہ نبی کریم علیہ السلام

کو مین سے حضرت ادریس قرنی کی خوشبو آ گئی تھی۔ غلاموں نے عرض کی یا حضرت آپ کے

اس دوست کا نام کیا ہوگا۔ اور اس کا حلیہ کیا ہوگا۔

چسیت نامش گفت نامش بوا لحسن

علیہ اش او گفت ز ابرودا ذقن

فرمایا اس کا نام بوا الحسن ہوگا اور چہرہ اس کا تمام حلیہ جی بیان کر دیا۔

کہ حسن باشد مرید و مستم

درس کیہ در باح از ترتم

اور فرمایا کہ وہ میرا مرید اور غلام ہو گا۔ اور ہر صبح میری قبر سے فیض حاصل کرے گا۔ اور پھر حضرت ابو الحسن حرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بایزید بسطامی کے وصال پاک سے ایک سو سال بعد میں پیدا ہوئے۔ اور پھر حضرت ابو الحسن حرقانی ہر روز حضرت بایزید بسطامی کی قبر شریف پر جاتے۔ ایک دن گئے تو دیکھا کہ تمام قبریں پوشیدہ ہیں آپ حیران ہوئے۔ کہ پروردگار کی قہر کہاں تھی۔ کہ

بانگش آمد از شیطہ شیخ جی

ہا انا ادعوك کے تسبیح الی

ایک جگہ سے شیخ بایزید بسطامی جو کہ زندہ تھے آواز دی کہ او میری قبر کو تلاش کرنے والے ادھر آئیں یہاں ہوں۔

○ حضرت شیخ زید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہوئے تو مرشد پاک نے ریاضت و جدت کشی میں ایک حجر سے بی بیٹھا دیا۔ کئی سال کے بعد حضرت خواجہ اجمیری جو کہ خواجہ بختیار کاکی کے مرشد تھے دہلی تشریف لائے۔ اور فرمایا بختیار اپنی کمائی دکھاؤ۔ آپ نے اپنے تمام خلیق کو حاضر خدمت کر دیا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا وہ حجر ہے دانہ کہاں ہے عرض کی وہ چاندنی میں مشغول ہے۔ فرمایا اس کے پاس ہم خود چلتے ہیں۔

بابا صاحب اتنے کمزور و لاغر ہو گئے تھے کہ تعظیم کے لئے بھی نہ اٹھ سکے۔ خواجہ اجمیری نے فرمایا۔ بیٹا تم اٹھنے کی سلیف نہ کرو ہم خود ہی اٹھائیتے ہیں۔ پھر ایک بازو خواجہ اجمیری نے اور دوسرا بازو خواجہ بختیار نے پکڑا اور اٹھاتے ہوئے فرمایا فرید کہاں ہے۔ اٹھنا چاہتے ہو غور کی جہاں سے پھر میں بیٹھ نہ سکوں۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا بابا قطب الدین شہباز عظیم ررام آورو بجز سدرۃ المنتہیٰ شہباز بنی نگر و کہ بابا فرید ایسا۔ یہاں شہباز ہمارے جہاں میں پھنسا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے سوا

اپنا امتیاز نہیں بناتے گا، خواجہ بختیار لکھنوی نے فرمایا فریڈا اٹھو اور اپنے دادا پر کے  
 قدم چومو۔ بابا صاحب اٹھے اور اپنے ہی حشر کے قدموں کو بوسہ دیا۔ خواجہ صاحب  
 نے فرمایا، فرید میں نے حکم دیا ہے کہ خواجہ اجیری کے قدم چومو، مگر تم نے میرے ہی  
 پاؤں کو چوما ہے۔ عرض کی اتنا آپ کے قدموں کے سوا کسی اور کے قدم نظر نہیں آتے  
 پھر خواجہ اجیری نے فرمایا۔ بختیار فرید ٹھیک کہتا ہے۔ یہ منزل کے دروازے تک  
 پہنچ گیا ہے۔ جہاں وحدت ہی وحدت ہوتی ہے۔ دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔

○ نزہت المجالس جلد ۲ ص ۱۷۱ - حضرت عبداللہ بن زہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔  
 کہ میں ایک دفعہ بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا۔ کہ راستہ بھول گیا۔ ناذا انابا مراة  
 فقط لہما یا غریبۃ انت ضالۃ کہ اچانک میں نے ایک عورت دیکھی  
 میں نے اس سے کہا اے مسافرہ کیا تو بھی راستہ بھول گئی ہے۔  
 فتعالت کیف یکون غریباً من یعرفہ و ضالاً من یجبہ  
 اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا بھی مسافر ہو سکتا ہے۔ اور اللہ سے  
 محبت کرنے والا بھی راستہ بھول سکتا ہے۔

ثم قالت خذ طرف عصائی و تقدم ففعلت فمثیت قليلاً فاذا انا بیت  
 المقدس پھر اس عورت نے مجھے کہا کہ میری لکڑی کا سرا پکڑ لو اور چلو۔ میں نے  
 ایسا ہی کیا اور دو قدم ہی چلا تھا کہ سامنے بیت المقدس نظر آ گیا۔ میں نے پوچھا اسے  
 محترمہ یہ کیا ماجرا ہے۔ کہ تم اپنی جلدی بیت المقدس پہنچ گئے ہیں۔ تو اس عورت نے  
 جواب دیا کہ تیری رفتار زاہدوں کی ہے۔ اور میری رفتار عارفوں کی اور زاہد سوار  
 ہوتا ہے۔ اور عارف طیار ہوتا ہے۔ اور اڑنے والا چلنے والے سے تیز ہوتا  
 ہے۔

○ بابا فریح رحمۃ اللہ علیہ ایک دن ون کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ صبح صبح

سبزی بیچنے والی ایک عورت مولیوں کا ٹوکرا اٹھاتے پاس سے گذری فقیر کا  
 دل مولی کھانے کو کھریا۔ اس عورت سے فرمایا بی بی ایک مولی دے جاؤ عورت  
 نے مولی دینے سے انکار کر دیا۔ فقیر با جلال میں آگے۔ اور اس دن کے  
 پتے منہ میں ڈال کر فرمایا۔ کہ تو ہی مولی بن جا۔ چنانچہ ان پتوں سے مولی کا ذائقہ آگیا  
 وہ درخت آج بھی موجود ہے۔ اور آج بھی اس کے پتوں سے مولی کا مزہ آتا ہے۔

○ خانہ موال اور شور کوٹ کے درمیان ایک اسٹیشن عبدالحکیم ہے۔ یہ اسٹیشن خواجہ  
 عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ خواجہ عبدالحکیم ذات کے دھوڑ  
 تھے۔ اور دریائے راوی کے کنارے کپڑے دھویا کرتے تھے۔ لیکن کسی کو پتہ  
 نہیں تھا کہ دریائے راوی پر کپڑے دھونے والا یہ دھوبی جس طرح لوگوں  
 کے کپڑوں کی ظاہری میل صاف کرتا ہے اسی طرح اپنی نگاہ فیض۔ نظر ولایت  
 اور توجہ روحانی سے لوگوں کے دلوں کی میل بھی صاف کر کے نور معرفت سے  
 منور کر دیتا ہے۔

ہندوستان کے تاجدار شاہجہان کا زمانہ تھا۔ اور شاہجہان نے دہلی کی جامع  
 مسجد بنوائی جس کی محراب ٹیڑھی رہ گئی۔ مفتیان شرع نے فتویٰ دے دیا کہ چونکہ  
 اس مسجد کی محراب ٹیڑھی ہے۔ اس لئے یہاں نماز جائز نہیں ہے۔ شاہجہان یہ  
 سن کر بہت پریشان ہوا۔ اور اسی پریشانی کے عالم میں سو گیا۔ رات کو  
 سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ کئی دنوں کے آقائے دو عالم  
 علیہ السلام نے فرمایا۔ شاہجہان اگر مسجد کی محراب سیدھی کر دانی ہے۔ تو راوی  
 والے دھوبی کے پاس چلے جاؤ۔ شاہجہان نے سونہ کی آقا آپ خود ہی سیدھی  
 کر دیں۔ فرمایا اگر دنیا کے سارے کام میں ہی کرتا رہوں تو پھر میرے ولیوں  
 کے پاس توں جلتے۔

صبح ہوئی تو ہندوستان کا بادشاہ شاہجہان اٹھا اور شاہی تاج و لباس اتار کر  
 خواجہ عبدالحکیم کی خدمت آندس میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کی: خواجہ صاحب نے  
 پوچھا آپ کون ہیں؟ عرض کی: آقا میں فود نہیں آیا۔ مجھے کسی نے بھیجا ہے۔ خواجہ  
 صاحب نے فرمایا جس نے تجھے بھیجا ہے اگر کہو تو انہیں یہاں دکھا دوں۔ عرض  
 کی یا حضرت میں سمجھا نہیں۔ فرمایا تجھے میرے پاس بھیجنے والا مجھے آکر کہہ گیا  
 ہے کہ شاہ جہان آ رہا ہے۔ اسے خالی نہ موڑنا۔ شاہجہان بتاؤ کیا چاہتے  
 ہو؟ عرض کی: قادیلی میں شاہی مسجد بنوائی ہے۔ جس کی محراب ٹیڑھی رہ گئی  
 ہے۔ وہ محراب سیدھی کر دو۔

خواجہ عبدالحکیم نے فرمایا۔ فلاں جمعرات کو عصر کے وقت سب لوگ مسجد میں  
 جمع ہو کر مسجد کے محراب کو دیکھتے رہیں۔ جب سیدھی ہو جائے تو کہہ دینا بس۔  
 شاہجہان نے واپس آکر ایسا ہی کیا۔ جب وہ وقت آیا اور لوگ ادھر وہی  
 میں مسجد کے محراب کو دیکھ رہے ہیں۔ ادھر خواجہ صاحب نے کپڑا دھو کر  
 پنجوڑا۔ محراب کا خیال آگیا۔ وہ بھی سیدھا ہو گیا۔

○ خواجہ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک مرتبہ ہندوؤں کی بارات وہاں  
 سے گذری آپ دریلے راوی پر کپڑے دھو رہے تھے۔ دریا پر کوئی پل نہیں تھا۔  
 ہندوؤں نے کہا، اودھو بی! تجھے اتنا عرصہ ہو گیا یہاں کپڑے دھوتے ہوئے  
 مگر تو ابھی تک دریا پر کوئی پل بھی نہیں بنا سکا۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے پار جانا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تو آپ نے کپڑے  
 کا ایک تھان دریا کے پانی پر بچھا دیا۔ اور فرمایا۔ یہ لو پل بن گیا ہے۔ گذر جاؤ۔  
 وہ ڈرنے لگے کہ ڈوب جائیں گے۔ اور کہنے لگے۔ تو ہم سے مذاق کرتا ہے۔  
 فرمایا نہیں۔ انہوں نے کہا تو پھر پہلے تو اس پل سے گذر کر دکھا۔ خواجہ صاحب



نہ بھرا پینے پیل کو فرمایا کہ وہ تو کافر ہیں۔ اور ان کا یقین تو پکا ہے۔ اور تو تو ایک  
 مسلمان کا پیل ہے۔ اور تیرا یقین تو پکا ہے۔ میری طرف سے تو ہی ان کو اس  
 کپڑے کے پیل پر سے گذر کر دکھا دے۔ چنانچہ وہ پیل صحیح سلامت گذر گیا۔  
 اور پھر وہ ہندو بھی گذر گئے۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان  
 ہو گئے۔ :-

## طالب دُعا

صاحبزادہ سید افتخار الحسن  
 طارق آباد۔ لاہل پو



مکتبہ کی دیگر تصنیفات



مقامات نبوت

مقامات صحابہ

خاک کربلا

گھر بزم









